

427

سید خورشید حسین بخاری

میری لاہوری

الحمال

سیرت ، تجزیہ ، تاریخ

حضرت مجدد الف ثانی کے

والد کے قادری مرشد کے سوانح

(ترمیم و اضافہ کے ساتھ)

میری لاہوری میں

آفسٹ طباعت

قیمت ————— ۱۰/-

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے جو درویش، فقراء اور مبلغین بیرون ملک سے تشریف لائے ان میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میر قبرست ہے حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کا تعلق بھی حضرت غوث الاعظم کے خاندان سے تھا۔ آپ منغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کے جد کے تری دنوں میں عراق سے برصغیر میں تشریف لائے، اور بلوچستان، سندھ اور ملتان کے علاقوں میں اسلام کی اشاعت کرتے ہوئے پنجاب کے شہر کیتھل میں جا آباد ہوئے اور یہاں ایک مرکز کی تشکیل کی جہاں سے نور و عرفان کے وہ سوتے پھوٹے جنہوں نے ایک عالم کو متور کر دیا۔ لاکھوں غیر مسلم آپ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہوئے اور ہزاروں گمشدگانِ بادیہ ضلالت آپ کی توجہ سے راہِ راست پر آئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کابلیؒ اور پاکستان کے سابق وزیر اعظم بیات علیخان کے مورثِ اعلیٰ کے علاوہ بہت سے نامور اولیائے آپ سے براہِ راست فیض حاصل کیا۔ حضرت شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی نے سلسلہ قادریہ میں خلافت اور نسبتِ فردیت آپ ہی سے حاصل کی اور پھر عرفان و فیضان کا یہ سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان میں بھی جاری ہوا۔

سلسلہ پشتیہ کے معروف بزرگوں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ جلال الدینؒ تھامیسری کے ساتھ آپ کی صحبتیں رہیں آپ ہی کے پوتے اور سلسلہ قادریہ کے مردِ جلیل حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ کے یہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شیخ محمد طاہر ہندگی لاہوریؒ ایسے عالی مرتبت بزرگوں نے سلوک کی منزلیں طے کیں۔ حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کے انکار و خیالات نے اس دور کے عوام و خواص کو بہت زیادہ متاثر کیا اور انہیں ایک انقلابی رنگ دیا۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کو برصغیر پاک و ہند کے علاوہ افغانستان، ترکی، روم اور عرب تک پہنچایا۔

حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کے علمی و روحانی مرتبہ کے پیش نظر حضرت مجدد الف ثانیؒ ایسے عظیم المرتبت بزرگ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:

وہ جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے تو مجھے سلسلہ قادریہ میں حضرت غوث و ثقلینؒ کے بعد حضرت شاہ کمال قادریؒ کیتھلیؒ، ایسی کوئی عظیم المرتبت ہستی کم ہی نظر آتی ہے۔ گو یا حضرت شاہ کمال قادری کیتھلیؒ کو وہ بزرگ مرتبہ حاصل ہے جس سے اوپر سوائے حضرت غوث الاعظمؒ کے کسی کا پایہ نہیں۔

میری لائبریری میں تعمیر کردہ شخصیت کے لیے دوسری کتابیں

تاریخ نفسیات

حلال و حرام قرآن کی روشنی میں، عطا اللہ پالوی
 ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، محمد حسین، میکل
 عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ،
 دس بڑے مسلمان، محمد اسماعیل پانی پتی
 خالد سیف اللہ، ابوزید شلبی
 الامامون، مولانا شبلی نعمانی
 الامارون، عمر ابوالنصر
 المحسین،
 الزہرا،
 ابوذر غفاری، عبدالحمید جوڈہ السمار
 امیر معاویہ، امیس زکریا
 امام زین العابدین، عبدالعزیز سید الاہل
 سلطان محمد فاتح، محمد مصطفیٰ صفوت
 دبدبہ سکندری، خورشید حسین بخاری
 تذکرہ، ابوالکلام آزاد
 تلویطہ، آر تھرو ویگل
 رابعہ لہری، دوا والسکائینی
 اثنالیس بڑے مسلمان، ڈیل کارنگی

ترقی کی راہیں، حکیم ڈاکٹر نعمان ساجد
 روزمرہ نفسیات، محمداکرم طاہر
 دولت نامہ،
 زندگی کے موڑ پر، مرتب بشیر احمد پودھری
 نفسیات کی روشنی میں،
 نفسیات اور عمل،
 ہماری عادتیں، پہلے سے جذبات، دیانند ورا
 جینے کی اہمیت، من یونانگ
 گفتگو اور تقریر کا فن، ڈیل کارنگی
 طے بول میں جلاو ہے،
 پریشانی ہونا چھوڑیے،
 شادی اور کامیابی، ایو سٹیس پیسر
 بچے امدان کی تعلیم و تربیت، صوفی گلزار احمد
 لباس کا سکر اور ٹیڈی ازم، محمد خاں اشرف
 عبداللہ بن عباس، سلام اللہ صدیقی
 روزانہ جہ میں گھنٹے کیونکر زندہ رہا جائے، آزلڈ منسٹ
 بیسویں صدی کا فلسفہ، قاضی جاوید حسین
 وجودیت،

705

الکمال

تقدیم خدمتِ اقدسِ حضرتِ مولانا محمد تقی عثمانی صاحبِ کرامت
مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

سوانح

حضرت شاہ کمال قادری مکتبہ کتب خانہ



تاریخ — تجزیہ — تنقید



سید نور شید حسین بخاری

مکتبہ میسرے لائبریری لاہور

53429



جملہ حقوق مع حق ترجمہ بحق مصنف محفوظ ہیں

”میری لائبریری“ میں دوسری بار (باضافات جدید): ۱۹۶۶ء

ناشر و طابع: بشیر احمد چوہدری

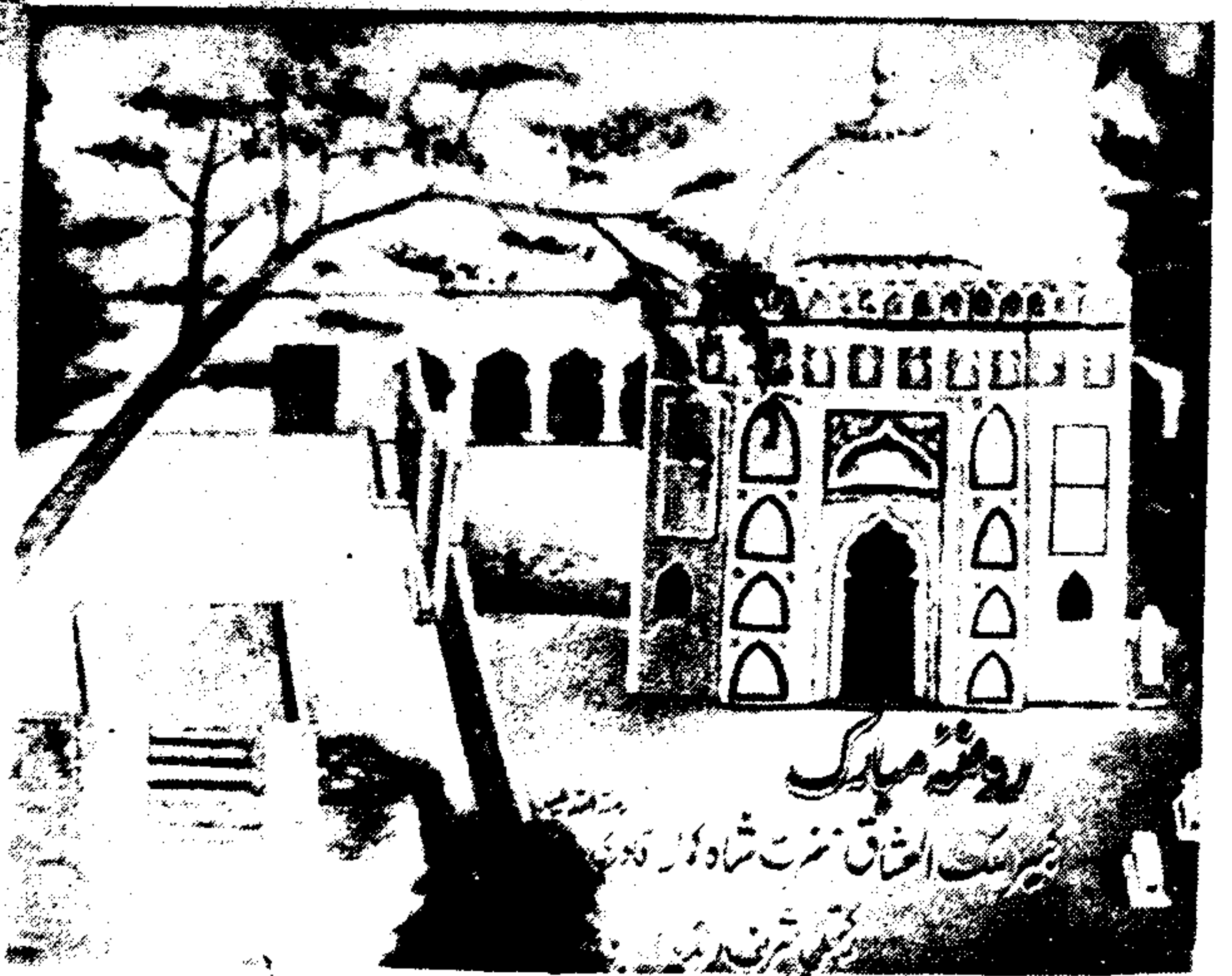
ڈائریکٹر مکتبہ میری لائبریری لاہور

طابع: آلہ بشیر پرنٹرز لاہور ۲



چترائے دودمانِ قادریہ کمالیہ سکندریہ
قدوة السالکین سید علی احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام
جو قیامِ پاکستان کے بعد کشتل سے ڈیرہ غازیخان
تشریف لائے اور یہاں خلقِ خدا کو فیضِ روحانی
سے سرشار فرماتے رہے۔ اور یہیں وصال فرمایا
آج بھی آپ کی ذات
عقیدت مندوں کے لیے روحانی تسکین کا باعث ہے



روشنی مبارک

مختصر سبک عشاق حضرت شاہ گور گوردی

ترجمہ شریف رستم

عارف مولف

- پیدائش - ۵۔ اپریل ۱۹۲۳ء - بمقام تڑاڈھی (مشرقی پنجاب)
- تعلیم - فاضل فارسی ایم اے (اردو) - ایم اے (فارسی) ایم۔ او۔ ایل ایل ایل بی۔
- پیشہ - ملازمت - پیکچر آرگورنمنٹ گورونانک کالج ننکانہ صاحب (ضلع شیخوپورہ)
- تالیفات - (۱) اکمال - سوانح حضرت شہ کمال قیادری کتبیلی ص۔
- (۲) ریاض التایخ تاریخ اسلام زمانہ جاہلیت سے زمانہ سال تک مسلم ممالک کی تاریخ کے بارے میں پہلی اردو کتاب۔
- (۳) مطالعہ ادبیات ایران
- (۴) ترجمہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی
- (۵) شعرائے کلاسیک فارسی
- (۶) ترجمہ گلستان سعدی - (۷)
- (۸) ترجمہ کیمیائے سعادت (۹)
- (۱۰) بہترین اردو گرامر اینڈ کمپوزیشن
- (۱۱) تذکرہ حضرت شاہ سکنڈریقی
- (۱۲) دہلی کا آخری یادگار شاعرہ (مرتبہ)
- (۱۳) شاہان مغلیہ کے مذہبی رجحانات (مسودہ مکمل)
- (۱۴) پاکستان میں تصوف زیر تریب
- مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ۱۹۶۲ء سے اب تک ادبی اور تاریخی موضوعات پر بے شمار مضامین و مقالات اخبارات و رسائل میں چھپ چکے ہیں۔

ترتیب

۱۲۰	ملفوظات	۸	اظہار عقیدت
۱۲۳	اولادِ امجاد	۱۱	پیش لفظ
۱۲۳	حضرت شاہ عماد الدینؒ	۱۵	دیباچہ طبع دوم
۱۲۴	حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلامؒ	۱۷	تعارف
۱۳۵	خلفائے کرام	۱۹	حسبِ نسب و شجرہ طریقت
۱۳۵	حضرت شاہ نور الدینؒ	۲۹	ولادت
۱۳۷	حضرت شاہ سکندر کیتقلیؒ	۳۲	ابتدائی عمر اور تعلیم
۱۴۲	حضرت شیخ عبدالاحد سرسندیؒ	۳۷	مرشد کمال
۱۴۸	حضرت ملا مدرس سدھیؒ	۴۱	عطیہ شیخ
"	حضرت شیخ سجنؒ	۴۵	ہمراہ سفر
۱۴۹	حضرت شاہ یوسف بھکریؒ	۴۹	شہر کیتقلی
۱۵۰	حضرت شیخ جلال الدین کیکہ ملتانؒ	۵۸	علم و فضل
"	حضرت شیخ فتح علی ابوالفتح سامانویؒ	۷۳	ایشاد و استغناء
۱۵۱	حضرت شاہ ہاشم بنو تویؒ	۷۹	حلیہ اور لباس
۱۵۲	حضرت شیخ نور جمالؒ	۸۰	وصال
۱۵۳	حضرت شیخ طیبؒ	۸۴	مزار اور عرس
۱۵۴	حضرت قلینہ عبدالرحمن دیرپوریؒ	۱۰۱	کرامات
۱۵۵	حضرت باوا سیتل داسؒ	۱۱۳	جلال
۱۵۸	باقی خلفاء	۱۱۹	تصرفاتِ روحانی بعد از وصال

اظہار عقیدت

شاہا بہ تمسار شوق مستم بعشق تو غم سرازا مستم
دل در طلب کمال مستم من بوسہ زن در تو مستم

یا شاہ کمال گیر دستم

اے مرشد مرشد کمالی محبوب جناب ذوالجلالی
ابر کرم ویم نورانی! جہم کرم آں جناب عالی

یا شاہ کمال گیر دستم

اے گوہر لجنہ شریعت اے رہبر رہبر طریقت
اے ہادی ہادی طریقت چلویم ز تو رتبہ رفیعت

یا شاہ کمال گیر دستم

دصف تو ز گفتم فزون است قدر تو ز مدار کم برون است
کونین نہ ختم تو ز بون است حد نظر تو بے چگون است

یا شاہ کمال گیر دستم

اے مہر سپہرِ غوثِ عظیم ماہِ فلک و شاہِ معظم
اے بحرِ کرم و حسدِ کرم در فتادریانِ کریم و اکرم

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

ذاتِ تو اہمِ باہمی است مرآتِ ضمیرِ تو مجلیٰ است
جہمِ تو منور و مصفیٰ است عرفانِ تو عالی و معلیٰ است

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

ہستم بارادت مریدت تو دولتِ مقیمِ آنسردیت
من بندہ ہر روز از عقیدت مانند غلامِ زرِ خسردیت

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

در دو جهان اعانتم کن ! در کون و مکان حمایتم کن
شاہِ جو شہاں رعایتم کن در روزِ جزا شفا عتم کن !

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

زنگی بدلم ہنوز باقی !! از صیقلِ لطفِ ساز صافی
برحمِ چو من جیبِ عاصی یک چشمِ توجہِ تو کافی

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

غوثِ دو جہاں گرفتِ دقت از بادۂ غولیشِ کردہ منت
دینِ گلِ ز نسیمِ او بر سنت دینِ موجِ ز بحرِ غوثِ ہمت

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

اے شاہِ سریرِ شد و ارشاد من ز آن تو ام ترا کنم یاد !
شور و شغبِ بہر دمِ افتاد وقتِ مدد است روزِ امداد

یا شاہِ کمالِ گیرِ دستم

اسم بغلامی رسولؐ است کہ اے شاہانگی کوئی تو طول است
عرض تو مقبول رسولؐ است ازین تو مقصد حصول است!
یا شاہ کمال گیر دستم

(خواجہ عبدالرسولؒ قادری فاضلی)

پیش لفظ

ڈاکٹر رانا محمد بہاؤ الحق اشک

ایم اے (عربی)، ایم اے (اسلامیات) ایم اے (فارسی) ایم، او، ایل (عربی)
ایم او، ایل (فارسی) پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولوی فاضل، منشی فاضل ادیب فاضل
ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن) صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج۔ لاہور

اے کہ آگاہ نہ عالم در لیشاں را

تو چہ دانی کہ چہ سودا و سراسر تیشاں را

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على رسولنا محمد المصطفى واصحابه
مصايح الدجى وعبادة الدين اصطفى۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان میں انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی شخص
افضل نہیں کیونکہ یہ مقدس گروہ باہرگاہ ایزدی سے عامۃ الناس کی ہدایت کا براہ راست فرمان لے کر
اہل دنیا پر تمام حجت کیا کرتا ہے۔ ان کی تعلیمات کو ماننے والا نجات پاتا ہے اور نہ ماننے والا مورد عذاب
الہی ہوتا ہے۔ نبوت جیسے جلیل القدر منصب کے لئے ایک ایسی پاکیزہ اور زبردست فطرت کی
ضرورت ہے جو انوار الہی کے متحمل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اور تمام اخلاق حسنہ مثلاً دیانت تقویٰ
عبادت خشیت استقلال صبر و رضا، رحم و مروت علم و غیرت ایسے اوصاف میں اعلیٰ ترین نمونہ
ہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات طیبہ ایسے ہی کارناموں کا مرتع ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو
لوگ بلا واسطہ ان کی تعلیمات سے مستفیض ہوتے ہیں وہ نہ صرف خود انبیائے کرام کے نقش قدم پر

پورا پورا حق ادا کرتے ہیں بلکہ دین حق کی اشاعت میں جان توڑ کر کوشش کیا کرتے ہیں

ایسے گروہ کی بہترین مثال حضرات صحابہ کرام کا پاک گروہ ہے۔ جن کی شان میں سورہ فتح کی آخری آیات نازل ہوئیں۔ ان بزرگوں نے بلا واسطہ جناب پیغمبر علیہ السلام سے وراثت ظاہر و باطنی

کو حاصل کیا۔ اسی لیے علماء کو وَرَثَةُ النَّبِيِّاء کہا جاتا ہے۔ مابعد کے علمائے امت درحقیقت

ورثۃ الانبیاء کے وارث ہیں۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا۔ اس وراثت کی مقدار میں فرقہ

آتا چلا گیا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جوں جوں مورث اعلیٰ کے بعد پشتیں زیادہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ہر ایک وارث کے حصے میں کمی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ جو کچھ اصحاب کرام

کو ملا تھا وہ بعد کے علمائے امت کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس

وراثت کی نوعیت کیا تھی۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ شریعت اسلام کو جس طرح انسانی ہستی

کے ظاہری امور زندگی کی اصلاح مد نظر ہے۔ اسی طرح وہ انسان کے باطنی کمال اور روحانی ترقی

کی بھی متکفل ہے۔ اس ظاہری اصلاح اور باطنی کمال کی غایت ایک ہی ہے۔ اس لیے یوں

کہنا چاہیے کہ وراثت مذکورہ کے دو حصے تھے۔ اور ہر دو کے وارث مختلف الفطرت

لوگ تھے۔ بعض نے وراثت ظاہری (سنت و فقہ) کا بیڑا اٹھایا اور بعض حضرات ہر دو پہلو میں

کامیاب نکلے۔ وارثان فقہ و سنت علمائے امت کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور تصفیہ باطن

کی مسند پر بیٹھنے والے اولیاء اللہ کہلائے۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب

”فتوحات“ میں لکھتے ہیں کہ ”وارثان انبیاء علماء اور اولیاء اللہ ہیں۔ اولیاء تو باطنی حالات اور

عمیق احکام کے پاسان و نگران ہوتے ہیں جو عوام کے فہم سے بالاتر ہیں۔ اور علماء شریعت کے

ظاہری احکام کے محافظ ہوتے ہیں جو بذریعہ افہام و تفہیم سمجھ میں آسکتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی انہیں علماء

میں سے بعض حضرات ایسے نکل آتے ہیں جو انبیاء کرام کی وراثت باطنی کے بھی مالک ہوتے

یہ چنانچہ سلف صالحین میں ایسے بے شمار عالی رتبہ حضرات تھے جو علماء بھی تھے اور اولیاء بھی

مگر جب لوگوں کی عملی حالت میں فتور آنے لگا تو صرف علماء ہی پیدا ہونے لگے۔ ورنہ درحقیقت

علماء اولیاء اللہ ہی ہیں۔ سو موجودہ حالت میں ہر ایک ولی اللہ یقیناً عالم کہلا سکتا ہے مگر ہر ایک

عالم ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔“

شہ محمد رسول اللہ والذین معہ الایۃ

پھر ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ”دارشان انبیائے کرام سے تمام وہ لوگ مراد ہیں جن کے علم کو عقول و حواس اور اک نہیں کر سکتے۔ بلکہ عقول ان کے علم کو محال سمجھتی ہیں اور وہ لوگ دارشان انبیاء نہیں۔ جن کے علم کو بذریعہ عقول و حواس اور اک کیا جاسکتا ہے کیونکہ ایسے علم میں وراثت نہیں چلتی۔“

موجودہ دور میں جب کہ ہر طرف مادہ پرستی کا دور دورہ ہے اس قسم کے اولیائے کرام کا وجود عنقا ہو چلا ہے۔ تاہم کسی زمانے میں بھی حق صنف ہستی سے پوری طرح محو نہیں ہو سکتا۔ اب بھی ایسے بزرگوں کا وجود پایا جانا ناممکن نہیں۔ لیکن ایسے حضرات کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے دیدہ بینا کی ضرورت ہے۔ جیسی تو کہا جاتا ہے ”ولی را ولی سے شناسد“ چونکہ یہ ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔

اس لیے عوام الناس کو ایسا موقع بہت کم حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی کسی مرد کامل کو پہچان کر اس کے سامنے زانوئے ادب نہ کر کے اس سے تزکیہ تصفیہ باطن کا طریقہ سیکھ لیں ایسے لوگوں کی سہولت کے لیے ضروری ہے کہ سلف صالحین میں سے جو حضرات اولیاء اللہ کے لقب سے مشہور اور مسلم سمجھے جاتے ہیں ان کے حالات عوام کے سامنے پیش کیے جائیں تاکہ وہ ان کی زندگی سے اپنی فطری استعداد کے مطابق کوئی عبرت یا درس حاصل کر سکیں۔ اس امر کی ضرورت اس وقت اور زیادہ ہے جب کہ آج کل کئی ایک ولی نامہ حضرات اپنے آپ کو ولایت کا علمبردار ظاہر کرتے ہیں اور اپنی مشیختیت کا سکہ جھاتے پھرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں جو اور گندم میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ ہے سہ

دیو با مردم نیا میزد مترس بلی مترس از مرد مان دیو سار

قَالَ اللَّهُ مَا سَأَلَ -

اسی خیال کے پیش نظر تلمیذ عزیز سید خورشید حسین بخاری متعہ اللہ الباری بالعلم والعمل نے الکمال کے نام سے حضرت شیخ شاہ کمال قادری کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل یہ کتاب لکھ کر نہ صرف اپنا شوق دل پورا کیا بلکہ ایک دینی خدمت بجالا کر زمانہ موجودہ کے نوجوانوں کے لیے ایک قابل تقلید مثال پیش کر دی ہے۔ اگر ہمارے تمام تعلیم یافتہ نوجوان اس قسم کی دینی خدمت سے اسی طرح سرشار ہو جائیں۔ تو کتنی خوشی کی بات ہے فجر اہ اللہ احسن الجزاء عناد عن سائر المسلمین۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں کہنا چاہتا۔ کیونکہ عزیز موصوف نے قریباً قریباً ان کے تمام ضروری حالات مختلف کتب سے اخذ کر کے تحریر کر دیئے ہیں۔ میں نے اس کتاب کو متعدد جستہ جستہ مقامات سے دیکھا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ عزیز نے

خاصی محنت اور دلچسپی سے مختلف حالات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور غالباً حضرت موصوف پر جو ممکن مواد انہیں مل سکا ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ شاید نزہۃ الخواطر مولفہ علامہ عبدالحی صاحب الحسنی لکھنوی (المتوفی ۱۳۲۱ ہجری) ان کی نظر سے نہیں گزری۔ یہ کتاب حیدرآباد دکن میں سات جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت موصوف کا ذکر چوتھی جلد کے صفحہ ۲۰۶ پر موجود ہے اور وہاں آپ کا سال وفات بحوالہ کتاب "مہر جہاں تاب" ۹۰۱ ہجری لکھا ہے۔ اس اختلاف تاریخ کا ذکر عزیز نے نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے صرف ۹۸۱ھ لکھا ہے اور بعض مادہ ہائے تاریخ بھی درج کیے ہیں۔ عزیز نے حضرت شیخ کی زندگی کے قریب قریب تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب رہے ہیں۔ پھر بھی ممکن ہے کہ کہیں کوئی خامی رہ گئی ہو لیکن اس سے عزیز مذکور کے خلوص، شوقِ دین اور محنت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ہمیں اس قسم کے نوجوانوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیے جو موجودہ فاسد ماحول میں خود بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ ہدایت دکھانے پر کمر بستہ ہیں۔ امید ہے قارئین کرام کو اگر کتاب میں کوئی خامی بالفرض نظر آئے تو عزیز موصوف کی عمر علم اور تجربہ تصنیف و تالیف کے پیش نظر دامنِ عفو میں جگہ دیں گے۔

ان تجدیباً فسد خلاً جل من لا عیب فیہ وعلا

گورنمنٹ کالج لاہور خاک پائے درویشان

رانا محمد بہار الحق اشک کان اللہ

دیباچہ طبع دوم

”الکمال“ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں طبع ہوا تھا۔ قارئین اور ناقدین دونوں نے اس کتاب کو تحسین و ستائش کی نظروں سے دیکھا اور ہماری کاوش کو سراہا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصے میں اس کا یہ ایڈیشن ختم ہو گیا۔ اور اسے دوبارہ طبع کرنے کے لئے تقاضے پہ تقاضا ہونے لگا۔ ہمارا بھی ارادہ تھا کہ ابتداء میں کتاب چونکہ جلدی میں طبع ہوئی تھی اور کاغذ اور طباعت کا معیار بھی اتنا بلند نہ تھا، اس لیے اسے دوبارہ مزید تحقیق کے ساتھ مرتب کیا جائے تاکہ اس میں حساب تذکرہ ان کے معاصرین و اخلاف اور ان سے متعلقہ مزید معلومات جامع طریقہ پر منضبط ہو جائیں لیکن چونکہ ”تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی“ کی ترتیب و تسوید کا کام بھی شروع تھا، اور ابھی اس سلسلے میں تحقیقی کام جاری تھا، اس لیے ”الکمال“ کی ترتیب نو کا معاملہ تعویق میں پڑا رہا۔ مزید برآں ہمیں بھی بعض ایسے حالات سے گزرنا پڑا، جن کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ بہر حال۔

”الکمال“ کی طبع ثانی کے لیے احباب کا اصرار پیہم بڑھ رہا تھا۔ اس لیے جب ”تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی“ پریس میں چلا گیا، تو زیر نظر کتاب پر نظر ثانی شروع ہوئی۔ اور اب یہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

”الکمال“ کی پہلی اشاعت سے لے کر تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کی ترتیب تک کے عرصے میں حضرت شاہ فیصل قادری کے خطوط موصول ہوئے جن میں حضرات کیتھلی کے بارے میں بہت سی نئی معلومات تھیں اور مفید مشورے بھی اور اسی دوران میں چند کتب بھی تصنیف ہو کر مارکیٹ میں آئیں انہی مشوروں اور نئی تصانیف کی روشنی میں ہم نے اس دفعہ ”الکمال“ میں معتد بہ اضافے کئے ہیں چنانچہ سالانہ سلسلہ عالیہ قادریہ غوث محمدی حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شاہ فیصل قادری تک خواجگان قادریہ کے حالات زندگی اور ان کے روحانی و عمرانی کارنامے بیان کئے گئے ہیں کیتھلی شہر کے ان دیگر بزرگان دین کا اجمال تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو یا تو اس سرزمین میں آرام فرما رہے ہیں یا ان کا تعلق اس سرزمین سے تھا اور وہ دوسرے علاقوں میں

تبلیغ دین کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اولادِ امجاد کے عنوان سے ایک نیا باب قائم کر کے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کی اولاد کا تذکرہ کیا گیا ہے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کے بعد از وصال روحانی تصرفات پر بھی ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ، حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام حضرت شاہ عبدالاحد کابلی سرمنڈی اور باوا سبیل داس رحمہم اللہ تعالیٰ کے مناقب اور دینی خدمات پر مشتمل ابواب بالکل نئے سرے سے لکھے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد مقامات پر عبارات میں ترمیم و اضافہ کیا گیا ہے۔

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ صاحبِ تذکرہ سے متعلق ہر بات کا احاطہ کر لیا جائے۔ اور ان کے بارے میں کوئی چیز بھی چھوٹے نہ رہاٹے۔ لیکن ”الْإِنْسَانُ مَرْكَبٌ مِّنَ اللَّحْمِ وَاللَّيْبَانِ“ کے مسدق ہم بھی سہو و خطا سے میرا نہیں، ممکن ہے زیر نظر تذکرہ میں کوئی واقعہ یا روایت درج ہونے سے رکٹی ہو یا درج کرنے میں غلطی ہوگئی ہو۔ ہمیں توقع ہے کہ قارئین ہماری کوتاہیوں سے چشم پوشی فرمائیں گے اور اگر اس کتاب میں انہی کوئی خامی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کریں گے۔ اس کے لئے ہم ان کے ممنون ہوں گے اور براہِ حسن تجویز کا خیر مقدم کریں گے۔ ہم ان تمام مؤلفین و مصنفین کے شکر گزار ہیں جن کی تالیفات و تصنیفات سے ہم نے استفادہ کیا ہے اور ان حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

گرمنٹ گوردواتک ڈگری کالج
شکانتہ صاحب

سید خورشید حسین بخاری
۲۶ رجب ۱۳۹۶ھ ۲۶ جولائی ۱۹۷۶ء

تعارف

بغداد کے وسیع و عریض شہر میں باہر کی طرف مشرقی جانب یگانہ روزگار حاجی حافظ سید عمر ثانی ایک طبیب کا اچھا خاصہ کشادہ مکان تھا، موصوف نے خاندانی روایات کے مطابق بچپن میں حدیث، فقہ، اصول معقول و متفول اور فلسفہ کی تحصیل کی۔ اور قرآن مجید ایسی نعمت غیر منترقبہ سے بہرہ ور ہوئے۔ ان علوم میں وہ دستگاہ حاصل کی کہ ملک عراق میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، اولیاء عظام، صوفیائے کرام، محدثین و مشائخین وقت آپ سے باریک ترین مسائل میں صلاح مشورہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ ان مسائل کی گتھیوں کو اس طرح سلجھاتے اور بھاتے کہ وہ آپ کی اصابت رائے کے قائل ہو جاتے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے: "حقاً در جہان خلایق دانندہ این اسرار در موز تمہا توئی مانندای"۔ ہمہ قبیلہ من عالمان دین بودند کے مصداق آپ کا گھرانہ علمی و جاہلت اور مذہبی تقدیس کے لحاظ سے تمام بغداد میں ممتاز تھا۔ آپ کے خاندان میں اعلیٰ بائے کے علمائے دین اور بلند مرتبہ اولیاء اللہ ہو گزرے تھے جو علمیت و روحانیت کے لحاظ سے جامع اوصاف تھے اور یہ سب خدارسیدہ حضرات اپنے ہی خاندان کے بزرگوں سے علمی اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ یہی وجہ تھی کہ اہل بغداد آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ کا طبابت کا کام بھی زوروں پر تھا۔

حضرت شاہ کمان قادری قدس سرہ آپ کے مشکوئے دولت میں پیدا ہوئے۔ حضرت اقدس کا پورا نام شاہ کمال الدین حسن ہے، اور ایوا لبرکات کنیت سلطان الادتا و قطب ارشاد عرف زامن، سید الاکابر، لال دیال، سلب الاحوال، سلطان الساکین، غوث الآفاق اور کبیر ملک العشاق وغیرہ کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ بسوقیائے کبار بیان کرتے ہیں۔ کہ آسمان پر قطب ارشاد کا نام عبدالرب یا عبداللہ ہوتا ہے کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے۔ اور یہ مرکز کائنات کے طور پر دور و نزدیک پر حاوی ہوتا ہے۔ چونکہ آپ قطب

ارشاد کے منصبِ جلیلہ پر فائز تھے۔ لہذا آپ کا ملوکتی نام مجد اللہ یا عبد اللہ ہے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ مشرقی پنجاب کے علاقہ کیتھل میں گزرا۔ اور یہیں وصال فرمایا۔ جس کی وجہ سے کیتھل مشہور ہو گئے۔

آپ اپنے زمانے کے بڑے صاحبِ فیوض و کرامت بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا طریقہ صبر و شکر، زہد و اتقا اور عشق و محبت الہی تھا۔ فقہ فائقہ بہت عزیز تھا۔ اور آپ ہر وقت یاد الہی میں مستغرق رہتے تھے ہندوستان اور دوردراز سے بیٹھا لوگ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اور فیوضاتِ طاہریہ باطنی سے مشرت ہوتے، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کو آپ سے بہت فروغ ہوا۔ آپ ہندوستان میں قادری سلسلے کے بانی اور بزرگزیدہ بزرگ مانے جاتے ہیں۔ بیٹھا لوگوں کو آپ سے فیض و نعمت حاصل ہوئے اور آپ کے مریدین و خلفا کے ذریعے مخلوق خدا کو بے حد فیض پہنچا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کابلی السمرندی نے آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ نسبت فریبت حاصل کی اور خلافت بھی پائی۔ اور پھر فیضانِ قادریہ کا یہ سلسلہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان میں شیخ عبدالاحد کابلی اور حضرت شیخ آدم بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ کی وساطت سے جاری ہوا حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری سے بھی آپ کی صحبتیں رہیں۔ آپ نے اپنی علمیت اور روحانیت سے ان کی شخصیات کو متاثر کیا اور اپنی خاندانی شرافت، عزت نفس حفظ مراتب اور روحانی سر بلندی کی وجہ سے ایک عالم کو اپنا گرویدہ کر لیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کی دعا سے پیدا ہوئے اور بعد میں وہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے بیعت ہو کر خرقہٴ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو ان کے بچپن میں اپنی اُنکی چسا کر فیضانِ روحانی سے نوازا تھا۔ اور ان کے عظیم المرتبت بزرگ ہونے کی خوشخبری بھی دی تھی۔ ایک طرف آپ نے اپنے عہد کی شخصیات کو متاثر کیا تو دوسری طرف آپ کی اولاد اجداد نے اپنے خلفاء مریدین اور معتقدین کی تربیت اس انداز سے کی کہ انہوں نے اپنی تعلیمات سے برصغیر ہندو پاک کی قسمت بدل دی۔ آپ کے اخلاف میں اردو اور فارسی زبان کے بلند پایہ ادیب اور صوفی شاعر ہوئے ہیں۔ اور انہی بزرگوں نے برصغیر کے مسلمانوں میں دو قومی نظریہ کو نہ صرف رائج کیا۔ بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ مقبول بنا کر تحریکِ پاکستان میں نمایاں کردار بھی ادا کیا۔ غرض آپ آسمان معرفت کے آفتاب تھے اور آپ کی ضیائے

باطن سے ایک عالم متور ہوا۔ اور آپ کے علمی و عرفانی فیوض سے برصغیر پاک و ہند کے تمام و
خواص نے بلا امتیاز مذہب و ملت استفادہ کیا۔

حسب و نسب اور شجرہ طریقت

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کی تالیف صحیح النسب سادات عظام اولاد امجاد حضرت غوث
محمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب بارہویں پشت میں حضرت
سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ حضرت شاہ فیصل قادری عت زندہ پیر سے بیعت تھے۔ اور انہی سے ترقی
خلافت حاصل کیا تھا۔ آپ کا شجرہ طریقت گیارہ واسطوں سے حضرت سید عبدالقادر جیلانی
رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کو نسبت بیعت و اجازت حضرت شاہ فیصل سے انہیں حضرت
شاہ گدار جمن ثانی سے انہیں حضرت شاہ شمس الدین عارف ثانی سے، انہیں حضرت شاہ
گدار جمن با خدا سے، انہیں حضرت شاہ شمس الدین مہراٹی سے، انہیں حضرت شاہ عقیل سے
انہیں حضرت بہاؤ الدین سے، انہیں حضرت عبدالوہاب سے، انہیں حضرت سید شرف الدین
تقال سے، انہیں حضرت عبدالرزاق سے، انہیں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی سے، انہیں حضرت
ابوسعید مخزومی سے، انہیں حضرت ابوالحسن ہنکاری سے، انہیں حضرت ابوالفضل سے، انہیں
حضرت ابویوسف طوسی سے، انہیں حضرت شیخ ابو بکر شبلی سے، انہیں حضرت، یحییٰ بن آدم
سے، انہیں تری سقطی سے، انہیں حضرت معروف کرخی سے، انہیں حضرت موسیٰ رقنا سے، انہیں
حضرت امام کاظم سے، انہیں حضرت امام جعفر سے، انہیں حضرت امام باقر سے، انہیں حضرت
امام زین العابدین سے، انہیں حضرت امام حسین سے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے، انہیں
سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

حضرت شاہ فیصل سے حضرت عبدالرزاق تک کے خواجگان قادریہ کا ذکر بہت کم
تذکروں میں ملتا ہے۔ لہذا ایسے محل یہ ہوگا۔ اگر یہاں ان حضرات کا مختصر طور پر تذکرہ کر دیا جائے
ان کے ساتھ ہی سالار سلسلہ عالیہ قادریہ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا تذکرہ بھی یتنا
شامل کیا گیا ہے کہ اس کے بغیر بزرگان سلسلہ عالیہ قادریہ کا ذکر خیر نامکمل رہے گا۔

۱۔ غوث الاعظم حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غوث محمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے بانی ہیں۔ آپ کی ولادت نیت میں ۱۱ ربیع الاول ۳۸۰ھ (۲ اکتوبر ۹۸۷ء بروز پیر) کو ہوئی یہ قصبہ بحیرہ خزر کے جنوب میں گیلان کے قریب واقع ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی اکرم کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا۔ آپ کے والد کا نام ابو صالح جلی دوست اور والدہ کا نام فاطمہ اور کنیت امہ الخیر ہے۔ آپ والد کی طرف سے حسنی الاصل سید والدہ کی طرف سے حسینی الاصل سید تھے۔ شجرہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اس طرح ہے۔ شہباز لامکانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ اجگی دوست بن حضرت ابو عبداللہ بن سید یحییٰ زاہد بن سید محمد مورث بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ ثانی بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسین بن سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین) آپ کا نام عبدالقادر ہے۔ جیلان کی نسبت سے جیلانی کہلائے۔ پیران پیر دستگیر قطب ربانی غوث محمدانی، محبوب سبحانی غوث الاعظم غوث الثقلین غوث العلین، غوث الارض والسماء اور محی الدین وغیرہ کے القاب سے مشہور ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔

آپ کی ولادت سے تھوڑا عرصہ پیشتر آپ کے والد کا وصال ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی نے آپ کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم انہی کے زیر اثر حاصل کی۔ اور اٹھارہ برس تک جیلان میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دوران تعلیم آپ کو ایک عجیب مشاہدہ ہوا۔ جب آپ مکتب میں جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلنا دیکھتے اور جب آپ مدرسہ پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے سنتے کہ ”اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ اللہ کے ولی کو جگہ دو۔“ گیلان میں تعلیم مکمل کر لینے کے بعد آپ نے بغداد شریف کا رخ کیا۔ یہاں آپ نے ابو الوفا علی بن عقیل حنبلی ابو غالب محمد بن حسن باقلانی، ابوسعید بن عبدالکریم، ابوالفتاح محمد بن علی بن احمد، ابوالحسن محمد بن قاضی ابو یعلیٰ، شیخ ابوالخطاب محفوظ السکوذاتی حنبلی، ابوالبرکات طلحہ العاقولی، ابو ذکریا یحییٰ بن علی تبریزی، ابوسعید بن مبارک مخزومی اور ابوالخیر حماد بن مسلم الدیاس ایسے نامور علماء اور محدثین سے تفسیر حدیث، قرأت، لغت، فقہ، طریقت اور شریعت کے تمام علوم

حاصل کئے۔ اور وہ کمال حاصل کیا کہ روئے زمین پر آپ کا ثانی نہ ملتا تھا۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے مجاہدات و ریاضات کی طرف توجہ دی چنانچہ ۲۹۵ھ سے ۵۲۱ھ (۱۱۲۴ء سے ۱۱۲۷ء) تک پچیس سال کی طویل مدت میں بہت سے بانگاہ مجاہدے کئے۔ اور زیادہ وقت جنگوں، بیابانوں اور صحراؤں میں مجاہدے کرتے ہوئے گزارا۔ اس کے بعد آپ شیخ ابو سعید محرزوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت فرمائی۔ اور انہی سے ترقہ خلافت بھی پایا۔

خوش صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ بہت ہی پُر آشوب تھا۔ افریقہ سے ترقہ خلافت بھی پایا۔ پر بے شمار تبدیلیاں نمودار ہو چکی تھیں۔ خلافت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کی حالت بھی بہت نازک ہو گئی تھی۔ عالم اسلام تین حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا یعنی بنو امیہ، بنو قاطلہ بنو عباس، لیکن یہ حکومتیں اب برائے نام تھیں ان کے آخری حکمران کمزور اور نابلث ثابت ہوئے ان میں زمانے کے خلقشار اور بے چینی کو دور کرنے اور اسلام میں ایک نئی روح پھونکنے کی سکت بالکل نہ رہی تھی۔ اگرچہ ۳۹۹ھ سے ۴۹۹ھ (۱۰۰۹ء تا ۱۱۰۶ء) تک کے زمانے میں بغداد میں علامہ خطیب بغدادی، علامہ ابن جوزی اور امام غزالی ایسے جید علماء اور نامور محدثین و مفسرین نے اپنے طور پر ان پُر آشوب حالات کو درست کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ان کی یہ کوششیں باراد نہ ہوئیں۔ اس زمانے میں حسن بن صباح اور اس کے ساتھیوں کا بہت زور تھا ان کی تحریک باطنی تحریک کے نام سے بھی یاد کیا جا رہا ہے کا مقصد یہ تھا کہ علماء و فضلاء کے وقت کے علاوہ نامور سیاسی شخصیتوں کو بھی قتل کر دیا جائے اور اہل سنت و الجماعت اور عباسی حکومت کو ختم کر دیا جائے۔ منترادیہ کہ خلق قرآن کا مسئلہ اور معتزلہ کے عقائد بھی مسلمانوں کے لئے خطرہ بنے ہوئے تھے علماء نے سوائے اسلامی عقائد کی تاویل بالکل مختلف انداز میں کرنا شروع کر دی تھی۔ اس زمانے میں آل بویہ کو بہت عروج حاصل ہو چکا تھا عباسی خلفاء کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ ہر عام شہسی مسلک کی تبلیغ کرتے تھے اور عباسی خلفاء خاموش تماشائی بنے سب کچھ دیکھتے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتے عضد اللہ ابو شجاع خسرو بویہ نے حکم دے دیا تھا کہ بغداد کے کسی محلے میں بھی کوئی داعظ صحابہ کرام یا خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب علی الاعلان بیان نہ کرے ورنہ اسے سزا دی جائے گی۔

حکمرانوں کی کمزوری باطنیوں کی چہرہ دستیوں اور علمائے سوء کی زبان درازیوں کے پیش نظر بہت سے علمائے وقت بغداد چھوڑ کر مختلف علاقوں میں چلے گئے تھے۔

ایسے حالات میں ضروری تھا کہ کوئی مرد خدا پیدا ہوتا جو ان حالات کو سدھارتا اور اسلام کو صحیح معنوں میں عوام اور ریاست میں رائج کرنا۔ سیدنا غوث اعظمؒ نے اپنی توجہ اسی امر پر مرکوز کی اور اپنے خطبات اور تصانیف کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ آپ کی یہ کوششیں بار آور ہوئیں اور نہ صرف یہ کہ اسلام صحیح معنوں میں رائج ہوا بلکہ لاکھوں یہود و نصاریٰ نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی انہی خدمات کی بنا پر آپ کو محی الدین کہا جاتا ہے۔ آپ کے مشن کا آغاز ۱۴ شوال ۵۲۱ھ (۲۵ اکتوبر ۱۱۲۶ء) سے منسلک ہے ہوا۔ جب آپ کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں آپ کو لوگوں کو فسق و فجور اور گمراہی سے بچانے کے لئے وعظ و نصیحت کی تلقین کی اور آپ کے منہ میں ابرو لعاپ دہن سات مرتبہ ڈالا۔ چنانچہ آپ نے بیدار ہو کر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ اپنے پیرو مشد حضرت ابو سعید مبارک مخزومی کی خانقاہ میں شروع کیا۔ آپ کے کلام معجز بیان کی شہرت بلدی ہی چاروں طرف پھیل گئی۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس میں شرکت کرنے لگے۔ آپ کا وعظ حکمت و دانش سے معمور اور وجد آفرین ہوتا تھا۔ مجلس میں اکابر مشائخ عراق اور علمائے کرام کے علاوہ ملائکہ، جنات اور رجال غیب بھی شرکت کرتے۔ آپ کے ایک شاگرد شیخ عبداللہ جیانی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد لوگ جو فسق و فجور میں مبتلا تھے، آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی اور ہزار بے بیہودی و نصرانی اسلام سے سرفراز ہوئے۔ ایک مجلس میں سیدنا غوث اعظمؒ نے فرمایا کہ میرا قدم ہر دلی کی گردن پر ہے۔ یہ سن کر شیخ بن ابی نصر الہیتی اٹھے اور منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا۔ تمام حاضرین نے بھی ایسا ہی کیا۔ تذکروں میں ہے کہ رُوئے زمین کے تین سو تیرہ اولیائے کبار نے مختلف مقامات پر آپ کے ارشاد کے مطابق اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

سیدنا غوث صمدانیؒ کے مناقب اس قدر زیادہ ہیں کہ اگر انہیں لکھا جائے تو کئی جلدیں درکار ہوں۔ یہاں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ آپ تمام اولیاء اللہ میں ایک بلند مقام کے حامل ہیں اور تمام اولیاء اللہ آپ سے فیوض برکات حاصل کرتے ہیں۔ اور ولی کی ولایت کی تکمیل کے لئے آپ کی منظوری نظر کا ہونا ضروری ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ سیدنا غوث الاعظمؒ کے وسیلے کے بغیر کسی ولی کو مقام ولایت نہیں ملتا۔

سیرت و کردار کے لحاظ سے سیدنا غوث محمدانی تمام اولیاء اللہ میں ممتاز ہیں گویا ایک طرف آپ کے مسلمان معاصرین آپ کی تعریف کرتے ہیں تو دوسری طرف غیر مسلم بھی آپ کی توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ آپ اسلامی کردار اور حریت فکر کے پیکر تھے۔ آپ انتہائی کریم النفس، رقیق القلب، رازخ دل اور خوش اخلاق تھے۔ ساری عمر کسی بادشاہ، وزیر یا امیر کے دروازے پر نہ گئے اور نہ ہی عطیات شاہی قبول کئے۔ دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا سب غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ گھر کا کام کاج خود کر لیا کرتے تھے۔

سیدنا غوث محمدانی نے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ اور اس طرح عوام الناس کو اسلامی افکار و عقائد سے روشناس کرانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ بہت سی کتب آپ کی یادگار ہیں جن میں سے یہ مشہور ہیں۔ غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب، فتح ربانی، مکتوبات قطب محمدانی، دیوان پیران پیر، قصیدہ غوثیہ، جہل کاف، جلاء الخاطر فی الباطن و الظاہر، بواقیت و الحکم۔ ایسوع شریف، درود کیریت احمد، سیدنا غوث محمدانی نے ۸/ربیع الثانی ۵۶۱ھ (۱۱ فروری ۱۱۶۶ء بروز جمعۃ المبارک) کو بغداد شریف میں وصال فرمایا جہاں آپ کا مزار شریف آج بھی رشد و ہدایت اور عرفان الہی کا مینار ہے۔

سیدنا غوث جیلانی نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں۔ ان ازواج سے آپ کے ہاں بیس لڑکے اور انتیس لڑکیاں پیدا ہوئیں جو سب کے سب پیدائشی ولی اللہ تھے۔ اور اپنے زمانے میں یہ حضرات اپنے مواظظ حسنہ اور عمل کردار سے اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے۔ البتہ آپ کی اولاد میں سے جن صاحبزادوں کو شہرت و نام حاصل ہوئی ان کے نام یہ ہیں۔ شیخ سیف الدین عبدالوہاب، شیخ تاج الدین عبدالرزاق، شیخ شرف الدین عیسیٰ، شیخ ابواسحق، ابراہیم، شیخ ابوبکر عبدالعزیز، شیخ ابو زکریا یحییٰ، شیخ عبدالجبار، شیخ بونصر موسیٰ، شیخ ابوالفضل محمد اور شیخ عبداللہ، سیدنا غوث صمدانی سے پہلے تصوف کے بہت سے سلسلے موجود تھے۔ مثلاً انہمینیہ طیفوریہ لوزیہ، تستریہ، قساریہ، جکیمیہ اور جنیدیہ وغیرہ۔ لیکن سیدنا غوث صمدانی نے جن کا سلسلہ جنیدیہ سلسلہ سے وابستہ تھا، ایک نئے سلسلہ سلوک یعنی سلسلہ قادریہ کی بنیاد رکھی جس کے آگے سلوک کے تمام سلسلوں کی رونق ماند پڑ گئی۔ اور آہستہ آہستہ وہ لوگوں کے ذہن سے بھی اُتر گئے۔ سلسلہ قادریہ کو سلوک کے تمام سلسلوں کی نسبت بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ اور اس کی بہت سی شاخیں دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں۔ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں نے بھی سلسلہ

قادریہ سے منسلک ہونے کو باعث فخر سمجھا ہے۔ اس سلسلہ میں داخل ہونے والے کو کسی قسم کا خوف اور نگر نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کی نسبت حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے ہوجاتی ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ

مُرِيدِي هِمَّ وَطِبَ وَأَشْطَعُ وَأَغْنِي ۞ وَإِنْعَلَّ مَا تَشَاءُ بِالْإِسْمِ عَالٍ

میرے مرید و اعز و ہمت سے کام لو، خوش رہو، غنی ہو جاؤ، کسی سے مت ڈرو، جو چاہو کرو، کیوں کہ تمہاری بیعت کی نسبت میرے نام سے ہے جو عظیم و بزرگ ہے

اور اسی طرح

مُرِيدِي لَا تَخَفْ اللَّهَ رَبِّي ۞ عَطَانِي رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ

میرے مریدو! کسی سے خوف مت کرو۔ کہ اللہ میرا پروردگار ہے، اور اس نے

اپنی جہرانی و عنایت سے مجھے ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ کہ میں اس سے

ہر آرزو اور دولت کو حاصل کر سکتا ہوں)

اس سلسلے کو ثبات دوام حاصل ہے۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ جس طرح اس کے سامنے سلوک کے پچھلے سلسلے پھل پھول نہ سکے اسی طرح اس سلسلہ پر زمانہ کے سرد و گرم کا کوئی اثر نہ ہوگا بلکہ یہ سلسلہ تا ابد قائم و دائم رہے گا۔ غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں

أَقَلَّتْ شَمْسُ الْأَقْلَبِيتِ وَشَمْسُنَا ۞ أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعَالِي الْأَغْرِبِ

اگر شمس تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہو چکے ہیں لیکن ہمارا آفتاب ہمیشہ اُفقِ اعلیٰ پر چمکتا رہے گا اور غروب نہ ہوگا۔

سلسلہ قادریہ کی ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس سلسلہ عالیہ کے فروغ میں سب سے زیادہ حصہ اُن اکابر امت کا ہے جو نسبتاً بھی صاحبِ سلسلہ یعنی غوث صمدانی سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں ایسے بزرگوں میں حضرت شاہ کمال قادری کینٹھلی، حضرت شاہ سکندر کینٹھلی اور ان کے اخلاف، حضرت مخدوم محمد گیلانی، حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی، حضرت سید حامد گنج بخش، اور حضرت شاہ موسیٰ پاک شہید رحیم اللہ تعالیٰ کے نام نمایاں طور پر لٹے جاسکتے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلہ سلوک کو فروغ دیا۔ اور اسلام کی تبلیغ کر کے یہاں کی کثیر غیر مسلم آبادی کو مسلمان کیا۔

۲۔ حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قدس سرہ

آپ کی کنیت عبدالرحمن اور ابو الفرح ہے۔ آپ غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند دلبند تھے۔ ۵۷۸ھ (۱۱۳۳م) میں پیدا ہوئے۔ مرویہ علوم کی کتابیں اپنے والد گرامی سے سینفاً بتقاً پڑھیں۔ اور انہیں سے بیعت ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا حدیث کی تعلیم اپنے والد ماجد کے علاوہ وقت کے نامور محدثین سے حاصل کی۔ ولایت و امامت میں نہایت بلند درجات کے حامل تھے اور اپنے وقت کے علماء و صلحاء میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ علوم عقلی و نقلی پر گہری نظر رکھتے تھے جلیل القدر زبردست فقیہ اور عظیم المرتبت محدث ہونے کی وجہ سے تاج الدین کہلائے اور امام وقت تسلیم کئے گئے۔ آپ کی علمیت کے پیش نظر آپ کو عراق کا مفتی مقرر کر دیا گیا تھا گوشت نشینی بہت پسند تھی منکر المزاج اور صابر و شاکر تھے۔ آپ ہی نے حضرت غوث الاعظمؒ کے ملفوظات کو "جلاء الخواطر" کے نام سے جمع کیا ایک روز اپنے والد ماجد کی محفل میں تھے۔ آسمان پر مردانِ غیب کو جاتے ہوئے دیکھ کر ڈر گئے۔ والد بزرگوار نے فرمایا "عبدالرزاق ڈرو نہیں یہ رجال الغیب ہیں۔ اور تو بھی انہی میں سے ہے" اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ فرزند عطا کئے تھے، جو سیرت و اخلاق حسن و کردار اور علم و فضل میں بے مثال تھے۔ سید عبدالرزاق کا وصال ۴ شوال ۵۹۵ھ (۱۱۹۹م) بروز اتوار کو ہوا جنازہ پر فقید المثال ہجوم تھا اس لئے نماز جنازہ بار بار پڑھی گئی مزار پر انوار بغداد شریف میں ہے منکر المزاج، متواضع طبع اور پاکیزہ اخلاق بزرگ تھے۔ آپ کے بارہ خلفاء میں سے حضرت شاہ شرف الدین بہت مشہور ہوئے ہیں۔

۳۔ حضرت شاہ شرف الدین قدس سرہ

آپ بغداد میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے منسوب ہے چونکہ طبیعت میں جلال کا عنصر غالب تھا اس لئے قتال کے لقب سے مشہور ہوئے۔ علم و عمل میں امتیازی شان کے مالک تھے، شریعت و طریقت کے ماہر تھے انشا پر داری میں کمال حاصل تھا۔ شعر گوئی اور ادبی ذوق کے لحاظ سے بھی منقرض تھے عمر کا بیشتر حصہ اپنے مرشد کی صحبت میں بسر کیا حضرت سید عبدالرزاقؒ فرمایا کرتے تھے کہ "خانی حقیقی تے ہم کو اور خلقت

میں مشغول کیا۔ اور شرف الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔ آپ کو اویسیہ طور پر فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضان حاصل تھا۔

”خطہ پاک اویج کے مصنف نے خانوادہ گیلانیہ و سلسلہ عالیہ قادریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولین بزرگ شیخ عدیلے تھے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت شیخ عیسیٰ شرف الدین قتال کے لقب سے مشہور تھے آپ کا قیام کچھ عرصے تک سندھ کے مشہور تاریخی شہر ہالہ میں رہا مندرجہ ذیلہ الاصفیاء سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے۔ خزینۃ الاصفیاء کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی کے صاحبزادے تھے، حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں رہ کر تمام علوم حاصل کئے تھے۔ اور حدیث و فقہ و وعظ کا درس دیا کرتے تھے۔ تصوف کے موضوع پر ایک کتاب جو اہل الاسرار آپ کی تصنیف بتائی جاتی ہے اس سے آپ کے علمی مرتبے کا اندازہ ہو سکتا ہے بقول مفتی غلام سرور حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے فتوح الغیب آپ کے لئے ہی تصنیف فرمائی تھی۔ آپ نے ۱۶ شعبان المعظم ۵۴۳ھ (۱۶ جنوری ۱۱۸۰ء بروز منگل) کو وصال فرمایا۔ مزار شریف بغداد کربنہ میں مرجع انام ہے آپ کے خلف کی تعداد دس بتائی جاتی ہے۔

۴۔ حضرت شاہ عبدالوہاب قدس سرہ

آپ حضرت شرف الدین عینی قتال کے نامور خلیفہ تھے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ تمام دلت ریاضت اور مجاہد میں صرف کرتے اپنے وقت کے یگانہ روزگار عالم تھے آپ کا معمول یہ تھا کہ آپ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں معتکف رہتے تھے۔ عیدین اور جمعۃ المبارک کے سوا کبھی کسی ضرورت سے باہر نہ نکلتے آپ کی ذات سے بے شمار مخلوق خدا فیوض علی و روحانی سے بہرہ ور ہوئی سینکڑوں علمائے عصر نے آپ سے کسب فیض کیا۔ عمدہ عادات و اطوار اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ خوش گفتار اور رحم دل تھے سخی اس درجے کے تھے کہ غریب اور مساکین کی پرورش فرماتے۔ طویل عمر پا کر ۲۵ شوال المکرم ۶۳۳ھ (۲۵ مئی ۱۲۰۶ء بروز بدھ) کو موضع یبوع سرزمین عرب میں وصال فرمایا اور یہیں آسودہ بخواب ہیں۔ آپ کے سولہ خلفاء ہوئے ہیں۔

۵۔ حضرت شاہ بہاؤ الدین قدس سرہ

آپ حضرت شاہ عبدالوہاب کے کامل ترین اور عزیز ترین خلفاء میں سے تھے۔ اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر ظاہری اور باطنی فیوض سے بہرہ مند ہوئے۔ بچپن ہی سے عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ تسخیرِ قلوب کا بسکہ قدرت کی جانب سے عطا ہوا تھا۔ مرشد کی ہدایت پر ہمیشی میں قیام فرمایا، اور یہاں آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ ہزاروں مشرکین اور کفار نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور بے شمار گم کردہ راہ آپ کی تبلیغ سے راہِ راست پر آئے۔ ۱۸۰۱ رمضان المبارک ۱۲۰۲ھ ۱۳ جون ۱۸۸۳ء بروز پیر) کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ مزار مبارک قلعہ بھٹی میں زیارت گاہِ خلّاق ہے۔ آپ کے آٹھ خلفاء کے نام ملتے ہیں جن میں سے حضرت شاہ عقیل نے بہت نام پیدا کیا۔

۶۔ حضرت شاہ محمد عقیل قدس سرہ

حضرت شاہ بہاؤ الدین کے خلیفہ اجل تھے اور اپنے پیر و مرشد سے بہت ہی زیادہ عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ میں وحید العصر تھے۔ جذب و استغراق غالب تھا حالتِ جذب میں جنگل میں چلے جاتے اور مراقبہ اور مجاہدہ میں مشغول رہتے۔ جلال کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص قریب نہ جاسکتا تھا عمر کا بیشتر حصہ بخارا میں گذرا ایک مرتبہ امیر بخارا جب آپ کی زیارت کی غرض سے حاضر خدمت ہوا تو آپ نے حاضرین مجلس کی موجودگی میں اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے بادشاہ! بڑھاپے میں بھی تیرا دل خدا کے خوف سے خالی ہے۔ رعایا پر جو کہ بمنزلہ اولاد کے ہے سختی کرتا ہے، بادشاہ پر ان الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ دیر تک روتا رہا اس نے ظلم و تعدی سے توبہ کر لی اور آپ کی محبت کے اثر سے وہ عاجز و خاکسار بن گیا۔ آپ کا وصال ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۰۲ھ (۲۴ فروری ۱۸۸۲ء بروز جمعہ) کو ہوا۔ مزار شریف بخارا کی سرحد پر موضع کوکان میں واقع ہے کہ جہاں ہر وقت خلقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ کو روحانی فیضان سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی حاصل تھا۔ آپ کے خلفاء کی تعداد چھ ہے جن میں سے حضرت شمس الدین صحرانی خلیفہ اکبر تھے۔

۷۔ حضرت شاہ شمس الدین صحرائی قدس سرہ

آپ بڑے جلیل القدر عالم اور صاحب ارشاد و طریقت بزرگ تھے۔ فقہ، حدیث، اور تفسیر کے بہت بڑے علامہ تھے۔ آپ کا قیام سمرقند کے قریب صحرائی قصبہ میں تھا۔ چنانچہ صحرائی مشہور ہوئے۔ امیر سمرقند اکثر آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوتا اور آپ کے پند و نصائح کو اپنے لئے موجب افتخار تصور کرتا۔ حضرت خواجہ عبید اللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ شب و روز خلق خدا کی ہدایت و اصلاح میں کوشاں رہے۔ بے شمار بندگان خدا آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ یکم ربیع الثانی ۸۱۹ھ (۲۹ مئی ۱۴۱۴ء بروز جمعہ) کو واصل بحق ہوئے۔ صحرائے سمرقند میں آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہِ خلایق ہے۔ آپ کے چھ خلفاء میں سے حضرت شاہ گدار گمن با خدا نے بہت نام پایا۔

۸۔ حضرت شاہ گدار گمن با خدا قدس سرہ

آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ علم ظاہری و باطنی میں کامل و اکمل تھے۔ صاحب کشف کرامات تھے۔ کشمیر کے مشائخ عظام میں بلند پایہ مقام رکھتے تھے۔ مناسک حج ادا کرنے کے بعد اپنے مرشد کے فرمان پر کشمیر کے خطہ بے نظیر میں اقامت اختیار کی۔ یہ خطہ اسلام کی ترقی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغی کوششوں کے لئے آپ کا مہون منت ہے۔ یہاں آپ کی بدولت بہت سے گم گشتہ راہ لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔ لوگ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ نے عراق و عجم کی سیاحت بھی کی۔ دوران سیاحت حضرت شیخ شمس الدین ثانیؒ آپ کی خدمت اقدس میں باریاب ہوئے۔ بعد از بیعت خرقہ خلانت حاصل کیا۔ حضرت شیخ شمس الدین ثانی کے علاوہ آپ کے پانچ اور خلفاء کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے ۳ جمادی الاول ۸۸۰ھ (۲۴ اکتوبر ۱۴۶۵ء بروز جمعرات) کو وصال فرمایا۔ مزار مبارک سرینگر میں مسجد بلند سرخ کے نزدیک ہے۔

۹۔ حضرت شاہ شمس الدین ثانی عارفِ قدس سرہ

آپ حضرت گدار حمن با خدا کے اُن نامور خلفاء میں سرفہرست ہیں جن کے فیض روحانیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کو علاقہ طبرستان میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ غایت درجہ بیسلاہی و ذکر و فکر سے آپ کا رُواں رُواں ذکر میں مشغول رہتا۔ آپ کی نگاہ میں غضب کی تاثیر تھی۔ بیمار اور پانچ آپ کی نگاہِ کیمیا اثر سے شفا یاب ہوتے۔ ۶ صفر المظفر ۹۰۲ھ (۲۳ ستمبر ۱۴۹۸ء بروز اتوار) کو آپ کا وصال طبرستان کے مقام پر ہوا۔ جہاں آپ کا مزار اب بھی عوام و خواص کے لئے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ آپ کے سولہ جلیل القدر خلفاء ہوئے۔

۱۰۔ حضرت شاہ گدار حمن ثانی قدس سرہ

آپ پر حضرت شمس الدین ثانی کی نظر خاص تھی۔ آپ ظاہری و باطنی کمالات کے جامع اور صوری و معنوی خوبیوں کے حامل تھے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد سلوک و معرفت کی تربیت حضرت شمس الدین ثانی سے پائی۔ جو شخص آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا وہ بہت جلد اور ج طریقیت پر پہنچ کر مرتبہ حضوری حاصل کر لیتا۔ آپ کی ذات بابرکات سے بی شمار نندگانِ خدا نے استفادہ کیا۔ ہزاروں گم گشتگانِ بادیہ ضلالت کو راہِ نجات اور صراطِ مستقیم کی دولت ملی ۱۲ ربیع الاول ۹۱۶ھ (۹ جون ۱۵۱۱ء بروز پیر) کو وصال فرمایا۔ مزار شریف خیبر پالائے اوسط میں واقع ہے آپ کو اویسیہ رنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض حاصل ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد بائیس بتائی جاتی ہے۔

۱۱۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ

آپ حضرت شاہ کمال کینٹھلی کے چچا اور مرشد تھے تفصیلی ذکر کے لئے ملاحظہ ہو یا ب بعنوان مرشد حضرت شاہ کمال۔

ولادت

۸۹۵ ہجری کی ۳ شوال المکرم ۲۰ اگست ۱۴۸۹ء تھی۔ اور جمعۃ المبارک کا روز مسعود

یہ جمعہ ربا جین مسرت و انبساط خانہ عمر میں لے کر داخل ہوا۔ خورشید نے سنہری تھال میں سجا کر روپہی و سنہری شعاؤں کا حسین امتزاج پیش کرنے کے لئے پیش قدمی کی، نہالان چین لالہ گل شگوفے برگ و بار اور بلند و بالا اشجار ان کا استقبال کرنے کے لئے آگے بڑھے نکتہ بار و بہاری اور نسیم روح نزا نے حضرت ممدوح کو شردہ سنایا۔ کہ خوش ہونے صاحب بخت۔ اللہ کریم نے تجھے ایک چاند عطا فرمایا ہے، جو مہر کو بھی نخل و شرمگین کر دے گا۔

اس فخر کا نام کمال تجویز کیا گیا۔ جو آپ کے والد ماجد کے حسن ظن کا نتیجہ تھا۔ کہ معلوم تھا کہ یہ بچہ جس کا نام آج کمال تجویز ہو رہا ہے کل اسلام کی ڈگمگاتی کشتی کو سہارا دے گا۔ ملک عراق کا یہ باشندہ ایک دور دراز علاقے برصغیر پاک و ہند میں جا کر خدمت اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے گا۔ یہ کمال واقعہ درجہ کمال کو پہنچ کر آسمان ولایت پر خورشید بن کر جلوہ ریزی کرے گا۔ اور اسے دنیا سے تصوت میں وہ کمال و مرتبہ حاصل ہوگا جو کہ شاد و نادر ہی کسی اور کو ملا ہو اس کی بدولت نہ صرف برصغیر پاک و ہند کے مسلمان چشمہ اسلام سے اپنی پیاس بجھائیں گے، بلکہ غیر مسلم بھی حلقہ بگوش اسلام ہو کر سعادت دارین حاصل کرنے کے علاوہ اہم ترین جذبات سرانجام دیں گے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت عبدالاحد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی حضرت شہ ہاشم بنو توئی، حضرت شیخ طاہر بندگی اور باد استیل پوری رحمہم اللہ تعالیٰ ایسی باکمال و لازوال عظیم المرتبت ہستیوں اس آفتاب سے جلا و بقا حاصل کریں گی، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ چشتیہ کے حضرات بھی اس کے نام کو حزر جان بنائیں گے، اور نہ صرف یہ کہ یہ سلسلہ قادریہ کو ایک نئے سلسلے قادریہ کمالیہ کا بانی بھی ہوگا اور ارض ہند میں سلسلہ قادریہ کا سرتاج بھی قرار پائے گا۔

آپ کی ولادت باسعادت کے تھوڑے عرصے بعد حضرت شاہ فیصل قادری شریف لائے اور آپ کے والد ماجد سے یوں مخاطب ہوئے کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ عورت اعظم کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور آپ کو ولی کامل و ہادی افضل و دلیر ہوئے اس کی تربیت صحیح طور پر کیجئے کیونکہ یہ بچہ اولیاء کے زمرے میں مراتب عالیہ پر فائز ہوگا۔ اور اس کی پرواز سدرۃ المنتہیٰ تک ہوگی اس کا نام کمال ہے، اس کا علم وسیع اور عمر دراز ہوگی۔

آپ کے سال ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض تذکرہ نگار حضرات سال ولادت ۸۹۵ ہجری لکھتے ہیں اور بعض ۸۳۵ ہجری بتاتے ہیں۔ لیکن اول الذکر تاریخ پیدائش ہی صحیح ہے۔ اس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت حضرت شاہ فیصل بقید حیات تھے۔ جن کی تاریخ پیدائش تاریخ آئینہ تصوف کے مصنف نے ۱۴ صفر ۸۷۱ ہجری بیان کی ہے۔ اب اگر ۸۳۵ ہجری کو تاریخ پیدائش قرار دیا جائے، تو آپ حضرت شاہ فیصل سے ۳۶ سال بڑے ہو جاتے ہیں۔ جو ناممکن ہے۔

راقم الحروف نے حسب ذیل شعر میں شاہ کمال کینتھی زائید سے مادہ تاریخ نکالا ہے۔

بخاری چوں پٹے سال ولادت بزجیب آورد
بگفتا ہاتف شاہ کمال کینتھی زائید

ابتدائی عمر اور حصولِ تعلیم

حضرت شاہ کمال کیتھلی مقدس سترہ کی ابتدائی عمر کے حالات بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ متعدد تذکرے اس بارے میں قطعاً خاموش ہیں۔ اور اگر کچھ نے اس مہم کو سر کرنے کی کوشش کی بھی ہے تو انہوں نے صرف خوارقِ عادات اور کرامات ہی کا تذکرہ کیا ہے اور ابتدائی عمر کے حالات ان میں بھی مفقود ہیں۔ جو تاریخی تذکرے اس تاریخی میں ہمارے لئے مشعلِ راہ بنا سکتے ہیں وہ یا تو بالکل نایاب ہیں یا بالکل کم پاب۔

بہر حال جو تذکرے دستیاب ہو سکے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا دل شروع ہی سے اس دار فانی سے سرد ہو چکا تھا یہی وجہ تھی کہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی آپ کئی کئی روز متواتر جنگلوں اور صحراؤں میں صحرانوردی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ زمین میں سیر کرو۔ اور قدرت الہیہ کے نشانات دیکھو۔ حضرت شہ کمال کیتھلی مقدس سترہ سازندہ دل کی اس فضیلت سے محروم رہ سکتا تھا۔ حضرت اقدس نے مشاہدہ قدرت الہی کے لئے کئی سالوں سیر و سیاحت کی، بحرِ قند، بخارا، روم و ایران، مصر و فلسطین، عراق و حجاز کے بیابانوں اور تپتے ہوئے صحراؤں میں اور اٹلی و سلی الجزائر و قبرص کی سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں پھرا کئے اور قدرتِ حق کا مختلف رنگوں میں نظارہ کرتے رہے زواہد و نبوی سے آپ کو کوئی سروکار نہ تھا۔ محض باب سے کام تھا سو اس کی قدرت کے خوب نظارے کئے۔ زبدة المقامات کے مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ کمال از شوریہ سری و آشفقہ سری بیشتر جزائر و مقادیر بسر بردی۔

مردی ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ کو گھر سے غائب ہوئے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ تو آپ کی والدہ محترمہ کو فکر دامن گیر ہوئی، انہوں نے آپ کے والد بزرگوار کو باصرار بھیجا کہ آپ کو

تلاش کر کے لائیں۔ سیدنا حاجی عمرؒ نے ہر چند آپ کو تلاش کیا۔ مگر ناکام رہے۔ آخر بیست
 کوشش کے بعد ڈھونڈو ہی نکالا۔ دیکھا کہ آپ ایک درخت کے نیچے مرلقے کی حالت میں
 بیٹھے ہیں۔ ماسوا اللہ سے قطع تعلق ہے اور تجلیات و مشاہدات ربانی میں مسرور و مستغرق
 آپ کے والد ماجدؒ نے چاہا کہ اپنے فرزند کو گلے سے لگائیں اور آتش فزاق سے کباب شدہ
 سینے کو ٹھنڈا کریں، مگر وہاں تو اور ہی عالم تھا آپ اپنے والد بزرگوار کے ارادے سے آگاہی
 پاتے ہی چل کھڑے ہوئے۔ سیدنا حاجی عمرؒ نے محسوس کیا کہ راستے میں ایک شیر شریاں حائل
 ہے۔ یہ سال دیکھا تو واپس ہانا ہی مناسب سمجھا اور دل کو تسلی دی کہ ہمارا فرزند جس کیفیت
 میں ہے اس میں اس کے لئے اور ہمارے لئے بہتری ہے۔ واپس آکر آپ کی والدہ سے
 احوال بیان کئے اور فرمایا کہ ہمارا کمال اب دنیا اور علائق دنیا سے آزاد ہو چکا ہے اور رتبہ بلند
 پر پہنچ چکا ہے۔ اس کو واپس لانا ہماری طاقت ہے اور نہ ہی مناسب ہے، وہ اب مشائخ
 کبار میں سے ہو گیا ہے۔

اور اسی روز سے آپ کو حضرت شاہ فیصل قادری کی شاگردی میں دس یا ایدہ آپ
 نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فاضل استاد کی زیر نگرانی کی۔ قابل جوہری نے بھی اس جوہر
 کی قدر کی۔ اس کی صلاحیتوں کو مزید جلادی۔ اور اس حقیق کو تراش کر نگینہ بنا دیا۔ یہیں آپ
 نے سلوک و تصوف کی تمام منزلیں طے کیں۔ ریاضت و مجاہدہ میں وہ نام پیدا کیا کہ تاریخ سنو
 کبھی نہیں بھلا سکے گی ایک عالم آپ کا گردیدہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ حضرت شاہ فیصل سے
 ہی بیعت ہو گئے اور خزانہ خلافت حاصل کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو اسی سیرنگ میں
 حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے راہ راست فیض حاصل تھا اور حضرت شاہ فیصل کی
 ارادت محض رسمی تھی۔

محمود علی مائل نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ فیصل کے ہاں غلبہ شوق نے دل کی دنیا ہی بدل
 دی۔ اور پھر ایک دفعہ بحالت جذب والدین، اہل و عیال اور اعزہ و اقربا کو خیر باد کہہ کر مطاہر
 تھرتھکتے لئے جنگلوں اور صحراؤں کی راہ اختیار کی۔ ترقی کیفیات اور وسعت جوش کے
 لئے اب بغداد اور اس کے منانات کی زمین تنگ ہو گئی۔ اور یہ دریائے پر جوش ان
 کوزوں میں کیسے سما سکتا تھا! اس لئے آپ سیر و سیاحت عالم کی مہم پر روانہ ہو گئے۔
 غلبہ شوق، شدت احساس، اور کیفیات کی بے تابی، کسی ایک مقام پر کب ٹھہر سکتے ہیں۔

اس لئے آپ کبھی مکر قند، تاشقند اور بخارا کے سرسبز میدانوں میں تو کبھی وسطیٰ عرب کے رگزاروں میں پہنچ گئے ہیں کبھی روم و شام کے علاقوں میں ہیں۔ تو کبھی بحرِ خضر اور بحیرِ ظلمات کے ساحلوں پر پھر رہے ہیں۔ اور مسرا اور طرابلس کے علاقوں اور بیانیوں میں تسکین فرما رہے ہیں یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے۔ کہ اس سیر و سیاحت میں مُرشدِ کامل حضرت شاہِ فیضؒ بھی اکثر طور پر ہمراہ رہے اور اس دوران میں مُرشد اور مرید نے کئی بار ایک ساتھ حج کیا۔ اس دور میں مختلف ممالک میں آپ سے بی شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اور آپ کی فیض رسائیوں کا چرچا ہر طرف پھیل گیا۔ اس سیر و سیاحت کا مقصد صرف وہی سمجھ سکتا ہے جو اس میدان میں سرگرم عمل ہے عشق ایک شراب ہے جس کا نشہ بہت تیز ہوتا ہے، اور جس کے ذریعے انسان کو روحانی چمک پیدا ہوتی ہے۔

جب ایک مرد خدا عشقِ حقیقی میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ علائقِ دنیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، اسے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں ہوتی اور وہ ان تمام علائق سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ عشقِ حقیقی کی منازل طے کرتا ہوا، معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے پھر جذب کی حالت تو سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تک پہنچنے کے دو طریقے ہیں۔ بعض لوگوں کو خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے برسوں جدوجہد کرنا پڑتی ہے، اور کسی کامل مُرشد کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر انہیں یہ دولت ہاتھ آتی ہے۔ اور بعض ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ اللہ انہیں خود اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور پھر مُرشد کی نگاہِ کرم برسوں کا راستہ لمحوں میں طے کر دیتی ہے۔ اول قسم کی حالت کو حالتِ سلوک کہا جاتا ہے اور موخر الذکر حالت کو حالتِ جذب کہتے ہیں۔

حضرت اقدس بھی سالکِ مجذوب تھے۔ آپ کی مجذوبیت کے بارے میں زبدۃ القادرات میں لکھا ہے کہ ان ایام میں حضرت شاہ کمال کھٹلیؒ بحالتِ جذب شب و روز جنگلوں اور بیابانوں میں رہا کرتے تھے کئی کئی ماہ تک خورد و نوش کی پروا بھی نہ رہتی تھی۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ صحرائے نق و دق میں یک دم کوئی شہر آباد نظر آتا۔ اور اس شہر کے باشندے آپ کو باعزاز تمام لے جاتے۔ آپ کی دعوت کرتے اور انواع و اقسام کے کھانے آپ کے سامنے پھرتے آپ اس شہر میں رات بھی بسر فرماتے۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہ شہر نظروں سے غائب ہو جاتا تھا۔ ایک طالب ہی مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے ان صحرائے نوردیوں، ان نکالیف اور بیابانوں

و عبادت سے کما حقہ لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں کیا جائے۔ اور کیا مجھے اب کاش اب پھر ایک دفعہ وہ روحانی دور آجائے اور ایسے افراد پیدا ہوں جو عوام کو سونے کی طرح کی رغبت دلائیں۔ حضرت اقدس کس تنگ کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیشہ جنگل اور بیابانوں میں پھر اگردوں۔ دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے چپ چاپ اس کے دھیان میں مصروف رہوں لیکن اللہ نکلے نے جو خدمت میرے پیر کی ہے۔ وہ اس امر سے مانع ہے :-

آپ اس صحرا نوردی کے دور ان میں چھ چھ ماہ کھانے پینے سے بے نیاز رہتے۔ لیکن اس کے باوجود جسمت میں کوئی فرق ظاہر نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اس صحرا نوردی و بادریہ پیمائی کے عالم میں آپ کا گزر ایک گاؤں سے ہوا۔ جہاں ایک شخص سجن نامی پیری کے پتے اپنے جانوروں کو کھلا رہا تھا اس کے پاس دو روٹیاں تھیں۔ حضرت اقدس نے سجن سے کہا کہ اگر ایک روٹی سے کسی مرد خدا کی مدد کرے گا، تو مجھے بے شمار دینی و دنیوی فائدے حاصل ہوں گے۔ سجن نے آپ کو دیکھ کر کہا عجیب قسم کا رویہ ہے جس نے مفت کی روٹیاں کھا کھا کر اپنے جسم کو موٹا کر رکھا ہے۔ اور پھر میری روٹیوں پر بھی نظر چار کھی ہے جن پر میں بمشکل دن بسر کرتا ہوں۔ آپ مطلق ترش رو نہ ہوئے۔ اور اسی عالم مستی میں آگے نکل گئے۔ آپ نے ابھی بمشکل کوس بھر مسافت طے کی ہوگی۔ کہ سجن کے دل میں عشق الہی کا ایک تلامخ خیز طوفان برپا ہوا۔ وہ بے تاب ہو کر بے اختیار کلباڑی گوڈری، دو شاخہ لکڑی اور روٹیاں لے کر نالہ و فریاد کرتا رواں دواں آپ کے تعاقب میں چلا۔ تجلیات اور مشاہدات نے اس قدر غلبہ کیا کہ عالم بے شعوری اور شوق حضوری میں اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ تمام سامان اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ لیکن سجن کو اس کا مطلق علم نہ ہوا۔ طویل مسافت طے کرنے کے بعد آپ تک پہنچا اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ فرش سے عرش تک ہر چیز اس پر واضح ہو گئی۔ اور تکمیل باطنی میں یگانہ روزگار ہو کر حسنت کی بحر ابی میں مصروف سیر و سیاحت ہو گیا۔

اس صحرا نوردی دوست پیمائی میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس کی وجہ سے روم کے علاقے میں آج بھی ایک ایسا ناندان موجود ہے۔ جو اپنے آپ کو حضرت شاہ کمال کینٹھل کی اولاد ظاہر کرتا ہے۔ در اس یہ سلسلہ صلیبی ونیسی نہیں۔ بلکہ نظری ہے۔ مصنف گلزار خوارق نے یہ واقعہ خود حضرت اقدس کی زبانی تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد شاہ فضیل کے ہمراہ عالم صحرا نوردی میں میرا گذر ایک ایسے مقام سے ہوا۔

جہاں ایک خوفناک اثر دھارتا تھا۔ اس نے دونوں کانک میں دم کر رکھا تھا۔ یہ اثر دہاویوں کے بادشاہ کی ایک لڑکی پر عاشق تھا، جو حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ بادشاہ کا کل سمندر کے کنارے برداق تھا۔ جب یہ ارہاڑی کے دیدار کے لئے پانی سے باہر نکلتا، تو آبادی کے تہائی باچونگانی جسے کو مبضم کر باتا۔ اس کے ختم کرنے کے لئے بہرہتیار آڑیا گیا۔ لیکن جب اس کا خاتمہ کسی ہتھیار سے نہ ہو سکا، تو فیصلہ ہوا کہ یہاں سے نقل مکانی کی جائے، لہذا آبادی اور بادشاہ اس لڑکی کو چھوڑ کر ایسے مکان پر باآباد ہوئے کہ لڑکی کو ان کے نام و نشان کا کچھ تپہ نہ چلا خزاں و دفان ساز و سامان، اشیائے خورد و نوش گوناگون میوہ جات کا انبار، دو عدد گاؤں اور ایک خدمت گار عورت کو اس کے پاس چھوڑ دیا گیا۔ ہمیں اس واقعہ کی اطلاع ملی تو میں اور بہرہتیار شاہ فیصل محل میں پہنچے، دیکھا کہ لڑکی چارپائی پر سو رہی ہے۔ جب بیدار ہوئی، تو رو کر کہنے لگی: اے مردانِ خدا میں اس خوبی و خوبصورتی کی وجہ سے مصیبت ناکہاتی میں رہتا رہوں۔ اور دن رات سنتی اور مصیبت کی آگ میں جلتی ہوں۔ کیا آپ کو میری بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ خود کو بلاکت میں لا ڈالا ہے۔ اب کچھ وقت گزرنے پر اثر دہا برآمد ہوگا وہ آپ کی بوسونگے گا۔ تو ضرور آپ پر حملہ کر دے گا۔ ابھی وہ بہت دور ہے۔ اپنی حفاظت کے لئے یہاں سے کہیں دور نکل جاؤ تو بہتر ہے، ہم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب ہمیں یہاں سے آیا ہے تو اب بھی وہی ہمارا حامی و ناصر ہوگا، منترہ وقت پر جب اثر دہے کے آنے کا شور و ہنگامہ برپا ہوا۔ اور اسے آدم بواٹی۔ تو وہ سر اسیم ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا، مرشد اکبر حضرت اقدس نے مجھ فقیر کو ایک کنکر دے کر اس موزی کو مارنے کے لئے فرمایا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ کنکر لگنے ہی اس کے کئی کڑے ہو گئے۔ لڑکی بہ حال دیکھ کر کوٹھے سے نیچے اتر آئی۔ اور میرے مرشد اکبر کے قدموں پر گر پڑی۔ اور بعد ازاں وہ اپنی داہرے کے ہمراہ ہماری خدمت کے لئے ہمارے ساتھ ہو گئی۔ ہم اپنے تخت روم میں پہنچے اور سو داگری کے طور پر ایک دکان کھول لی۔ ہر قسم کی جنس سے دکان کو آراستہ کیا۔ اور ایسے ایسے قیمتی نوادریاں کئے جو اس سے پہلے کسی نے نہ سنے تھے اور نہ ہی دیکھے تھے۔ جب شاہ روم کو اس حال کی اطلاع ہوئی، تو وہ نمائش دیکھنے کے لئے بذات خود آیا۔ ایسی چیزیں دیکھ کر تعجب ہوا۔ اور اس شوق کی تشنگی بچھانے کے لئے روزانہ دکان پر آئے لگا۔ اور حضرت کی خدمت میں گھنٹوں بیٹھنے لگا۔ ایک دن میں نے اپنے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ میری یہ منہ بولی بیٹی شاہی خاندان سے ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ اس کا عقد بادشاہ سے کر دیا جائے۔ حضرت نے میرے خیال کی تائید فرمائی۔ اور جب بادشاہ کے کانوں تک یہ بات پہنچی وہ بھی راضی ہو گیا۔ تاریخ مقررہ پر یہ مبارک رقم ادا کر دی گئی۔ اس کے بعد ہم لوگ وہاں سے لوٹ آئے۔ قصر عارنان میں بھی اس روایت سے ملتی جلتی ایک روایت ملتی ہے جس سے آپ کی سیر و سیاحت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یہ بیان ہو چکا ہے کہ دوران سیاحت حضرت اقدس کو طعام وغیرہ کی فکر مطلق نہ ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات اپنے برگزیدہ بندے کے لئے آب و دانہ کا بند و بست خود ہی کرتی تھی۔ حضرت اقدس نماز باجماعت میں بھی شاز و تادری شریک ہوا کرتے تھے۔ اور علیحدگی میں دیگر اولیائے کبار اور صوفیائے عظام کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ اور ان کے امام ہوتے تھے۔ زبدة المتنات میں ہے کہ ایک روز حضرت اقدس کے مریدین میں سے کسی کو حواشی ضروریہ کی وجہ سے باہر جانا پڑا۔ جب جاٹے طہارت پر پہنچا تو دیکھا کہ اس جگہ ایک دروازہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس میں ایک باغ نمودار ہو گیا۔ وہ درویش اس باغ میں چلا گیا۔ وہاں ایک حوض دیکھا۔ جو پانی سے لبالب بھرا تھا، اس کے کنارے ایک جماعت نے بنیان مرسوس کی طرح نماز کے لئے صفیں باندھ رکھی تھیں۔ اور حضرت اقدس اس جماعت کی امامت کر رہے تھے۔ وہ نہایت حیران ہوا۔ اور اس حیرانی میں جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو اسی جگہ کھڑے پایا۔ جہاں اس نے قصدِ خلا کیا تھا۔

مرشد حضرت شاہ کمال کبھلی

حضرت شاہ کمال کبھلی نے حضرت شاہ فضیل تادری کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور آپ جس سے ترقیِ خلافت حاصل کیا تھا آپ زندہ پیر کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ رشتہ اور تہ کے لحاظ سے حضرت شاہ کمال کبھلی قدس سرہ کے چچا بھی تھے آپ کا نام شاہ محمد قنبر ہے۔ ابوالحسن کنیت اور لقب زندہ پیر حیات المیر ہے سلسلہ نسب دس واسطوں سے غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے آپ کو روحانی فیض براہِ راست اویسی طریقہ پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے تعلق تاریخ آئینہ نستون کے مصنف نے نام لیا ہے کہ آپ ۱۴ سفر ۸۷۱ھ (۲۳ ستمبر ۱۴۶۹ء) کو بدھ کے روز مغرب کے وقت بغداد میں پیدا ہوئے۔

سولہ سال تک مسلسل محنت، ریاضت اور عبادت کرنے کے بعد ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ
 ۲۸ جون ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ) کو عصر کے وقت حضرت شاہ گدار حمن ثانیؒ سے خرقہ خلافت
 حاصل کیا۔ اور ۱۷ محرم ۱۹۲۳ھ (۲۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء بروز جمعرات) کو ٹھٹھہ (سندھ) میں
 وصال فرمایا۔ اور یہیں دفن ہوئے۔

قصر عارفان کے مصنف نے حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ کا وصال بغداد میں
 بتایا ہے۔ جو محل نظر ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ، حضرت
 سید عبداللہ (اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شکر اللہ شیرازی (قدس اللہ امرانہم) کے
 ہمراہ برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے۔ اور ٹھٹھہ (سندھ) میں وصال فرمایا۔ وہاں
 آپ کا مزار شریف مرجع انام ہے۔ ٹھٹھہ میں آپ کا مزار حضرت سید عبداللہ (اصحابی) کے
 سامنے چند گز کے فاصلے پر ہے۔ عمارت پرانی ہے اور آثار تدبیر کے زیر انتظام ہے، وہاں
 کے عمر سیدہ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت شاہ فضیل قادریؒ، حضرت سید عبداللہ (اصحابی)
 کے ماموں تھے، اور پیر و مرشد بھی حضرت سید عبداللہ (اصحابی) کا فرمان ہے کہ میرے
 مزار پر آنے سے پہلے ماموں جان کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ مزار کے سر جانے نام کا
 پتھر بھی نصب ہے صدر دروازے پر حضرت مجدد صاحب کے پڑدادا پیر جلی حروف
 میں لکھا ہوا ہے مزار شریف پر زائرین کی آمد و رفت کافی ہے حضرت شاہ فضیل قادریؒ
 قدس سرہ کے مزار کی ٹھٹھہ میں موجودگی کے پیش نظر قصر عارفان کی روایت کو درست قرار
 نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کا وصال بغداد شریف میں ہی ہوا ہو وہیں
 (لطور امانت؟) دفن ہوئے ہوں بعد میں نعش کو کسی وجہ سے یہاں دفن کر دیا گیا ہو۔ لیکن
 یہ محض قیاس ہی قیاس ہے۔ سر دست کوئی ثبوت اس کی تائید میں ہمارے پاس نہیں ہے۔
 قصر عارفان میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ عالی نسب سید تھے۔
 حقائق آگاہ اور عرفان دستگاہ تھے جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے
 خدام سے فرمایا کہ ہمارے لئے قبر تیار کرو۔ فرمان کی تعمیل ہوئی۔ آپ نے غسل کیا۔ اور
 خاندانی تبرکات مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موٹے مبارک اور حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ کی کنگھی وغیرہ کے علاوہ شاہ کمال کو خرقہ خلافت بھی عطا کیا اور فرمایا کہ
 ان تبرکات اور خرقہ خلافت کو لے کر بلدی ہی بندوستان چلے جاؤ۔ ہمارے اخلاف

ابھی نہیں آئے ہیں۔ اور ان کا رتھان سیر و شکار کی طرف زیادہ ہے۔ اگر انہیں اس بات کی اطلاع ہوگئی تو تمہارے ساتھ الجھ پڑیں گے۔ اس کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ نے کفن پہنا اور اس قبر میں جو کہ بغداد کے ایک نواحی باغ میں ان کے لئے بنائی گئی تھی لیٹ گئے اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ شاہ کمالؒ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور قبر کو درست کر کے حسب وصیت ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ فضیلؒ (قدس سرہ) کے صاحبزادے بھی آگئے۔ اور جب انہیں صورت حال کا پتہ چلا۔ تو وہ شاہ کمالؒ (قدس سرہ) کے پیچھے دوڑے۔ تاکہ وہ نعمات و تبرکات خاندانی ان سے واپس لے سکیں اور بغداد سے بارہ کوس کے فاصلے پر حضرت شاہ کمالؒ قدس سرہ کو آلیا۔ آپ نے وہ تمام تبرکات زمین پر رکھ دیئے اور کہا کہ میں تو اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق یہ تمام چیزیں لے جا رہا ہوں۔ اگر آپ اٹھا سکتے ہیں تو اٹھا لیجئے۔ حضرت شاہ فضیلؒ قدس سرہ کے صاحبزادے نے ان چیزوں کو زمین سے اٹھانے کے لئے بہت زور لگایا لیکن اٹھانے کے۔ مجبوراً کف افسوس ملتے ہوئے بغداد کو واپس آگئے۔ اور حضرت شاہ کمالؒ قدس سرہ بخیر و عافیت ہندوستان روانہ ہو گئے۔

حضرت شاہ فضیلؒ قدس سرہ کے والد بزرگوار حضرت سید عثمانؒ ایک بلند پایہ عالم اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت حاجی سید محمد عمر ہیں جو کہ حضرت شاہ کمالؒ کیتھلی قدس سرہ کے والد ماجد ہیں آپ اپنے عہد کے شیخ المشائخ، یگانہ روزگار عالم اور علم ظاہر و باطن میں مقتدر تھے۔ آپ کے تصرف باطنی اور خوارق و عادات کی عالم میں بڑی شہرت تھی۔ آپ ابھی کم سن ہی تھے کہ ایک بار حضرت شاہ گدار جمن تشریف لائے آپ اپنے گھر کے باہر کھیل رہے تھے جب حضرت شاہ گدار جمن قدس سرہ کی نظر آپ پر پڑی تو نہایت شفقت اور محبت سے آپ کے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے والد بزرگوار سے فرمایا یہ لڑکا ہماری امانت ہے جو ایسا مرد کامل ہوگا۔ کہ ایک جہاں اس کے فیض سے بہرہ ور ہوگا۔ جب جوان ہوئے تو حضرت شاہ گدار جمن قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر تکمیل علم ظاہری و باطنی کی۔ اور کمالان وقت میں سے ہو گئے۔ خرقہ خلافت قادریہ جو غوث ہمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا تھا وہ خصوصی طور پر حاصل کیا۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بڑا رتبہ پایا۔ اور شریعت و

طریقت میں رہنا پیدا کیا۔ کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے آپ نے عنوان شباب میں ہی دنیا کی سیاحت فرمائی آپ وسط ایشیا، ایران اور ترکستان کے مختلف شہروں میں گھومے متعدد بار حرمین شریفین کا سفر بھی کیا اور کئی بار حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف ہو ا جیائے دین کے لئے ہیں مختلف علاقوں اور شہروں میں جا کر لوگوں کو دعوت حق پہنچانی بھٹکے ہوئے ہزاروں افراد کی رہنمائی فرمائی۔ اور انہیں حق کے راستے پر گامزن کیا۔

دوران سیاحت رشد و ہدایت میں مصروف رہنے کے بعد آپ ٹھٹھہ تشریف لائے سندھ میں آپ کی ذات باریکات سے بڑا فیض جاری ہوا۔ اور بے شمار بندگان خدا نے آپ سے روحانی فیض پایا سلطان شاہ بیگ ارغون اور سلطان حسین ارغون بڑی عقیدت سے آپ کی خانقاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔

آپ نے مختلف ممالک میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت و فروغ کے لئے بہت سے خلفاء بھیجے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ آپ کے جلیل القدر اور عظیم المرتبت خلیفہ تھے۔ آپ کو اپنے محبوب برادر زادہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بہت زیادہ محبت تھی جو کہ تصوف و سلوک میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا مقام بہت بلند اور رفیع تھا اس لئے آپ انہیں بیان عزیز کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

آپ پہلے پہل سندھ میں کچھ عرصہ ٹھہر کر تشریف لے گئے، دوسری مرتبہ اپنے محبوب خلیفہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ رخصت کرنے کے لئے ایران کے راستے ٹھٹھہ تشریف لائے۔ اور پھر ایماٹے نیوی پر ٹھٹھہ میں ہی قیام فرمایا۔ مصنف تحفۃ الکرام کے مطابق سفر میں حضرت سید عبداللہ المعروف بہ اصحابی، حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی قدس اسرار ہم بھی ہمراہ تھے آپ جزیرہ عبادان میں بھی بعض ابدالوں کے ساتھ رہے ہیں، اور آپ نے حضرت خیر علیہ السلام سے متعدد بار ملاقات کی۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے زندگان میں یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ کے لئے، الم ردیا میں عمر جاوید کی دعا فرمائی تھی آپ زندہ ہیں۔ اللہ بجا مزار مبارک ہے وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی معیت میں بٹکے ہوئے کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ سندھ میں ایک ایسے شہر میں تشریف

لے گئے جہاں کفار کا بڑا زور تھا۔ جس جگہ قیام فرمایا وہاں قریب ہی ایک بہت بڑا مندر تھا۔
وقفہ وقفہ کے بعد ناقوش بجاتا تھا۔ چونکہ آپ کی عبادت میں خلل پڑتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے
آپ باہر تشریف لائے۔ بتکدے کے دروازے پر ایک برہمن جو ناقوش بجایا کرتا تھا۔ نظر آیا
آپ نے جذبہ میں آکر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا ناقوس بجا کر اہل حق کو بیدار پہنچاتے ہو
خدا کی قدرت سے اس کے پیٹ میں درد ہوا۔ اور وہ اس دن بیمار ہو کر چل بسا۔ اس
واقعہ کو دیکھ کر بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے۔

آپ کے بلند روحانی مرتبے اور سیر و سیاحت کی وجہ سے آپ کی شہرت ملک کے
اندرونی حصوں کے علاوہ ملک سے باہر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ
آپ پر چاروں طرف سے جو پائے حق ٹوٹ ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور آپ کے مریدوں کی
تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔

آپ کے خلفاء کی کل تعداد اٹھارہ ہے جن میں سے حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ
خلیفہ اکبر اور سترہ خلیفہ اصغر ہوئے ان کے علاوہ بائیس حضرات صاحب مجاز ہوئے
ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کے علاوہ آپ کے نامور خلفاء میں حضرت سید عبداللہ
(المعروف بہ اصحابی) حضرت شاہ مبین اور حضرت شیخ شکر اللہ شیرازی (قدس اسرار ہم) بھی
بڑے نامور بزرگ ہوئے ہیں۔

عظیمہ شیخ

جب حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ کا جذب و استغراق زیادہ بڑھ گیا اور آپ نے
سلوک و معرفت کی تمام منازل بصد ترک و اختتام طے کر لیں۔ اور تمام اسرار کائنات
والہیات آپ پر منکشف ہو گئے۔ تو وہ وقت آن پہنچا کہ آپ کو وہ مشن سونپا جاتا جس کے
لئے آپ کی تخلیق عمل میں آئی تھی۔ حضرت شہ فیصلؒ نے ۹۲۶ھ (۱۵۲۱ء) میں آپ کو خزانہ خلافت
سے سرفراز کیا۔ اور ولایت ہند آپ کو تفویض کی۔ ملک عراق کی کوئی ولایت سونپ دی جاتی،
تو کوئی مضائقہ نہ تھا، اتنی دوری پر اناکارے دارڈ والا معاملہ تھا۔ لیکن پیر کامل کا فرمان الامور
فوق العادیہ کا درجہ رکھتا تھا اس کی کسی طرح بھی نافرمانی کرنا دنیا سے تصوف سے اخراج کے
برابر تھا۔ لہذا آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے اور یہاں پہنچ کر نہ صرف سلسلہ قادریہ کو

ترقی و ترویج بخشتی۔ بلکہ ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔

ہندوستان میں یہ زمانہ بڑی افراتفری اور سیاسی بے چینی کا زمانہ تھا۔ لودھی خاندان

کے حکمران ابراہیم لودھی سے اس کی رعایا تنگ آئی بھٹی تھی۔ اور امرلو و زراہو محلاتی سارنوں

میں مصروف تھے۔ ابراہیم لودھی کے خلاف نفرت بڑھ رہی تھی۔ اور ہندوستان پر ظہیر الدین

بابر کو حملہ کرنے کی ترغیب کے لئے امراتے حکومت جدوجہد کر رہے تھے۔ فرقہ پرستی جنم لے

رہی تھی بھگتی تحریک جو برسوں پہلے شروع ہوئی تھی اپنا زور دکھا رہی تھی، اسلام میں ہندو اذرسوم

کثرت سے شمولیت کر گئی تھیں۔ اور اس طرح اسلام میں عجیب و غریب رختہ اندازیاں پیدا

ہو چکی تھیں۔ اور وہ مذہب اسلام جو ارض ہند میں دن دوئی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا۔ اب

ایک نڈھال مریض کی طرح سسکیاں لینے لگا۔ لگہ لگہ ان حالات میں یہاں کوئی ولی کامل

اور ہادی اکمل آتا..... اسی لئے پیر روشن ضمیر نے یہ ولایت و دیعت فرمائی تھی۔

آپ عراق سے ملک ایران کے راستے مشہد، نجف اشرف، تبریز اور اصفہان سے

ہوتے ہوئے ہندوستان میں درہ گول کے راستے داخل ہوئے آپ ابراہیم لودھی کے

آخری ایام یعنی ۹۲۷ھ - ۹۲۸ھ (۱۵۱۲ء - ۱۵۱۳ء) کے مابین ارض ہند پر وارد ہوئے۔ اول اول

ٹھٹھہ میں قیام فرمایا۔ یہ مقام کراچی اور حیدرآباد کے درمیان واقع ہے، مغربی پاکستان کے

اس قدیم شہر نے زمانے کے بہت سے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔ کسی زلزلے میں یہ شہر عظیم نادب

تہذیب و تمدن۔ فنون لطیفہ اور بین الاقوامی تجارت کا مرکز رہا ہے۔ اور یہاں بیرونجات سے

طلباء اور تاجروں کی حصول علم و فن اور تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ اگرچہ سلطنتِ روزگار کی

وجہ سے اب یہ ایک مختصر سا قصبہ رہ گیا ہے۔ تاہم اس کے تاریخی کھنڈرات سیاحوں کو

دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ جب حضرت شاہ کمال کیتھی قدس سرہیلہ تشریف لائے، تو

یہاں ہر طرف محدثین و نقباء کا زور تھا۔ اور یہاں ساداتِ عظام کے پابند شریعت بزرگ

خاندان قیام پذیر تھے۔ آپ نے یہاں تقریباً دو سال تک قیام فرمایا متعدد بار چلہ کشی کی

اپنی ریاضت و مجاہدہ سے ایک عالم کے دلوں کو مستحضر کر لیا۔ اند آپ کی قیام گاہ سرہیلہ یا

بھیرت بنی بڑی۔ یہاں سب سے پہلے فاضل اجل ملا سید محمد مدرس قدس سرہیلہ کی اور

خرقہ خلافت سے شرف ریا ب ہوئے۔ ملا سید محمد مدرس کی ارادت اور بیعت کا قصہ بہت

دلچسپ ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

قیام ٹھٹھ کے زمانے میں حضرت شاہ کمال کیتلی جی مقدس سرورہ پر جذب و ربودگی اور
توحید و فنا کا شدید غلبہ تھا۔ ایسے عارف اور پیر عاشق بہت کم ہوئے ہیں۔ اہل عشق میں
تربیت کی شان کم ہوتی ہے کیونکہ ان پر سکر غالب رہتا ہے۔ اور عارفین پر مگو اور افاقہ کی
حالت رہتی ہے۔ اسلئے موفیاء شاد کرتے ہیں کہ عارفین میں دونوں شانیں کم جمع ہوتی ہیں۔ آپ
کے امدادوں شانیں جمع تھیں۔ آپ روحانی ترقی کے لئے شریعت کی پابندی کو نہایت
ضروری سمجھتے تھے۔ احتیاط شرعی کی یہ کیفیت تھی کہ اگر کبھی عالم استغراق میں بھی جوتے جو
جذب کا شدید تقاضا ہے، تو نماز کے وقت بوش میں آجاتے اور بروقت نماز ادا
فرماتے۔ نماز باجماعت کی شدت سے کوشش کرتے آپ پر جب کبھی جذب و استغراق
کی کیفیت طاری ہوتی، تو جسم پر صوف کے ایک جُتے کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ہوتا۔ انہی
دنوں ٹھٹھ میں خاندانِ سادات میں ایک مدرس سید محمد انتہالی درجے کے مفسر
فاضل اور علامہ روزگار رہتے تھے۔ یہ علوم ظاہری میں بڑے بلند مقام کے حامل تھے۔
ان کی ایک بہن بھی تھی، بڑی عقینہ، متقی اور ریاضت گزار خاتون تھی، علامہ مذکور شہر کی
ایک مسجد میں روزانہ قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت اقدس بھی صوف کا جہ پہن
کر ان کے حلقہ درس میں کئی بار شریک ہوئے۔ کسی مرتبہ مختلف موضوعات پر ملا محمد مدرس
سے بحث مباحثہ ہوا۔ سید محمد مدرس آپ کے بعض اہم اور کوہ نظائر خلاف شریعت جان
کر بعض امور میں اختلاف رکھتے۔ اور آپ کے جانیکے بعد آپ کی رائے کرتے۔ سید محمد مدرس کی
مخالفت نہ صرف آپ تک محدود تھی۔ بلکہ دیگر مشائخ و صوفیاء کی نسبت بھی وہ اکثر و بیشتر
سختی سے کام لیا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت اقدس درس میں داخل ہوتے تو سید محمد مدرس
کی زبان کو قفل لگ جاتا تھا۔ ان کے شاگرد بھی ان سے کہا کرتے تھے کہ جب آئے، ان سے
سامنے جوتے ہیں تو کچھ بھی نہیں کہتے اور ان کے جانے کے بعد اظہارِ ناراضگی کرتے ہیں
بعض اوقات تو سید محمد مدرس آپ کے حق میں سخت اور دل شکن الفاظ بھی کہہ
جاتے تھے۔ الغرض ہفتوں آپ سے منحرف رہے۔ ایک دن سید محمد مدرس کو
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں سید محمد مدرس کی بہن کو ہدایت فرمائی
کہ اس مجذوب کی بیعت کر لو۔ اس نے اپنے عالم بھائی سے ذکر کیا۔ انہوں نے جواب
دیا: یہ شیطان و سوسر ہے۔ دوسرے دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس

عقینہ کو خواب میں وہی ہدایت فرمائی۔ اس نے عرض کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ ہی کا فرمان ہے کہ علماء اہلبیاء کے وارث ہیں۔ اگر ایسا کروں تو عالم بھائی کی مخالفت ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی کو بھی ہدایت کر دی جائے گی۔ اسی رات سید محمد مدرس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مجذوب کی خاطر ہی تیرے دل میں شرعی امر کو مضبوط کیا گیا ہے۔ اس کی مخالفت چھوڑ کر صدق دل سے مجذوب سے ہدایت طلب کر۔ جب سید محمد مدرس پر حقیقت حال واضح ہو گئی تو وہ بھی اپنی بدگمانی سے تائب ہو کر آپ کے ظاہری و باطنی کمالات و فضائل کے معترف ہو گئے۔ اگلی صبح بیدار ہوتے ہی حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور پچھ اپنی ہمیشہ تلامذہ اور دیگر اساتذہ سمیت حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے آپ نے فیض باطنی سے نوازا۔ پھر تڑکیہ نفس اور سلوک کی منازل طے کر کر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

ٹھٹھ میں آپ کی شہرت بہت جلد پھیل گئی۔ اور عوام و خواص بلا امتیاز مذہب و ملت آپ کے گردیدہ ہو گئے۔ یہاں بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ جب ٹھٹھ کی فضا درست ہو گئی، تو آپ نے ملتان کا رخ کیا۔ یہاں شیر شاہ کے نائب ہیبت خاں نے آپ کی آؤ بھگت کی۔ اور ہر قسم کی مراعات جہیا کہیں۔ بیکر حضرت اقدس نے ان تمام مراعات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور صرف ایک کپڑے میں رہنا پسند فرمایا۔ کچھ عرصے بعد لدھیانہ کی طرف چلے گئے، جہاں آپ کے فیض سے انوار الہی کی وہ بارش ہوئی کہ سرزمین لدھیانہ تا قیامت فراموش نہیں کر سکتی۔ تقسیم ہن سے قبل یہاں آپ کی یاد میں ایک میلہ منعقد ہوتا تھا جسے مقامی زبان میں بڑے پیر کی روشنی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت نے اپنی مسو جو ناکارہ ہو چکی تھی پھینک دی۔ یہ حقیر سی چیز کچھ عرصہ پڑی رہی۔ آخر اس نے جڑ میں پھر لیں۔ کچھ عرصہ بعد اس جگہ ایک ہرا بھرا پودا ابھر آیا۔ تھوڑی مدت میں یہ پودا ایک مکمل درخت بن گیا۔ جس کسی کو کوئی بیماری ہوتی اور وہ اس کی چھال اوستے استعمال کرتا تو فوراً شفا جاتی۔ یہی حال آپ کے مزار مقدس کے احاطے میں کھڑی ہوئی کھرنیوں کا ہے۔

کچھ عرصہ بعد آپ نے سرزمین لدھیانہ کو بھی الوداع کہا۔ اور پائل (سرہند شریف

لے پائل تربع سرہند میں واقع ہے۔ اور سرہند سے چھ سات کوں پہرے۔ (مؤلف)

سرخ کیا کیوں کہ جس قسم کے مرکز کے لئے آپ کو شاہ تھے، وہ ابھی تک بیس نہیں آسکا تھا۔ اس لئے جگہ بہ جگہ اور مقام بہ مقام پھر رہے تھے۔ پائل میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار شیخ عبدالاحد سرہندیؒ قدس سرہ قیام پذیر تھے، جو بعد میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ سے بیعت ہوئے۔ اور فرقہ خلافت سے مشرف ہوئے ابھی آپ کو ایسی جگہ کی تلاش تھی جہاں بیٹھ کر آپ اپنے مقصد کے حصول کے لئے کام کرتے۔ چنانچہ آپ نے یہاں سے بھی کوچ کیا۔ اور آخر وہ مقام مل ہی گیا۔ جس کی تلاش میں آپ سرگرداں تھے۔ یہ کیتھل شریف تھا۔ چنانچہ آپ نے سرزمین پائل (سرہند شریف) کو آب و صحت سے سیراب کرتے ہوئے کیتھل شریف کی سرزمین پر نزول اجلال فرمایا۔ اور اس سرزمین نے بھی کشادہ پیشانی اور خندہ لبی سے استقبال کیا۔

ہمراہ سفر

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ ہندوستان میں ۹۲۷ ہجری کے اواخر میں وارد ہوئے، اور سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت شکر اللہ شیرازی، حضرت سید شاہ عبداللہ، اور حضرت شاہ مبین قدس اللہ اسرار ہم تھے، حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ قدس سرہ ہندوستان میں آنے کے بعد اول اول ٹھٹھہ میں مقیم ہوئے۔ یہ حضرات بھی آپ کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے اسی طرف گئے۔ لیکن حضرت شاہ کمال قدس سرہ کچھ عرصہ ٹھٹھہ میں قیام کرنے کے بعد ہندوستان کے مغربی علاقے کی طرف چلے آئے اور آخر کیتھل کو اپنا مسکن بنایا۔ تاہم آپ کی یاد میں اس جگہ جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، عقیدت کے طور پر عقیدت مند عرس وغیرہ مناتے رہتے ہیں۔

ذیل میں آپ کے ان تینوں ساتھیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔

حضرت شکر اللہ شیرازی۔

شیراز کے ایک عالی نسب سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، جن کا طریقہ صبر و شکر اور اشاعتِ علومِ دینی تھا۔ آپ کے والد کا نام سید وجیہ الدین تھا۔ آپ کے دادا سید

نعمت اللہ اور پردادا حضرت عرب شاہ بہرات اور شیراز کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے تھے۔ اور دن رات علوم دینی کی نشر و اشاعت میں مصروف رہتے تھے حضرت شکر اللہ شیرازی کا شمار حضرت شاہ فہرست قادری کے خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کا سال ولادت متعین نہیں ہو سکا ہے، ایسے متذکرہ سے پتہ چلتا ہے کہ سن بلوغت کو پہنچنے کے بعد دین کی تبلیغ کے لئے ۹۰۴ ہجری میں قندھار چلے گئے اور بیس سال تک دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ یہ سلطان شاہ بیگ کا زمانہ تھا۔ جو نہ صرف خود عالم تھا، اگر علماء کا قدر دان بھی تھا۔ اور درویشوں سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ آپ کی شخصیت سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اور آپ سے اس کی عقیدت بڑھتی گئی جب شاہ بیگ نے سندھ فتح کر لیا۔ اور ٹھٹھہ کو دار الحکومت بنایا۔ تو آپ بھی ٹھٹھہ میں تشریف لائے۔ اور سندھ کے علما کو تبلیغ اسلام کے لئے ہموار کرنے لگے۔ شاہ بیگ کا بیٹا شاہ حسین بھی اپنے والد کی طرح آپ کا عقیدت مند تھا۔ اور والد کے انتقال کے بعد اس نے آپ کی عزت و تکریم میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ شاہ حسین نے آپ کو آپ کے علم و فضل اور دینی عظمت کے اعتراف کے طور پر شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا۔ اور قاضی القضاة کا عہدہ بھی آپ کے سپرد کیا تھا، جس پر آپ کا بیٹا عرصے تک فائز رہے۔ لیکن ٹھٹھہ سے ہی عرصے بعد اس عہدے سے علیحدگی اختیار کر لی اور بقیہ عمر عبادت اور تبلیغ دین میں گزار دی۔

منقول ہے کہ جب آپ قاضی القضاة کے عہدے پر فائز تھے۔ شاہ حسین نے ایک ایسے گھوڑے خریدے۔ لیکن اسے رقم ادا نہ کی، اس پر شاہ حسین نے آپ کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ آپ نے شاہ حسین کو طلب کر دیا۔ بادشاہ وقت کمرہ عدالت میں طرز کی جگہ کھڑا ہو گیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی، کچھ قیل و قال کے بعد بادشاہ شاہ حسین نے عدالت کے روبرو مدعی کو راضی کر کے مقدمہ ختم کر دیا۔ جب راضی امر ہو چکا تو شیخ شکر اللہ قدس سرہ نے دستور کے معائنہ اٹھ کر بادشاہ کی تعلیم کی اور موزوں جگہ دی۔ حاصل شاہ حسین شیخ کا امتحان لینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے یہ مقدمہ بنایا تھا۔ دوران گفتگو شاہ حسین نے مکرانے ہوئے اپنا خیر نکالا اور کہا: یا شیخ آج میں اسے اس لئے کمر میں بندھ کر آیا تھا کہ مبادا آپ یا آپ کا علم میری رعایت میں قانون شریعت کو نظر انداز کر

دے۔ تو میں خود اس خنجر سے سزا دیتا۔ حضرت شکر اللہ قدس سرہ نے تبسم کناں اپنی ہند
کے نیچے سے ایک برہنہ تلوار نکالی اور فرمایا: تم ہے اس پیدا کرنے والے کی میں نے
بھی یہ برہنہ تلوار اسی ارادے سے رکھی تھی کہ اگر بادشاہ خلافت شریعت قدم اٹھائے
اور کوئی شخص اس کو ٹوکنے کی ترأت نہ کرے تو میں خود اس تلوار سے سیاست شرعی
بجلاؤں گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اور آپ کے دیگر ساتھیوں میں بے حد شمار فرمایا
لئے آپ نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی۔ اگر کوئی مصیبت یا مشکل آپ کو تو میری وفات
کے بعد ان تینوں میں سے ہی کسی سے رجوع کرنا۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کی اولاد بھی بالکمال تھی۔ اس گھرانے سے ہر کہ و مر
فیضیاب ہوتا رہا ہے۔ سندھ کا مشہور شاعر اور بے مثال مورخ میر علی شیر قانع آپ ہی
کے خاندان کا ایک فرد تھا۔

حضرت شکر اللہ شیرازی قدس سرہ کا مزار مبارک ٹھٹھہ میں مکی پہاڑی پر حضرت سید
عبد اللہ شاہ قدس سرہ کی درگاہ سے ملحق جانب مغرب آج بھی اہل اللہ کے لئے مرجع
حاجات ہے۔

حضرت سید شاہ عبد اللہ قدس سرہ :-

آپ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت شاہ فیصل قادری قدس سرہ
کے خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت شاہ فیصل قادری قدس سرہ رشتے کے لحاظ سے
آپ کے ماموں بھی تھے۔ اسی طرح آپ حضرت شاہ کمال کھٹکی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی
بھی ہوئے۔ حضرت شاہ کمالؒ کے ہمراہ ۹۲۷ ہجری میں ٹھٹھہ میں وارد ہوئے اور یہاں مکی زانی
پہاڑی پر مقیم ہوئے اور ساری عمر اسی پہاڑی پر گزار دی اور یہیں وصال فرمایا۔ تمام عمر مجرد
آپ کا مزار مبارک مکی پہاڑی پر ہی واقع ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ بارشوں کی وجہ سے
ایک مرتبہ آپ کی لحد مبارک منہدم ہو گئی۔ ان دنوں آپ کے آباء زاد بھائی حضرت حافظ اللہ
گجرات (کاٹھیاواڑ) میں مقیم تھے۔ آپ نے بشارت پائی کہ لحد مبارک منہدم ہو چکی ہے
چنانچہ آپ نے اپنے خلیفہ ابوالبرکت گجراتی اور شیخ یعقوب کو طلب کیا۔ اور فرمایا۔

گنجانے چنانچہ ایمانی سید عبداللہ ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی پر آرام فرما پین: آپ کا مزار مبارک بہت دن گذر جانے کی وجہ سے مسمار ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے انہیں پریشانی ہے تم جاؤ اور اسے درست کراؤ۔ ہر دو خلفاء ٹھٹھہ تشریف لائے اور محمد مبارک کی نشان دہی فرما کر مزار شریف تعمیر کرایا۔ ۹۳۱ ہجری میں مزار مبارک پر باقاعدہ گنبد بنوایا گیا۔ جس میں آپ کو اصحابی لکھا گیا ہے۔ تب سے آپ کا لقب اصحابی پر لگ گیا۔۔۔ ممکن ہے کہ یہ نسبت چار اصحاب کی وجہ سے ہو۔

تحفۃ الکرام میں آپ کے فیض کے بارے میں لکھا ہے کہ مکلی کی پہاڑی پر آنے جانے والوں کو جو فیض ان بزرگ سے ہوتا ہے۔ قلم میں ان کے بیان کرنے کی طاقت نہیں۔ مزار شریف کا گنبد سبز ہے۔ پاکت ان بن جانے کے بعد کسی عقیدت مند نے بہت بڑا صدر دروازہ اور مسافر خانہ تعمیر کرا دیئے ہیں۔ آپ کا عرس ۱۲ شوال المکرم کو ہوتا ہے۔

حضرت شہ مبین قدس سرہ :-

آپ کا اصل نام شاہ مہند ہے۔ اور عرف شاہ مبین آپ کا شمار بھی حضرت شاہ فیصل قادری قدس سرہ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ کمال اور حضرت شکر اللہ شیرازی قدس اسرار عم کے ہمراہ ۹۲۷ ہجری میں ہندوستان تشریف لائے آپ غوث اعظم سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ انہوں نے سرت سید شاہ عبداللہ کے عزیز ہیں جب آپ ٹھٹھہ تشریف لائے تو اپنے کشف و تجاہدہ اور کمالات ریاضت و عبادت سے ایک عالم کو گرویدہ بنا لیا۔ اور بڑے بڑے علماء و فصحا آپ کے در دولت پر حاضری دینے لگے اور ہزاروں کی تعداد میں مرید ہوئے۔

آپ نے بھی حضرت سید عبداللہ قدس سرہ کی طرح تمام عمر تہجد میں گذاری۔ اور صبر و شکر اور رضاء الہی کے طریقے پر عمل کرتے رہے۔ آپ تمام عمر ایک مرید کے گھر میں مقیم رہے، اس مرید کی قبر آپ کے قدموں میں موجود ہے۔ آپ کی تاریخ پیدائش و تاریخ وصال کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی۔

شہر کیتھل

اندھ جہاں شہرے ندیدم، پچو کیتھل خوش مقام
زاکمہ آسودند دروے اولیئے خوش کرام

(تاج)

کیتھل شریف مشرقی پنجاب (ہندوستان) کے خلع کرنال کی ایک تحصیل اور قدیمی شہر ہے جو دہلی سے ۱۲۴ میل کے فاصلے پر عرض بلد ۲۷، ۲۸، ۲۹، شمال اور طول بلد ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ مشرق پر واقع ہے۔ اس کے نزدیک ہی مشہور تاریخی مقام اور ہندوؤں کا مقدس شہر تھا بصرہ (کوروشیتر) اور پانی پت واقع ہیں۔ جہاں تین مشہور جنگیں لڑی گئیں جنہوں نے بالائی ہندوستان کی قسمت کا پانساپٹ دیا۔ اسی جگہ رضیہ سلطانہ دختر سلطان شمس الدین التمش کا مزار ہے۔ یہ شہر بدھ کیار نامی جھیل کے کنارے واقع ہے جس میں نہانے کے لئے جگہیں اور سیرٹھیاں بنائی گئی ہیں۔ سلاطین کے عہد میں یہ بڑا اہم مقام تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہندوؤں کے اسطوری سورما لودھشٹرنے اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن روایتی طور پر اسے ہندوؤں کے دیوتا ہنومان سے منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ کسی زمانہ میں یہاں بندروں کی بہتات تھی۔ اس لئے اس جگہ کو کیتھل کہا جانے لگا ہندی زبان میں ”کپس“ بندر کو کہتے ہیں۔ اور ”تھل“ رہتے کی جگہ کو۔ لیکن تواریخ روزگار کی نذر ہو کر یہ لفظ کیتھل کی صورت اختیار کر گیا۔ جواب تک زبان زد عام ہے۔ بعض اصحاب اس مقام کو کیتھل یا کیتھل کہتے اور بولتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے ان ناموں کا کوئی شہر ہندوستان میں موجود نہیں۔

یہ شہر حوادث روزگار کی وجہ سے بہت دفعہ بسا اور بہت دفعہ اجڑا۔ آخر اکبر کے دور میں اسے جدید صورت ملی، اور یہاں پہلی دفعہ قلعہ تعمیر ہوا۔ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں علاقہ کرنال پر گنے کی جہتیت رکھتا تھا اور تیرہ پڑ پڑ مشتمل تھا۔ ۱۷۳۳ء میں حکومت دہلی نے یہ علاقہ ایک بلوچ قمر الدین خاں کو جاگیر میں دے دیا یہ شخص ۱۷۳۸ء میں نادر شاہ کے

A HAND BOOK OF TRAVELLERS IN INDIA, PAKISTAN, BURMA AND CEYLON

مطبوعہ ۱۹۰۹ء میں لکھا ہے کہ آج کل کیتھل خلع کا صدر مقام ہے (مؤلف)

دہلی کے قتل عام میں مارا گیا۔ اس کے مرنے پر عظیم اللہ خاں نامی شخص نے ایک افغان
 اختیار خاں کے ساتھ مل کر اس جاگیر پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہا، اور ایک
 دوسرے افغان عنایت خاں نے قبضہ کر لیا۔ اسے سید برادران نے نکال باہر کیا،
 لیکن کچھ عرصے بعد عنایت خاں نے پھر قبضہ کر لیا۔ قمر الدین خاں کے بھائی تہور خاں نے
 ۱۷۵۴ء میں ایک ہزار کی فوج لے کر عنایت خاں پر حملہ کیا۔ لیکن منہ کی کھانی پڑی۔ اور اس طرح
 کیتھل پر بلوچوں کا قبضہ ختم ہو گیا اور اقطاعوں کی حکومت شروع ہوئی۔۔۔۔۔ لیکن اس عنایت خاں
 کی دشمنی عظیم خاں منڈل سے تھی جو کیتھل سے شمال کی طرف بیویا نامی گاؤں سے ۵ میل دور،
 بھور نامی گاؤں پر حکمران تھا۔ عظیم خاں نے عنایت خاں کو جگر کا ختم کرنے کے بہانے بلا کر قتل
 کر ڈالا۔ ۱۷۷۷ء تک کیتھل پر دونوں بھائی حکومت کرتے رہے، جسے صحیح معنوں میں حکومت
 نہیں کہا جاسکتا۔

۱۷۷۷ء میں ایک طاقتور سکھ بھائی دیوسنگھ نے کیتھل پر حملہ کر کے افغان برادران کو
 شکست دی۔ بھیک بخش تو جلا وطنی میں مر گیا، لیکن نیامت خاں پر سکھ فاتح نے عتبات
 کی بارش کی اور کئی گاؤں جاگیر میں دیئے۔

بھائی دیوسنگھ جیلیر کے راجپوت خاندان کے ایک بااثر فرد گور بخش سنگھ کا پوتہ
 لڑکا تھا۔ ان کے کلاراں نامی علاقے میں چند گاؤں جاگیر کے طور پر ملکیت میں تھے۔ اس نے
 ترقی کرتے کرتے ۱۸۲۲ء سمیت بکرمی (مطابق ۱۷۷۷ء) میں کیتھل پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ کردار کے
 لحاظ سے بھائی دیوسنگھ اتنا اچھا نہ تھا۔ لیکن رعایا کی بہبودی کی خاطر اس نے کئی کام کئے
 اس نے پہلی مرتبہ کیتھل کا اصلی قلعہ تعمیر کرایا اور اسی طرح کئی دوسرے قلعے بنوائے مانگنا سے
 کیتھل تک نہر بھی کھدوائی اور دریائے سرستی پر بہت سے بند تعمیر کروائے، بھائی دیوسنگھ
 نے گیارہ بارہ برس حکومت کرنے کے بعد ۱۷۷۸ء میں وفات پائی۔ اس کی چار بیویاں،
 (روپ کور، مائی بھاگاں، رام کور اور مائی بھولی) اور تین لڑکے (بحال سنگھ، خوشحال سنگھ
 اور لال سنگھ) تھے۔ خوشحال سنگھ بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔

باپ کے مرنے کے بعد بحال سنگھ تخت نشین ہوا۔ کیونکہ اس کا بڑا بھائی لال سنگھ
 سلطنت دہلی کے تخت نظر بند تھا۔ لیکن اس کی ماں نے چالیس ہزار روپے کی رقم ادا کر کے
 اسے چھڑا لیا۔ اس نے آتے ہی اپنے بھائی کو تخت سے اتارا۔ بحال سنگھ نے دو ایک

دفعہ یعنی وطنیان کی کوشش کی، آخر لال سنگھ کے حامیوں نے اسے قتل کر دیا۔ لال سنگھ زیادہ تر کیتھل میں رہتا تھا، پرے درجے کا عیاش اور شرابی تھا تاہم چھوٹے سردار اس کی عزت خوب کرتے تھے۔ اور اس کی شجاعت کے معترف تھے، اس نے انگریز جرنیل جارج ٹامس کو شکست دے کر عظیم کارنامہ سرانجام دیا تھا لارڈ ولزلی کے رفیق کار جرنیل لارڈ لیک نے بھی اس کی کافی تعریف کی، اس کے مرنے کے بعد اس کا نابالغ لڑکا پرتاب سنگھ تخت پر بیٹھا۔ جو بارہ سال کی عمر کو پہنچتے ہی ۱۸۲۳ء میں فوت ہو گیا اور اس کا نابالغ بھائی، اودے سنگھ تخت نشین ہوا۔ اور اس کی والدہ اس کی نگران مقرر ہوئی۔ اودے سنگھ کو عمارات بنوانے کا بہت شوق تھا۔ اس کے دور میں کیتھل کے شہر کو بہت وسعت اور خوبصورتی نصیب ہوئی۔ اودے سنگھ نے کرنال میں ایک عالی شان محل تعمیر کروایا، اور پدھ کیا رنامی تالاب پر پیل بھی تعمیر کرایا تھا، اس نے دریائے سرستی پر ایک بند بھی تعمیر کرایا تھا جو کیتھل سے سولہ سولہ میل ارد گرد کے علاقوں کو سیراب کرتا تھا۔ لیکن یہ بند انگریزوں نے تباہ کر دیا تھا۔ آخری عمر میں اودے سنگھ بیمار رہنے لگا تھا۔ آخر ۱۱ مارچ ۱۸۲۳ء کو بیس سال حکومت کرنے کے بعد کیتھل میں ہی مر گیا۔ اس کے بعد سکھ بھائیوں میں کوئی قابل حکمران پیدا نہ ہوا، آہستہ آہستہ سکھوں کی حکومت بجال سنگھ کے زمانے میں قتل و غارت اور بے وطنی کی وجہ سے کمزور ہونے لگ گئی تھی۔ چنانچہ ۱۸۰۸ء میں انگریزوں نے اسے اپنی تولیت میں لے لیا تھا اور پرتاپ سنگھ انگریزوں کی تولیت میں ہی حکومت کرتا رہا۔ اور جب سکھوں میں کوئی قابل ذکر حکمران نہ رہا تو ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب فتح کر کے کیتھل کو اپنی عمل داری میں شامل کر لیا۔

۱۸۶۷ء میں پہلی دفعہ کیتھل میں تیسرے درجے کی میونسپل کمیٹی قائم کی گئی۔ اور ۱۹۰۸ء میں پہلی دفعہ یہاں ایک اسلامیہ سکول ہندوؤں کے لئے علیحدہ ایک سکول، ایک گریڈ سکول اور آریہ سماج قائم کئے گئے۔ جنہیں حکومت سے امداد ملتی تھی۔ اب یہاں یونیورسٹی کا لچ بھی کھل گئے ہیں۔

یہاں باجوسے، گیہوں، والوں، چاول، روٹی اور گنے کی کاشت خوب ہوتی ہے کیتھل شروع ہی سے صنعت و حرفت کا مرکز رہا ہے اس امر کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں یہاں روٹی اونٹنے چاول پھرنے اور اناج پینے کے پانچ کارخانے قائم تھے جن میں سے زیادہ تر ہندوؤں کی ملکیت تھے۔ اور اب تو روٹی کاتنے اور اونٹنے کے کارخانے

بکثرت ہیں۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے اب تک مزید متعدد کارخانے کھولے جا چکے ہیں اور اسے ایک صنعتی شہر بنا دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس شہر کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ دستکاریوں میں یہاں کے کپل اور لکڑی کا کام مشہور ہیں۔ گھریلو استعمال کے برتن، چارپائیوں کے پائے اور بچوں کے کھلونے بہت خوبصورت بنتے تھے۔ اب ان صنعتوں نے بہت ترقی کر لی ہے۔

تحصیل کیتھل کا رقبہ ایک ہزار دو سو اکیس مربع میل ہے۔ اور ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے اندازے کے مطابق تحصیل کیتھل کی آبادی تین لاکھ اکتالیس ہزار دو صد چھیانوے اور شہر کی آبادی پچیس ہزار سات سو تیس نفوس پر مشتمل ہے۔

ایک فصیل جو نصف پٹی اور نصف کچی ہے، شہر کے مخالف سمت کو گھبرے ہوئے ہے شہر کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے مشرق کی طرف کرنالی دروازہ اور شمال کی طرف کپور اور سورج کنڈ دروازے اور مغرب کی طرف قصائی دروازہ قابل ذکر ہے۔

رضیہ سلطانہ کے مزار اور قلعہ کی عمارت کے علاوہ کیتھل کی قدیم عمارتوں میں حسب ذیل عمارتیں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شیخ صلاح الدین بلخی کا مزار :-

یہ مزار سیون دروازے کی طرف واقع ہے کہا جاتا ہے کہ شیخ صلاح الدین بلخی جو شیخ بلخی کے نام سے معروف ہیں بلخ کے شہزادے تھے ہندوستان میں ۵۹۸ء میں تشریف لائے اور کیتھل کی ایک لڑائی میں کام آئے۔ یہ مزار شیخ بلخی کے پوتے نے بنوایا تھا۔ ستون اور گنبد کے اندرونی حصے میں عربی کلمات کھورے گئے ہیں۔ جن میں احادیث اور قرآنی آیات شامل ہیں کیتھل کے ایک راجہ نے شیخ بلخی کے مزار کا تعویذ اتار لیا تھا، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کا معاوضہ اسے جلدی بل گیا اور وہ جلدی ہی کیفر کردار کو پہنچ گیا اس راجہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مزار کی تمام عمارت سنگ رخام سے بنائی گئی ہے۔ تاج الدین انصاری قادری رمتونی ۱۲۸۲ ہجری) نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے شیخ صلاح الدین بلخی کے ساتھ شیخ نعمتن کا نام بھی لیا جاتا ہے جو شیخ بلخی کے ساتھ ہی شہید ہوئے تھے۔

تاج الدین انصاری قادری فرماتے ہیں۔

شیخ صلاح الدین بلخی و دیگر تفتن شہید

روضہ اش تعمیر کردہ انداز سنگِ رخام

نزہتہ الخواطر کے مصنف نے لکھا ہے کہ شیخ بلخی نے ۹۶ سال کی عمر پائی اور جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ ۶۴۳ھ کو وصال فرمایا۔

نقوش (لاہور نمبر) میں منشی محمد الدین فوق کی کتاب مآثرہ لاہور کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو محمد عبداللہ قریشی نے مرتب کیا ہے۔ محمد دین فوق نے اس کتاب میں لاہور کے پیر بلخی کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے آخر میں محمد عبداللہ قریشی نے اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ہمیں حضرت فوق مرحوم کے اس تحقیقی مضمون میں اتنا اضافہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ہماری خوش قسمتی سے لاہور کے عجائب گھر میں ایک عربی کتبہ موجود ہے جس پر کوئی و نسخی خط میں مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے یہ غالباً پیر بلخی کے مزار ہی کا پتھر ہے۔

”هذامقبرةالشہیدالشیخ ابوالحمادالحسن ابنمحمدالحسین
البوکر الذکری البلخی رحمۃ اللہوقد عاش ثمانیہ و
تسعین سنۃ وفات فی یوم الجمعة التاسع من ذی الحجہ وھی
یوم عرفہ من ثلاثہ واربعمین وستمائۃ“

یعنی یہ مقبرہ شیخ ابوالحماد الحسن بن محمد الحسین ابوبکر الذکری البلخی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے تحقیق وہ ۵۹۱ھ میں زندہ تھے اور ۶۴۳ھ میں جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ کو جو عرفہ کا دن تھا شہید ہوئے۔

”اس کتبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا اسم گرامی حسن تھا اور کنیت ابوالحماد۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد الحسین ابوبکر تھا۔ آپ بلخ کے رہنے والے تھے ۵۹۸ھ میں لاہور تشریف لائے اور یہیں ۶۴۳ھ میں جمعہ کے روز ۹ ذی الحجہ کو شہید ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب لاہور میں سنہری مسجد تعمیر کی گئی اور وہاں تک پہنچنے کے لئے ٹرک کو سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئی تو مزار کو چھوٹا کیا گیا اور اس شکست و ریخت میں کتبہ یہاں سے خرد برد ہو کر کسی طرح عجائب گھر میں پہنچ گیا۔ جہاں اب تک محفوظ ہے۔“

کتبے کے بارے میں محمد عبداللہ قریشی کا بیان محض ظن و تخمین پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتبہ کبھل کے شیخ صلاح الدین حسن بلخی کے مزار کا ہے جسے محمد عبداللہ قریشی نے غلطی سے

لاہور کے پیر بلخی سے منسوب کر دیا ہے۔ نزمہ الخواطر میں شیخ صلاح الدین حسن بلخی کے حالات دیئے گئے ہیں اس میں بھی شیخ صلاح الدین بلخی کے کتبے کی اس عبارت کا ذکر ہے جس کا تذکرہ محمد عبدالقدوس قریشی نے کیا ہے۔

دوسری جنگِ عظیم سے کچھ عرصہ پہلے ان شیخ بلخی کا مزار آٹھ ستونوں پر مشتمل تھا اور یہاں ایک عربی کتبہ نصب تھا۔ ان آٹھ ستونوں کی مناسبت سے لوگ شیخ بلخی کو آٹھ تھمیا پیر بھی کہتے تھے۔ یہ کتبہ بہت پرانا ہونے کی وجہ سے گر گیا تھا۔ چنانچہ حکومت نے آثار قدیمہ کے تحت لاہور کے عجائب گھر میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ منشی محمد الدین فوق نے اپنی کتاب مآثر لاہور میں اس کتبہ مزار کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ علاوہ ازین تاریخ لاہور کے مصنف نے پیر بلخی کا سال وصال ۶۳۹ھ تحریر کیا ہے اور محمد الدین فوق نے اسی کو تسلیم کیا ہے جبکہ کینٹھل کے شیخ بلخی کا سن وصال ۶۴۳ھ ہے ان شواہد کی بناء پر کہا جاسکتا ہے، کہ محمد عبدالقدوس قریشی نے جس کتبہ کو لاہور کے پیر بلخی سے منسوب کیا ہے درحقیقت اس کا ان سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کینٹھل کے شیخ صلاح الدین حسن کے مزار کا کتبہ ہے۔

۲۔ مسجد شیخ طیب

شیخ طیب کینٹھل کے بہت زاہد و عابد شخص تھے۔ انہوں نے یہ مسجد خود شہنشاہِ اکبر کے عہد میں تعمیر کی تھی، مسجد کے گنبد پر ملمع کاری کی گئی ہے۔ شیخ طیب نے ۹۸۳ھ میں وفات پائی۔

۳۔ شاہ ولایت کا مزار

یہ مزار حضرت خواجہ عبدالرشید المعروف شاہ ولایت صوفی بدھنی کا ہے، جو قلب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کاکی کے خلیفہ تھے، عرصے تک کینٹھل میں دین اسلام کی

سے GAZETTEER OF DISTRICT KARKAL 1882 A-55 میں شیخ صلاح الدین کو شیخ شہاب الدین لکھا ہے۔ لیکن تاج الدین انصاری کے تصدیق اور نزمہ الخواطر میں شیخ صلاح الدین لکھا ہے جو زیادہ مستند ہے۔

تبلیغ کرتے رہے، یہ مزار مبارک غوریوں کے عہد میں تعمیر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شاہ ولایتؒ کے والد نے یہ مزار تعمیر کرایا تھا۔ کیتھل کے آس پاس اور سیون کے علاقے میں کافی زمین درگاہ کے اخراجات کے لئے وقف کی گئی تھی۔

۲۔ استھان انجمنی (والدہ ہنومان)

یہ عمارت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ یہ ایک مندر ہے، جسے ہنومان کی ماں کے نام پر پکارتے ہیں۔ اسے ہندوؤں نے تعمیر کیا۔ اور یہ ہندوؤں کی بہت بڑی عبادت گاہ تصور کی جاتی ہے۔

ابوالقاسم ہندو شاہ المعروف فرشتہ نے کیتھل کے شہر کی خوبصورتی اور رونق کی بہت تعریف کی ہے۔ ضیاء الدین برنی مصنف تاریخ فیروز شاہی نے بھی یہاں اپنی نخبیالی پرفی کیا ہے ہمارے خیال میں کیتھل کو "ذمیتہ الاولیاء" کہا جائے تو بے عیانہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں اولیاء اللہ اور شہدا کی ایک کثیر تعداد آسودہ بخواب ہے۔ ان اولیاء اللہ میں ہر سلسلہ سلوک سے تعلق رکھنے والے حضرات شامل ہیں۔ اور ان میں سے اکثر نے یہاں عہد سلاطین میں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔ ان حضرات نے اپنے اپنے عہد میں اسلام کی سر بلندی، اعلیٰ کلمۃ الحق اور تبلیغ حق کے لئے ہر ممکن ذریعے سے کام لیا اور اپنے طوے پر مقدور بھر کوشش کی ان حضرات میں سے اکثر کے احوال و مقامات کا تذکرہ، عرفاء کے تذکرہ اور اس کتاب میں ان حضرات کی مساعی کا فرداً فرداً تذکرے کی گنجائش نہیں اور نہ ہی ان حضرات کی تبلیغ و ترویج اسلام کے لئے مساعی فی الحال ہمارا موضوع ہے۔ البتہ ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ان حضرات میں سے نمایاں بزرگوں کے ناموں کا اندراج یہاں کر دیا جائے، تاکہ ایک تو ان کے نام محفوظ ہو جائیں اور دوسرے اندازہ ہو سکے کہ کیتھل میں کیسے کیسے غلیم حضرات آرام فرما رہے ہیں۔ اور ان بزرگوں کی وجہ سے مذہبی تاریخ میں کیتھل کو کیا مقام حاصل ہے۔

۱۔ ایک بزرگ تاج الدین انصاری قادری نے کیتھل کے بارے میں ایک نظم لکھی ہے جس میں اکثر اولیاء کرام کے نام بھی منضبط ہو گئے ہیں تاریخین کی ضیافت طبع کے لئے نظم ذیل میں دی جاتی ہے۔

(بقیہ ماحشیہ اگلے صفحہ ۵۶ پر)

ان بزرگان دین کے نام حسب ذیل ہیں۔

سید کمال ترمذی چشتی خلیفہ خواجہ عثمانی باروئی خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت عرف
شیخ صوفی بدھنی مکی مدنی، سید بحلیم بالابخت، ہفت شہداء شاہ ابراہیم سہروردی کیتلی

حاشیہ بقیہ صفحہ ۵۵

درجہاں شہری ندیم، چچو کیتلی خوش مقام
نام پیران معظم شرح سازم یک یک
شیخ صوفی مکی صاحب ولایت کیتلی است
شیخ نصیر الدین رستم حاجی و احمد شکر
حضرت شاہ کمال قادری پیر کبیر
شیخ زبیر عرف میدانی امان اللہ شہید
حضرت خواجہ ولی اللہ نیز پیری بدیہہ
سید ابراہیم غازی باصد و مروی شہید
پیر بحلیم و دیگر مخدوم ماموں بھانجہ
شیخ ابراہیم گورستانی و شاہ شہاب
باوا سینتل داس را از عارفان حق بدان
ہر کہ در ہر روز و شب این ناہا یاد آورد
و آنکہ در شب جمعہ ساز طوف ایشان را بدل
تلخ محمود آنکہ طرح شان نوشت از جان دل

رتاج الدین محمود انصاری کیتلی

۱۔ مشہور اردو انشائیہ نگار سید سجاد، سید لیدم اور ان کی بیٹی (معروف اردو ناول نگار) امین جید رانی
سید کمال ترمذی کی اولاد ہیں (مؤلف)۔

۲۔ دوسو عربی افراد کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے اس علاقے میں آئی۔ یہاں کفار
سے جنگ ہوئی۔ ان عربی مبلغین میں سے اکثر شہید ہو گئے۔ ایسے ہی شہداء میں سات بھائی بھی تھے جو ایک
ہی قبر میں دفن ہیں۔ اور ہفت شہداء کے نام سے مشہور ہیں ان کا مزاج بدھ کیا رتالاب کے شمالی
طرف حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ کے پچھلی طرف واقع ہے۔ (مؤلف)

شیخ سلیم عرف مخدوم آرام شاہ خلیفہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت گشت شاہ زیرک المعروف بہ پیر جیلانی، سید شاہ لداہیم عرف پیر گھوڑا، امام ناصر الدین نبیہ حضرت امام علی موسیٰ رضا، شیخ صلاح الدین حسن بلخی، امان اللہ حسینی، شاہ ولی کیتھلی، شیخ محمد صدیق چشتی کیتھلی، تاج الدین کیتھلی، خواجہ سیر خط، مشیر زادہ شاہ کمال ترمذی چشتی، مخدوم حامد خراسانی فرزند کلال سید کمال ترمذی چشتی، حسام الدین سجادہ نشین سید کمال ترمذی چشتی، سید حسین المعروف پیر جھاڑی، سید رمضان شاہ مبارک شہید بخاران، غائب غازی (واقع موردی دروازہ)، غائب غازی (واقع محلہ پنہار بیاں) شہید رضا شہید، مبارک ثانی شہید، حاجی دریائی، ابی بخش شہید، نوشتہ شہید، ملک شہید، نطنز شہید، خواجہ شہید، سید شمس الدین شہید، سید جمال، فخر الدین شاہ، قطب الدین چشتی، سید عمر شاہ، شیخ عبداللہ امام، محتاب شاہ، شیخ طیب قادری، سید جمال ثانی، بیگو شاہ، سید نظام الدین کیری، بلو پیر، رستم علی شاہ، شاہ محمد، سید عالم شاہ، سید وزیر شاہ، کول شاہ، حضرت بیدیا، شاہ بھیک، شیخ مبارک چشتی قادری، شاہ شہاب الدین چشتی، (رحمہم اللہ تعالیٰ)۔ اور ان بزرگوں کے علاوہ خاندان عالیہ قادریہ کمالیہ کے بزرگوں یعنی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ اور آپ کے اخلاف کے مزارات بھی کیتھلی میں ہی ہیں۔ مذکورہ بالا حضرات کے مزارات کے علاوہ کیتھلی میں حضرت ابو علی شاہ قلندر اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی چلہ گاہیں مرجع خلائق ہیں۔

کیتھلی کے نواحی علاقوں میں جن بزرگان دین نے شہرت حاصل کی ان میں میراں سلطان شاہ احمد اکبر نفاعی، خواجہ علی شہید، سید حسین ترمذی شیر گڑھ مردان غائب (سیر ہٹہ) شاہ شہاب الدین چشتی (تہاڑ) شیخ عبداللہ امام (گہونگ) اور شاہ محمد شریف نیادلی (نیاول اور تراوڈی) (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے آنے تک کیتھلی میں کفر و الحاد کا چرچا تھا۔ ہندوؤں اور سکھوں کا زور تھا۔ لوگ لہو و لعب میں مصروف تھے۔ اور عادات رسوم میں قدیم عربوں سے ملنے جلتے تھے۔ اس لئے اس مشرکانہ مرکز کی شکست کے لئے دو بلند پایہ ہستیاں خواجہ عبدالرشید شاہ ولایت عرف شیخ صوفی بدھنی اور سید کمال الدین ترمذی چشتی قدس سرہ (رحمہم اللہ تعالیٰ) بہت پہلے یہاں اپنا روحانی و باطنی کمال دکھانے لگے تھے۔ انہوں نے یہاں کے لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھایا، تعاون علی البر اور نبی عن المنکر کا درس دیا۔ یہ حضرات اپنی مساعی میں

کافی حد تک کامیاب ہوئے لیکن ابھی بہت کچھ باقی تھا جس کی تکمیل حضرت شاہ کمال کیتلیؒ
 قدس سرہ اور آپ کی اولاد کے ہاتھوں ہونا تھی۔ یہاں پہنچ کر حضرت اقدس نے ہشنگان
 رشد و ہدایت کے سینوں کو جام وحدت سے معمور کیا۔ کفر و الحاد کی گھاٹوں اور تیرہ و تار
 فضاؤں کو ختم کیا۔ سرکش بیباک اور وحشت خیز بگولوں اور خلافت اسلام رکموں کو مٹایا۔
 چنانچہ آگے چل کر اسی سرزمین سے نور و عرفان کے وہ سوتے پھوٹے جس سے ایک
 چمنستان بوقلموں عالم وجود میں آیا۔ اس شمع معرفت و رشد و ہدایت پر پریشانی جہات
 سے ایمان و عرفان کے متلاشی پروانوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اور اس سرزمین میں سلسلہ عالیہ قادریہ
 دن دوئی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔

علم و فضل

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتلیؒ قدس سرہ ایک علمی و ادبی اور خالص
 مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس سے پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت کے والد ماجد پچھانے
 روزگار تھے۔ اور نواح شہر کے علاوہ بیرون جات کے بہت سے فقہاء و علما ان سے
 پیچیدہ مسائل کے سمجھنے کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور وہ ان مسائل کو نہایت خوش
 اسلوبی سے سلجھایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس کی والدہ ماجدہ بھی
 اس وقت کی عورتوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ ایسے علمی گھرانے میں بچے کی پرورش
 کیوں کراچی نہ ہوگی؟ جب وہ مذہبی ماحول میں آنکھ کھولے گا، تو لازماً مذہب کا رنگ (۲۱)
 پر بھی چڑھ جائے گا۔ آپ کے والد بزرگوار کی محبت، والدہ ماجدہ کی پرورش اور مرشد
 کامل کی تربیت نے آپ پر یہ اثر کیا کہ آپ پر اس دنیا سے فانی کی حقیقت واضح ہو گئی۔ اور
 آپ سرتاپا اس محبوب حقیقی کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ جو سب کار از قہ ہے۔ اس سرگردانی
 میں آپ نے مختلف ممالک کی سیر کی، اور فرمان خدا یعنی زمین میں سیر کرد اور قدرت الہیہ کے
 نشانات دیکھ کر مطابقت مختلف رنگوں میں فطرت کا مطالعہ کیا۔ اس سیر و سیاحت نے
 جہاں آپ کے دل کے لئے تسلی کا سامان بہم پہنچایا۔ وہاں آپ کے علمی و ادبی ذہن میں بھی
 اضافہ کیا۔ اس کے علاوہ ان دنوں بغداد علم و فن کا منبع و مخزن تھا۔ یہاں کی فضا نے آپ کو
 بے حد متاثر کیا۔ پھر حضرت شہ فیصل قادریؒ ایسے مہجر عالم اور حیدر فاضل کو آپ کی تعلیم پر مامور

کیا گیا۔ جنہوں نے نگارہ اولین میں ہی بھانپ لیا کہ ذوق و شوق کے اس پتلے میں کوئی ایسی خامی نہیں جسے پورا کیا جائے اور علم و ادب کا یہ رسیا تو رسماً ادھر اُنکلا ہے۔ تاہم پرانی صلاحیتوں کو چلا بخشی اور خوب بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف آپ علم و فن کے درخشاں آفتاب۔ علم و فن کے الہی کے بحر مواج اور دنیا کے ادب کے مہر تاباں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ رومانیت فلسفہ اخلاق و نفسیات اور علم الکلام کے ماہر استاد بھی ہیں۔ اس علم و فضل کے پیش نظر اور مالت جذب کو دیکھتے ہوئے حضرت شاہ فیصل نے بعض مریدین کو آپ کی مریدی میں دیدیا تھا۔ آپ کے ایام سیاحت کے دوران میں آپ کے علمی و ادبی، اور مذہبی ذمیرے کی شہرت دُور دراز ممالک تک جا پہنچی تھی، جس کی وجہ سے مختلف مقامات سے لوگ آکر اس منبع علم و فن سے فیض حاصل کرتے۔ بلا دہند میں جب آپ کی شہرت پہنچی تو ہزار ہا لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق نظر آنے لگے۔ اور جب آپ ارض ہند میں وارد ہوئے۔ تو شش جہات سے علم و عرفان الہی کی اس شمع پر پروانے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اور خواجہ فتح علی خاں، شیخ عبدالاحد کابلی سرہندی، ہاشم بنو توی، شاہ یوسف بھکری، ملا محمد مدس سندھی اور قاضی عبدالرحمان دیپالپوری وغیرہ قدس اسرار ہم نے علم کے اس روشن مینار سے جس قدر ممکن تھا فائدہ اٹھایا آپ کے علمی مخیر اور شانِ جلالت سے یہ لوگ از حد متاثر ہوئے اور اسی لئے اس طرف کھینچے چلے آئے۔

پھر حضرت شاہ سکنندہ کبیر علی قدس سرہ آپ کے پوتے ہیں جنہوں نے آپ ہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ ہی کی آغوشِ عاطفت میں پرورش پائی۔ اس قابل جوہری نے اس عقیق کو اس طرح تراشا کہ یہ بگیں بن گیا۔ اور جب آپ کے وصال پر نیابتِ غوثیہ حضرت موصوف کے ہاتھ میں آئی۔ تو ہر طرف سے لوگ اس بحرِ لامتناہی سے فیض حاصل کرنے کے لئے تپتے تاب نظر آنے لگے اور شیخ سرہندی حضرت مجدد الف ثانی شیخ طاہر بندگی ملا عبدالرحمن دیپالپوری محمد اسلام بہاری وغیرہ قدس اسرار ہم نے فیض روحانی حاصل کیا۔ ان بزرگان کی علمی حیثیت آفتاب درخشاں کی طرح ہے۔ آج اسلامی ممالک کے بیشتر علاقوں میں ایسے بہت سے بزرگ ہیں جو ان اصحاب سے فیض حاصل کرتے رہے ہیں اور اب بھی علم و دین کی اشاعت میں مددگار مشغول ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ میراثِ علم جو دنیا کے ایک حصے کے لئے موجبِ ہدایت دینی اس کے ایک عظیم المرتبت رکن رکین حضرت شاہ کمال قادری کبیر ہیں۔ حضرت اقدس کے

جلیل القدر غلفاء مریدین اس امر کی شہادت ہیں کہ آپ روحانی علم و فضل کے لحاظ سے اپنے زمانے کے اولیائے کبار میں یگانہ روزگار کی حیثیت کے مالک تھے اور آپ کا محبوب ترین مشغلہ روحانی علوم کی اشاعت رہی ہے۔

تذکروں میں حضرت اقدس کے مکتوبات کا ذکر ملتا ہے یہ مکتوبات ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ اور اس وقت میز پر ہمارے سامنے کھلے پڑے ہیں ایک سالک مجذوب کے یہ خطوط علم و ادب کا ایک حسین مرقع ہیں۔ انہیں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ آپ کس قدر متبحر عالم اور جید فاضل تھے۔ اور روحانیت کی کیسی کیسی تجلیات آپ کے یہاں موجود تھیں۔

تنوع کے لحاظ سے آپ کے خطوط، خطے اور پند و نصائح دنیائے علم کے لئے بہترین سرمایہ ہیں لیکن افسوس کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے کہ ان بیش قیمت جواہرات کو صحیح تبصرے اور تنقید کے ساتھ یک جا نہیں کیا گیا ہے۔ جو کچھ میسر آیا ہے۔ وہ بلا تشریح و تفسیر ہے۔ اصل خطوط ناری زبان میں ہیں اور مخصوص طرزِ نثر میں لکھے گئے ہیں جو ایک عالم و فاضل ہی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ خود اس زمانے کے خطوط کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ایک یقین فرق نظر آتا ہے۔ اگرچہ اس وقت ان خطوط کا اردو ترجمہ ملتا ہے۔ لیکن اس میں وہ چاشنی اور وہ ملاوت نہیں جو اصل خطوط کا طرہ امتیاز ہے۔ کیونکہ بعض الفاظ ایسے تھے جن کا یا تو ترجمہ نہیں ہو سکا۔ اور اگر ہوا بھی ہے، تو مترجم نے بہت لاپرواہی کا ثبوت دیا ہے۔ اور کچھ عجیب قسم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس طرح وہ حلاوت باقی نہیں رہی جو اصل خطوط کا ماہ الامتیاز ہے۔ تاہم دو آتشہ شراب سد آتشہ کا مزہ دے سکتی ہے اور از نعلے دماغ اور ادنیٰ ذوق کے معیار کو سمجھنے والے اصحاب ان تراجم سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔

یوں تو یہ خطوط مختلف اصحاب کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں لیکن ان میں سے اکثر و بیشتر حضرت شاہ مولے لوالہ المکارم اور شیخ عبدالاحد کابلی قدس اسرار ہم کے نام ہیں۔ آپ زیادہ تر ایسے خطوط کا جواب تحریر فرمایا کرتے تھے۔ جو اہم مسائل کے بارے میں ہوتے تھے۔ تمام خطوط، قدیم انداز میں تحریر کئے گئے ہیں۔ اول القاب ہیں، پھر دعائیں اور پھر احوال وغیرہ۔ اکثر و بیشتر خطوط اس طرح شروع ہوتے ہیں۔۔۔

مدعا و سلام، مدحت و ثنا۔ دائم در طلب و رضائے مولانا مکتوب الیہ کا نام
برہ، مشتاق لقا، مسکین حنین، بیے نیکیں، نقیر حقیر، اسیر نفس شری، احقر الامام

کمال تام، مقیم خطہ کیمقل کی طرف سے مطالعہ فرمائیں۔ ہماری طرف ہر طرح خیریت ہے۔ اس محب کی سلامتی تمام عربیوں اور متعلقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواہاں ہوں۔

اس کے بعد آپ کو جو کچھ بیان کرنا ہوتا ہے، وہ بلا کسی تہمید و تعارف کے شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس میں گنجلک اور تعقید نام کو نہیں آنے دیتے خطوط کا ایک ایک لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کاتب سامنے بیٹھا درس میں مشغول ہے۔ اب ہم ذیل میں خطوط میں سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں۔

اس سے پیشتر کسی جگہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جذب اور سلوک تصوف کی دو اہم اصطلاحات ہیں۔ جنہیں عام آدمی سمجھنے سے نا صر ہیں۔ اور مختلف طریقوں سے ان کی تاویلات کرتے ہیں۔ حضرت اقدس ایک سالک مجذوب تھے۔ اپنی اس طبیعت کے بارے میں حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام کو ایک خط میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

اے فرزند میری یہ طبیعت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ جو کچھ ہے۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ پردہ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے راز رحمانی اور حکمت ربانی پر عیاں ہو جاتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے، خود کرتا ہے۔ ہمیں کرنے نہ کرنے سے کیا واسطہ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ عوام اللہ کے دوستوں کی ہزار ہا شکایتیں اور ان پر بے شمار طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اس لئے کہ درویشوں پر طعن و تشنیع قدیم سے ہوتے آئے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سنت قدیم ہے۔ وَلَٰكِنْ تَجِدَلِسْتِ اللّٰهَ تَبْدِيْلًا نِيزِيَهْ اَيُّهْ شَرِيْفَهْ كُو اِنْ يَكْذِبُوْكَ فَقَدْ كَذَبْتَ سَلُّ مِنْ قَبْلِكَ

بھی اس مضمون کی آئینہ دالہ ہے۔

اے خدا بر عاشقان خوشنود باش : عاشقان راعاقت محمود بادا
اس مقام میں زیادہ وہی قیل و قال کرتا ہے، جو راز سے ناواقف ہوتا ہے۔ اے
دیکھئے نبی اور ولی کے فرق کو کس طرح واضح کرتے ہیں۔

اے مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ۔

”وقت اپنے موقع پر خود پکارا اٹھتا ہے۔ کہ اٹھا اور شراب پی۔ اور خوش و
خروش پیدا کر۔ جب حقیقت آشکار ہوتی ہے تو نبی نبی ہوتا ہے اور ولی ولی
نبی صاحب ولی ہوتا ہے اور ولی اپنے کام میں پوشیدہ رازوں کا محرم ہوتا
نبی صاحب اعجاز ہوتا ہے اور ولی صاحب کرامت۔ نبی صاحب نبوت ہوتا
ہے اور ولی صاحب ولایت۔ نبی کے لئے غایت ہے اور ولی کے لئے
اقامت۔ نہ ہر وقت نبی ہوتا ہے، نہ ہر وقت ولی، ولی۔ دونوں کے حضور
میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی نبی جس انجام سے آگاہ ہوتا ہے۔ وہ اس کا اعلان
کرتا ہے۔ نبی کے پاس اصل ہوتا ہے اور ولی کے پاس اس کی نقل۔ اس کے
خلاف واقع نہیں ہوتا۔ ولی شریعت کے آداب کا لحاظ رکھتے ہیں اس لئے
نبی کے ساتھ مساوات کا دعویٰ نہیں کرتے۔“

دنیا سے سلوک میں فقر و غنا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔ اور جسے خودی اور فقر و غنا
کی دولت ہاتھ آجائے، اسے کیا چاہیے۔ ایک سوارہ میدان فقر و غنا۔ اس دنیا کا شہنشاہ ہوتا
ہے۔ جس قدر ریفارمر اس دنیا میں آئے وہ تمام اس امر پر زور دیتے رہے کہ خودی کے دامن کو
ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ حضرت اقدس ایک مکتوب میں اس طریقہ پر روشنی ڈالتے
ہوئے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔

”اے فرزند!

جن لوگوں نے فقر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی بنا دیا۔ فقر و غنا ان کے جسم کا
لباس ہے، دنیا کا مال و منال ان پر غالب نہیں آتا، اور جہان آب و گل کا گرد و غبار
ان کے دامن ہمت کو آلودہ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے عشق مولانا میں گھریا اور
مال و دولت سب کو ترک کر دیا اور پورے طور سے آزاد ہو گئے۔ عشق و
محبت کی منزل میں ان کا یہ پہلا قدم ہے۔ دوسرا قدم یہ ہے کہ انہوں نے اپنی ذات
اور اپنی ہستی کو بالکل مٹا دیا۔ وہ ایک عالم بے خودی میں جیتے ہیں۔ اپنی طرف سے
مردہ ہوتے ہیں اور خدا کی طرف سے زندہ۔“

اے مکتوب نام حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ لکھے ایضاً

فقر وفاقہ اور خودی کے بعد وحدت میں گم ہونے کی باری ہے جو شخص دریائے وحدت میں غوطہ زن ہوا۔ وہی دریا یاب کا حقدار قرار پایا۔ اور جس شخص نے اس دریا سے فائدہ اٹھانے کی جرأت نہ کی، وہ یقیناً بے نیل و مرام لوٹے گا۔ حضرت اقدس کی ایک مکتوب میں فلسفہ توحید پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

”عزیز میں اجیب ایک شخص نے اپنے آپ کو دریائے توحید میں غرق کر دیا تو پھر اس میں بشریت کہاں رہی۔ نہ یہ رہا نہ وہ رہا۔ هُوَ الْاَدْلُ۔ هُوَ الْاٰخِرُ، هُوَ الْاَطْلَهُ هُوَ الْبَاطِنُ هُوَ الْبَاطِنُ جو شخص جلال و جمال میں محو ہے، وہی فائز المرام ہے اور درجات بلند کا حقدار ہے جو شخص آپ سے گزر گیا۔ فقط خدا کا رہ گیا۔ بشریت اور غیر خدا کا قدم در میان سے جاتا رہا۔ جب فقط ذات خداوندی رہ گئی، تو زوال کہاں۔ بقا ہی بقا ہے فتا اس کے لئے مقدر ہے جو حق تعالیٰ سے دوری و ہجوری رکھتا ہے۔ اور تانوں بھی ہے کہ ہجور ہمیشہ دور رہتے ہیں۔ اور جو لوگ جلال و جمال کے مفہوم سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی آخر کار حضوری سے محروم رہتے ہیں۔ حسن و کمال کو محبوب مجازی کہتے ہیں اور اس کے در میان حق کو تلاش نہیں کرتے۔ البتہ قید میں رہ کر آزاد کو تلاش کرنا مشکل ہے۔ مُرشد کمال کے بغیر اس مقام پر کمال کو بھی زوال سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو شخص کہ توحید کے حرف خالص سے بہرہ ور ہے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ کمال وہ ہے۔ جو حق سبحانہ کا کمال ہے۔ یہ کمال توحید کے صرف خالص سے مالا مال ہے یہاں کمال در کمال ہے۔ جس کو تغیر ہے۔ نہ زوال اور نہ ہی جمال و جلال کی طاقت۔ وہ ہمیشہ کے لئے زوال میں ہے۔ اس کو توحید کے دعوے کی جرأت نہیں۔ اور توحید حق میں وہ ہمیشہ ناکامیاب و متغیر ہوتا ہے اس لئے وہ وبال میں ہے۔ اور اس کا دعویٰ کمزور ہے۔“

منازل سلوک و تصوف طے کرتے وقت مختلف اور متعدد منازل سے گزرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں یہ دولت بے بہا ہوتی ہے۔ اور جب ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں۔

لہ مکتوب بنام شیخ عبدالاحد ہرمندی قدس سرہ

سالک کے لئے تجلی کے تین درجے ہیں۔ اول صوری، دوم معنوی، سوم درائے صوری و معنوی۔ حضرت شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں حضرت اقدس سے سلوک کی منازل کے بارے میں دریافت فرمایا۔ دیکھئے حضرت اقدس ان تجلیات کی تشریح کس طرح کرتے ہیں۔

”سنوئے عزیز من! سالک کے لئے تجلی کے تین درجے ہیں۔ اول صوری۔ دوم معنوی۔ سوم درائے صوری و معنوی۔۔۔ اول سیر صوری کہ یہ بھی ایک طرح کا شاہدہ حق ہے۔ کہ سالک اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ سیر معنوی یہ ہے کہ سالک خود تو بیٹھا ہے۔ اور اس کی روح اپنے وطن میں سیر کرے۔ اور پھر واپس اپنی جگہ پر آجائے۔

اے عزیز من یہ روح القدس کا مقام ہے۔ اگر روح صفائی حاصل کرے تو پھر وہ اپنے مقام پر جا کر واپس آجاتی ہے۔ لیکن یہ مقام مکانی ہے۔ روح کے لئے ایک مقام مقرر ہے۔ اور روح اپنے مقام کی سیر کرتی ہے۔ البتہ درائے مکان روح کے لئے جانے کی گنجائش نہیں۔ اور اسے مکان سبحانیت ہے۔ عالم مکانی نہیں۔ اس مقام پر بھی پریشانی و سرگردانی ہے۔ فنا بالبقا کے بعد شہود دائمی کا درجہ ہے۔ یہاں جو تجلی نظر آتی ہے۔ وہ درائے صوری و معنوی ہے۔ ایک مقام اس سے بھی بلند تر ہے۔ اور اس مقام میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب الہی حاصل کیا۔ اور محرم اسرار ربانی ہوئے۔ اس کے بعد واپس ہوئے اور اس عالم میں تشریف لائے۔ اور جو کچھ درگاہ رب العزت سے سنا تھا اور جس پر مامور من اللہ تھے۔ دنیا کو اس کے کرنے کا حکم دیا۔ یہ مرتبہ درائے صوری و معنوی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہوا اس اسرار گاہ کا محرم کوئی نہیں ہے حضور نے اپنے اصحاب سے اور دنیا سے اس راز کا ایک کرمہ بھی بیان نہیں فرمایا۔ جو کچھ حضور نے دیکھا۔ وہ کسی کو نظر نہ آیا۔ اور جو کچھ سنا وہ کسی نے نہ سنا۔ پس یہ قرب جو آنحضرت نے حاصل کیا ہے جہت لے مکان تھا۔ یہاں نہ تو کون و مکان ہے۔ اور نہ این و آن ہے۔“

۱۰ مکتوب نام شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ۔

اور ذوق و شوق کی آگ کے سوا مطلقاً کچھ حاصل نہیں ہے۔ اس دور میں درویش اور سالک پیدا ہوئے ہیں جو اپنے آپ میں مارنے اور پیدا کرنے کی طاقت بیان کرتے ہیں۔ اور در بدر مارے مارے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ شرف الدین نمبروی کہتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ آئے گا۔ کہ لوگ مرید بنائیں گے تاکہ ان سے سیم وزر ہاتھ لگے۔ بلکہ بعض بزرگوں نے تو کہا ہے کہ جو شخص اس تبت سے مرید کرتا ہے کہ دنیا کا جاہ و جلال میسر آجائے تو یہ مرتبہ غیر مجذوبیت کا ہے۔

”حضرت خواجہ اجیری فرماتے ہیں۔ کہ سالک مجذوب کے سوا کہ اس کے دل پر جذبہ ربانی نہ طاری ہوا ہو۔ اور نہ اس نے خدائی رازوں کو پہچانا ہو۔ تو اس کے لئے سرید کرنا حرام ہے۔“

حضرت قطب عالم شیخ نور پر نور فرماتے ہیں کہ انسان وہ ہے جس کا نفس رُوح کی صورت اختیار کرے اور رُوح دل کی صفت حاصل کرے۔ اور دل سر کی صفت اور سر میں صفات حق تعالیٰ پیدا ہوں۔ یہ نکتہ ذرا دقیق ہے۔ ہر کوئی اس کے معانی نہیں سمجھ سکتا۔“

حضرت اقدس کی شان علم و فضل کو ظاہر کرنے کے لئے یہ اقتیاسات ہی کافی ہیں۔ ان کے مطالعے ہی سے قاری کے ذہن میں آپ کی عظمت و سر بلندی ابھر آتی ہے۔ اور ایک علم و فضل سے مالا مال شخصیت سامنے آتی ہے۔ حضرت اقدس کے خطوط کا ایک ایک لفظ بذات خود روشنی کی ایک ایسی مشعل ہے جو بھولے بھٹکے مسافر کی اندھیری رات میں رہنمائی کرتی ہے اور جن سے شہدِ محبت، خلقِ معرفت اور جذبہ و مدت ٹپکتا ہے۔ طبیعت نے بہتیرا زور مارا کہ تمام خطوط نقل کر دیے جائیں لیکن آخر کتاب کی ترتیب اور ضخامت اٹے آئی۔ اور انہیں چند اقتیاسات پر قناعت کرنا پڑی۔ قاری کے لئے سکون قلب کا سامان پیدا کرنے کے لئے یہ اقتیاسات ہی کافی ہیں۔ ممکن ہے۔ کوئی اور صاحب اس موضوع پر خاموش فرمائی کرتے ہوئے گوئے بدقت لے جائیں۔

آپ کے خطوط اور خطبات میں عربی اور فارسی زبان کے بیشتر اشعار پائے جاتے

الحمد للہ علیٰ ما آتانا منہ

ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پ عہدہ شعری ذوق کے مالک بھی تھے۔ اور بہت سے قدیم اور معاصر شعرا کے اشعار تو ک زبان تھے۔ ہر شعر کو خطبات و خطوط میں مناسب اور موزوں موقع پر استعمال کیا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا انگشتری میں نگینہ جڑا ہوا ہے۔ مکتوب میں جا بجا شعروں کے استعمال نے خطوط کو اور بھی قابل قدر بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ مکتوبات و خطبات کا مطالعہ کرنے سے آپ کے عمق مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ حضرت اقدس ایک سالک مجذوب تھے۔ لیکن جب یہ جذبہ کچھ ٹھنڈا پڑتا اور آپ عام حالت میں ہوتے تھے۔ تو لوگوں کو پسند و نصائح کیا کرتے۔ آپ کے خطبات پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کس قدر فصیح البیان اور شیریں مقال خطیب تھے۔ آپ کے خطبات علم و ادب کا ایک خزانہ ہیں۔ جو جو اہر نور سے معمور ہیں۔ ایک ایک لفظ بذات خود ایک کوزہ ہے۔ جس میں ایک تند و تیز دریا کو بند کر دیا گیا ہے۔

زبدۃ المقامات کے مصنف نے لکھا ہے۔ کہ عوام و خواص آپ سے مسائل تصوف کا حل دریافت کرنے کے لئے دور دراز سے آیا کرتے تھے۔ گلزار خوارق میں ہے کہ ایک بار حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی اور حضرت شیخ اسمعیل بندگانگی قدس اسرار ہم کے دل میں علوم باطنی اور حقائق وحدانیت کو معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ وہ ”العلم حجاب اکبر“ کا انکشاف چاہتے تھے۔ اپنے دل کی اس گرہ کو کھولنے کی کوشش کرنے کے لئے وہ اکثر فقر اور اہل صوف کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ لیکن مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ اس تک و دو میں وہ ولایت پورب میں ایک درویش شیخ بہار خاں سے ملے۔ شیخ بہار خاں کے ہاتھ میں ہر وقت دو گز لمبی تھیلی رہتی تھی۔ جو سائل آتا تھا اس میں سے کچھ رقم لے کر اس کو دے دیتے تھے۔ سوالی آتے اور اپنی مرادیں پوری کر کے چلے جاتے۔ لیکن یہ پوشیدہ خزانہ کم ہوا۔ وہیں نہ آتا تھا۔ ان حضرات نے اپنا عقدہ لایجل ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے ابھی یہی بات کو سنا بھی نہیں تھا۔ کہ کہا۔ ان اشکال کو منجملہ مشائخین نامدار حضرت شاہ کمال قادری ماکن علاقہ کیتھل و سامانہ ہی حل کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر دونوں حضرات رخصت ہوئے۔ چونکہ شیخ اسمعیل کا وطن مالون پانی پت تھا۔ لہذا وہ وہاں ٹھہر گئے۔ اور شیخ عبدالاحد، حضرت

۱۔ یہ صاحب حضرت شیخ جلال الدین پانی پت کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ (مؤلف)

شیخ جلال الدینؒ تھا بھری قدس اسرارہم کی خدمت میں پیش ہوئے ان دنوں حضرت شاہ کمال کینقلی قدس اسرارہم تھا بھری میں مقیم تھے۔ حضرت نے ان کے دل خطرات سے مطلع ہو کر مسکندہ اسٹیج جلال الدینؒ کے سامنے رکھا۔ شیخ موصوف نے کہا کہ اس نکتہ غریب کا جواب تنہائی طلب ہے۔ حضرت نے دوبارہ فرمایا کہ عوام و خواص حصول فیض کی غرض سے آپ کے گرد جمع ہیں۔ مہربانی کر کے اس مسئلے کی وضاحت کیجئے۔ کیونکہ بے دانش اور بے خبر لوگ اس نکتہ کے ادراک سے خود ہی عاجز ہیں۔ ایسے میں یہی مجلس خلوت کے مترادف ہے۔ شیخ موصوفؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ یہ بات خلوت میں ہی کی جاسکتی ہے۔ حضرت اقدس یہ سن کر وہاں سے رخصت ہو گئے۔ شیخ عبدالاحدؒ کے اختیار کی باگ ڈور جاتی رہی اور حضرت اقدس کے اٹھتے ہی آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہ سوار کون صاحب دولت ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بزرگ غوث الاعظمؒ کے فرندوں میں سے ہیں۔ جن کا اسم گرامی حضرت شاہ کمال قادریؒ ہے۔ اور جو دور حاضر کے عظیم الشان مشائخین میں سے ہیں۔ شیخ عبدالاحدؒ یہ سنتے ہی حضرت کے قدمبوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "عبدالاحد خیریت سے تو ہو، ہومرض کی آپ ایسے بزرگوں کی زیارت نصیب ہو گئی ہے۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خود سندی ہو سکتی ہے۔" حضرت اقدس نے ان کی پیٹھ پر تھپکی دی۔ اور اشکال غریب کے خلیجان سے کماحقہ آگاہی بخشی۔ جس سے ان کی عقیدت و ارادت میں یہاں تک پختگی پیدا ہوئی کہ تمام عمر حضور کی بندگی و ملقبہ بگوشی میں مستعد رہے۔

میدان کشف و مجاہدات میں بھی حضرت اقدس یکتائے روزگار نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تین چار روز سے آپ اپنے قدمبارک کو جھکائے ہوئے گھر تشریف لے جاتے۔ اور اسی حال میں باہر تشریف لاتے۔ آپ کے محرم خاص فتح خاں نامی نے خلوت میں اس کی وجہ دریافت کرتے ہوئے عرض کی کہ یا سیدی۔ چار روز سے حضور کا روتے مبارک خلاف عادت واقع ہوا ہے۔ اس حال کی کیفیت سے سرفراز فرمائیے۔ حضرت نے قدرے تامل کیا۔ لیکن فتح خاں کے پیہم اصرار پر آپ نے اپنے سر سے دستار مبارک اتارنے ہوئے فرمایا۔ کہ دیکھو۔ کثرت تجلیات و انوار الہی کے باعث سر زخمی ہو گیا ہے۔ چونکہ سر کا گوشت مطلق آتر چکا ہے۔ لہذا سر اٹھانے کی ہمت نہیں۔ لاجرم سر جھکا جھکا کر چلتا ہوں۔

غرض اس مختصر تبصرے سے یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت اقدس علی وادبی حیثیت سے کس قدر بلند شخصیت کے مالک تھے۔ آپ علم و فضل کے آفتاب درخشاں علم الہی و عرفان کے بحر موج اور دنیا کے ادب کے مہر تاباں تھے۔ آپ معرفت و روحانیت، فلسفہ اخلاق، نفسیات اور علم کلام کے استادِ کامل، فقر و تصوف، عبادت و ریاضت، توکل و رضا، زہد و اتقا اور علم و عرفان کے مردِ میدان تھے۔ آپ کی اس عظیم المرتبت شخصیت کے سامنے اس دور کے بلند پایہ صوفیاء، مشائخِ اقطاب اور اولیاء اللہ دم بخود اور سرنگوں نظر آتے ہیں۔

شانِ بزرگی۔

آپ ایک جلیل القدر اور با عظمت دلی ہو گزرے ہیں۔ جس کا اقرار مشائخین وقت نے کیا ہے۔ اور یہ اعتراف کچھ اس قسم کا ہے۔ کہ یہ آپ کی شخصیت کو دو بالا کر دیتا ہے اور آپ کی شخصیت رفعت بدوش نظر آتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحدؒ فرماتے ہیں کہ:۔
”مجھے نسبتِ فردیت جو اولیائے اُمت کا آخری عروج ہے۔ حضرت شاہ کمال قادری کینقلیؒ نے عطا فرمائی۔ جو جذبہ قوی اور خوارقِ عظیم داسے بزرگ تھے۔“

اسی امر کا اعتراف شیخ مجدد الف ثانیؒ نے اپنی تصانیف میں جا بجا کیا ہے۔ اور عموماً اس طرح گوہر افشانی کی ہے۔

”اس درویشِ رامایہ نسبتِ فردیت کہ عروجِ اخیرِ مخصوص بانست از پدر بزرگوارِ خود حاصل شدہ بود۔ پدر بزرگوار اور از عزیزِ ی کہ جذبہ قوی داشتند و بخوارق مشہور بودند بدست آمدہ بود۔“

یعنی:-

”اس درویش کو نسبتِ فردیت کا متاع جس سے اولیائے اُمت کا آخری عروجِ مخصوص ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوا تھا۔ والد بزرگوار نے اس نسبت کو ایک بزرگ سے حاصل کیا تھا۔ جو اپنے زمانے کے

صاحب جذبہ تھے اور کرامات و خوارق میں فرزند مانہ تھے“
 اور زبدۃ المقامات اور دوسرے تذکروں میں بصراحت لکھا ہے:-
 و مراد حضرت ابیثناں (حضرت مجددؒ) ازاں عربین کثیر الجذبہ و الخوارق شیخ
 کمال قادریؒ است“

یعنی:-

”عربین کثیر الجذبہ و الخوارق سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مراد حضرت
 شاہ کمال قادریؒ (کیتھلی) ہیں“
 حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فرزند ان کے تابعین اور لاہور کے مشہور زمانہ
 قطب حضرت شیخ طاہر بندگیؒ یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں:-
 ”کبیر الملک العشاق حضرت شاہ کمال قادریؒ کیتھلی اور رڈس الادیبا حضرت شاہ
 سکندر کا شمار ان فقید المثل اور صاحب تصرف بزرگوں میں ہوتا ہے، جن کی
 نظیر اویاے متقدمین میں بھی کم نظر آتی ہے“
 حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:-

”چوں نظر کشفے سر دادہ سے شود۔ بعد از حضرت غوث الثقلین از مشائخ
 سلسلہ عالیہ قادریہ شیخ کمال اقل قلیل بتظر در آمدہ اند“

یعنی:-

”جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے۔ تو مجھے سلسلہ عالیہ قادریہ
 میں حضرت غوث الثقلینؒ کے بعد حضرت شہ کمال (کیتھلی) ایسی کوئی
 عظیم المرتبت ہستی نظر نہیں آتی“
 حضرت شیخ عبدالاحد نے فرمایا:-

”شیخ چون در میان معارفِ علمی و تعین اسرارِ رمی در آمدند بعضے اوقات
 و قائلین آن اسرار آنکہ مہارت علی مستمان را کامل بود۔ بعد از تفکر و تاویل
 بسیار بمرور ایام حل سے شد و بفہم درآمد“

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک بار حضرت خواجہ محمد معشوق طوسیؒ قدس اللہ
 سرہ کے احوال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شہ کمالؒ بھی اسی عالم سے تھے“
 (حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھئے)

حضرت اقدس کے کیتھل تشریف لے جانے سے قبل خواجہ عبدالرشید شاہِ ولایت المعروف صوفی بدھنی میہاں اپنا زور باطنی دکھانے کے تھے۔ حضرت خواجہ عبدالرشید نے حضرت کی آمد سے لوگوں کو ان الفاظ میں خبردار فرمایا تھا۔

۱۔ خواجہ محمد معشوق طوسی کا نام محمد تھا۔ عاقل اور مجنون تھے۔ بڑے بزرگ صاحبِ حال باکمال تھے۔ طوس میں رہتے تھے۔ آپ کا نزار مبارک بھی طوس میں ہی واقع ہے۔ جب شیخ ابوسعید ابوالخیر قصیہ ہمدنہ سے نیشاپور جانے لگے اور طوس کے ایک نواحی گاؤں میں پہنچے۔ تو ایک درویش سے فرمایا کہ طوس میں خواجہ محمد معشوق کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت لے کر آؤ۔ کہ کیا ہم آپ کے شہر و ولایت میں آسکتا ہوں جب وہ درویش حضرت خواجہ کے پاس پہنچا اور حضرت شیخ کا بیٹھام گوش گزار کیا، تو آپ مسکرائے اور فرمانے لگے۔ جا کہہ دے کہ آجائیں۔ اس پر حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے بھی حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر کا استقبال کیا۔ اور معالفت فرمایا۔ عین القضاة ہمدانی نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے۔ کہ آپ نماز نہ پڑھتے تھے۔ مولانا عبدالرحمان جانی، نفحات الانس میں فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد موسیٰ اور خواجہ امام احمد غزالی سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام صدیقین کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ہم خاک ہوتے اور خاک ہو کر ایک دن حضرت محمد معشوق طوسی کا قدم مبارک اس خاک پر رکھتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر طوس کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ خواجہ محمد معشوق نے قبا پہنی ہوئی تھی۔ اچانک آپ نے اپنی قبا پر ایک گرہ لگائی اور شیخ ابوسعید ابوالخیر کی زبان بند ہو گئی۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر نے کہا اے سلطانِ عصر اور اے سرورِ وجود قبا کے بند کو کھول ڈالو۔ کیوں کہ آپ نے تو آسمان اور زمین کے ساتوں طبقوں پر بند لگا دیا ہے۔

نفحات الانس ص ۲۴۹-۲۵۰ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۸ء

”کچھ عرصے بعد اس سرزمین پر ایک شیرِ خدا آئے گا۔ اور لوگوں کو دولتِ باطن سے مالا مال کر دے گا۔ اس کی شانِ بلائت سے بچتے رہنا۔“

ایک مرتبہ حضرت باواستیل پوریؒ نے فرمایا ہے۔

”الحمد للہ مجھے انسانِ کامل کی صحبت میں نخلِ ہستی کا ثمر مل گیا ہے۔“

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ نے فرمایا ہے۔

”ملک العشق شاہ کمال کیتھلی، عاشقوں کے سردار ہیں۔ اولیاء اللہ کے قلوب

اور احوال کو اللہ تعالیٰ نے ان کے قابو میں دے رکھا ہے۔“

متحدہ پنجاب کے ایک سابق کمشنر ایسے سٹینٹ سیکرٹری۔ ایس۔ ایس۔ ٹونے اپنی کتاب بندوبست صنلح کرنا میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کی اولاد کو عزت و شرافت کی عظیم شان یادگار مانا ہے۔

حضرت شاہ میراں بھیک قدس اسرارم ایک مرتبہ حضرت اقدس کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے کیتھلی تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا۔ جب قریب پہنچے۔ تو شاہ بھیک قدس سرہ نے لوگوں کو فرمایا۔ ”تم پہلے چلو۔ یا مجھے پہلے جانے دو۔“ جب اس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ”اس دربار کی حاضری کے لئے شان و شوکت سے جانا بے ادبی ہے۔ یہاں توبہ لے کر سامان ہی اولیٰ و مناسب ہے۔ اس لئے میرے تمہارے درمیان فاصلہ ہونا چاہیے۔ ہجوم پیچھے رہ گیا۔ اور آپ تنہا آستانہ عالیہ میں داخل ہو گئے آپ جو کھٹ پکڑے کھڑے تھے۔ کہ کسی نے پشت کی جانب سے گرتے پکڑ کر جھٹک دیا۔ جب مڑ کر دیکھا۔ تو ایک عالی مرتبہ ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ ”میرے اور سرکار کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث بن گیا ہے۔“ اس پر حضرت شاہ بھیک قدس سرہ نے وہ جگہ چھوڑ دی اور ساتھ ہی حضرت شاہ بھیک قدس سرہ پر ہیبت طاری ہو گئی۔

خواجہ بیب اللہ سرہندی مصنف گلزارِ خوارق اپنے تذکرے میں رقمطراز ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں تلاش روزگار کے سلسلے میں ملتان پہنچا۔ خواجہ خواجگان حضرت بہاؤ الدین زکریا کے مزار اقدس پر حاضری دینے کے بعد آیا۔ حضرت شیخ نظیر سجادہ نشین کی خدمت میں پہنچا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ”میاں کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہو؟“ میں نے عرض کیا۔ ”حضرت شمس الدین تادری کیتھلی کی گلی کے گتوں میں سے ہوں۔“ فرمانے لگے۔ ”وہ شاہ کمال۔“

منقلب الاحوال اور تسلب مردانِ خدا ہیں۔ اس پر میں غیرت سے آبِ آب ہو گیا۔ وہ صاحبِ نظر تھے۔ نورِ فراست سے سمجھ گئے۔ اور فرمایا: ”غمگین مت ہو۔ کہ حضرت اقدس درگاہِ خداوندی میں اتنا بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ کہ مردانِ خدا میں جو شخص ان کی نگاہ میں آ جانا ہے۔ ان کے ایک ہی مرتبہ دیکھنے سے تہی دست ہو جاتا ہے۔ اور کرامت و ولایت کا کوئی اثر اس میں باقی نہیں رہتا۔ ایک دن مجھ بندہ کی طرف بھی قہراً لو دنکا ہوں سے دیکھا تھا کہ اتنے میں حضرت بہاؤ الدین زکریا اقدس سرہ نے اپنا دست مبارک میرے شانے پر رکھا۔ اور ظاہری طور پر میری مدد فرمائی۔ تب میں ان کی نگاہوں سے بچا۔ یہ آپ کے پیرو مشد کا کمال مراتب ہے اور بدیں وجہ وہ مشائخ نامدار و اولیائے کبار میں شمار کئے جاتے ہیں۔“

ایشارہ استغناء

ایشارہ کے لغوی معنی ہیں۔ اپنے آپ پر دوسرے کو تیز سج دینا اور استغناء کا مطلب ہے۔ ”پر و انہ کرنا“ یہ صفات ہی کسی ایک انسان کو دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ اور انسان کو ملکوتی صفات کا حامل بنا دیتی ہیں۔ جس شخص میں یہ صفات موجود ہیں یقیناً وہ ارفع و اعلیٰ مراتب کا حقدار ہے۔

سلوک و تصوف کی منازل طے کرنے کے لئے لازمی ہے کہ سالک یا صوفی میں یہ صفات پائی جائیں۔ کیوں کہ جب تک یہ لوگ دنیا کی زنجیروں کو نہیں توڑیں گے۔ اس وقت تک ایک قدم بھی نہیں چل سکیں گے۔ اور یہ زنجیریں اور بندھن تم بھی توڑے جا سکتے ہیں کہ ایشارہ و استغناء کو اپنا شعار بنالیں۔ کیوں کہ فقیر تو راضی برضاے الہی ہوتا ہے اسے امروز و فردا سے کیا غرض۔

حضرت شاہ کمال کبچلی ندس سزا انسانیت کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ جہاں ریاضت و عبادت اور کشف و مجاہدہ میں لاثانی تھے۔ وہاں دیگر اوصاف جہیلہ و اخلاق جلیلہ سے بھی متصف تھے، اتبار سنتِ نبوی کو عین ایمان سمجھتے تھے اور کسی حالت میں بھی اس شعار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، فقر و غنا کے پتلے تھے اور اپنے مہربان کو ہمیشہ خودی اور فقر کو برقرار رکھنے کی تلقین و ہدایت فرماتے، اس سلسلے میں اپنے معاصرین

اولیاء اللہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے اور بعض جگہ تو وہ ان سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ حضرت کو اس بات پر فخر تھا کہ میں اپنے جدا مجد سرور کائنات جناب حضرت محمد مصطفیٰ سلیم کی شریعت کو پورا کر رہا ہوں۔ کیوں کہ آنحضرت کی متابعت میں فخر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔ یہی خصوصیت تھی۔ جس نے بڑے بڑے کالمین وقت کو آپ کے در پرنا صبیہ فرسائی پر مجبور کر دیا۔

اس سے بڑھ کر فقر و استغناء کی اور کیا مثال مل سکتی ہے، کہ اوائل سیر و سیاحت میں آپ کے پاسے مبارک میں لوہے کی ایک زنجیر رہتی ہے۔ فقراء کی ایک جماعت ہمراہ ہے اور آپ پہاڑ پر چلے جا رہے ہیں۔ کہ زنجیر پاس پتھر سے مس ہو کر تمام کی تمام سونا بن جاتی ہے۔ ایثار و استغناء کا یہ پتلا ذرا زنجیر اتار کر پھینک دیتا ہے۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ آپ بہت عرصے سے غلبہ شوق کے عالم میں صحرا نوردی و دست پیمائی کرتے رہے اس دوران میں خورد و نوش کی کوئی پروا نہ کرتے تھے۔ لیکن جب آیتہ شریفہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَدًّا إِلَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ - (یعنی ہم نے انہیں ایسے نہیں بنائے ہیں کہ وہ کھانا نہ کھائیں) کا خیال آتا تو اس وقت تھوڑا بہت کھا لیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ بحالت جذب دستی پنجاب کے علاقہ میں صحرا نوردی کر رہے تھے۔ کہ ایک طالب راہ الہی سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو اپنے ہاں ہمان رکھا، صبح کو چلتے وقت چھ عدد بیٹی روٹیاں بطور زاد راہ رومال میں باندھ کر آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ایک جنگل میں پہنچ کر اس نے اس رومال کو درخت کی ایک شاخ سے باندھ دیا۔ اور اجازت لے کر اپنے گھر روانہ ہو گیا۔ چھ ماہ گزرنے پر اسے دوبارہ شوق زیارت دامن گیر ہوا۔ وہ گھر سے چل کھڑا ہوا اور اسی درخت کو ڈھونڈ نکالا۔ جس کے نیچے آپ قیام فرماتے تھے۔ دیکھا کہ آپ سامنے سے تشریف لارہے ہیں۔ اس نے ملاقات کیلئے اپنے دل کی پیاس بجھائی۔ اتفاقاً اس کی نظر اوپر پڑی۔ تو رومال مع روٹیوں کے اسی طرح بندھا ہوا پایا۔ متعجب ہو کر پوچھا تو حضرت نے فرمایا: خدا نے بزرگ اپنی رحمت کاملہ کی بدولت غیب سے تازہ روٹی دیتا ہے۔ پھر مجھے اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا: اس روزی غیب سے مجھے بھی بہرہ ور فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اگر اس میں سے تجھے ایک لقمہ بھی دے دوں تو تو یہاں سے اٹھنے سے لگا۔ اور زان و فرزند سب کچھ بھول جائے گا۔

اسی دشت پیمائی اور صحرا نوردی میں سمرقند گئے تو حاکم سمرقند براق خاں نے جہان نواز کی سعادت حاصل کرنا چاہی اور بخارا کی طرف بقرض سیاحت آنکے تو حاکم بخارا رہبان خاں نے خاطر مدارات کرنا چاہی لیکن آپ نے کہیں بھی سرکاری مراعات قبول نہ فرمائیں۔

تذکرہ شراف غوثیہ اور گلزار خوارق کے مصنفین نے لکھا ہے۔ کہ ایک روز آپ کے مرید و خلیفہ باواستیل پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے چھوٹے صاحبزادے باہر تشریف لائے ان کے چہرے سے خستگی و ناتوانائی کے آثار نمایاں تھے۔ باوا صاحب نے ان سے خستگی و ناتوانائی کی وجہ دریافت کی۔ تو صاحبزادے نے بوجہ صغریٰ و بے تکلفی بتا دیا کہ کئی روز سے کھانا نہیں کھایا۔ باوا صاحب نے جب یہ الفاظ سنے تو حیران رہ گئے کہ اس جلیل القدر بزرگ کے ہاں یہ ناداری و مفلسی! باوا صاحب اٹے پاؤں لوٹے۔ اور ایک سنگ پارس لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ سنگ پارس پیش کرتے ہوئے عرض کیا: یا سیدی۔ اس سے لوہے کو مس کیا جائے تو وہ سونابن جاتا ہے! آپ نے یہ سن کر اسے ایک طاقے میں رکھنے کا حکم دیا۔ کچھ روز بعد باوا صاحب پھر تشریف لائے۔ یہی حالت دیکھ کر پھر حیران و ششدر رہ گئے۔ کہ سنگ پارس کے باوجود یہ تنگی ترشی۔ اسی اثنا میں آپ باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا: استیل پوری! آؤ باہر چلیں۔ دونوں حضرات باہر چلے گئے۔ حضرت نے استنجا کیا۔ اور ڈھیلہ زمین پر دے ملا۔ جہاں ڈھیلہ پڑا۔ وہ زمین سونابن گئی۔ آپ نے فرمایا کہ جتنا چاہو اٹھا لو! پھر فرمایا تنگ دستی و بے بسی کی وجہ سے یہ ناقہ کشتی نہیں۔ بلکہ یہ تو میں اپنے جد امجد رسول کریم (صلعم) کی سنت ادا کر رہا ہوں۔ کیوں کہ آنجناب (صلعم) کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں! باواستیل پوری بے ساختہ پکار اٹھے: الحمد للہ! انسان کامل کی صحبت میں مجھے نخل ہستی کا ثمر مل گیا ہے! آپ نے پھر فرمایا: اگرچہ اس خاک سے لوہا سونابن جاتا ہے۔ مگر دل پر گرانی رہتی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ دنیاوی آرزوں سے نجات مل گئی ہے! اور پھر باواستیل پوری کی وہ تمام چیزیں دریا برد کرادیں۔ یہی چیزیں ہیں جو انسان کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتی ہیں علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

تیری خاک میں ہے اگر شر تو خیال فقر و غنا نہ کہ

کہ جہان میں نانِ شعیب ہے مدارِ قوتِ حیدری

جب آپ ملتان تشریف لائے تو شیر شاہ سوری کے نائب نے آپ کو سر آنکھوں

پڑٹھایا۔ اور ہر قسم کی مراعات پیش کیں۔ لیکن آپ نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور ایک حجرے میں رہنا پسند فرمایا۔

اگرچہ آپ کے ہاں فتوحات و نذرو تیا ز کثرت سے آیا کرتی تھیں۔ لیکن اس حالت میں بھی آپ نے صبر و ایثار کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا آپ اس تمام نذر و نیاز کو خیرات کر دیا کرتے تھے۔

آپ اور آپ کے زبیر و خلیفہ اکبر حضرت شاہ سکندر کبیتلی سے شیر شاہ اور الٹر تاجدارانِ وقت کو بے حد عقیدت رتی ہے چنانچہ ان کی طرف سے آپ کی درگاہ اور آپ کے خاندان کے لئے بکیر موقوف ہوتی آئی ہیں۔ گلزار الخوارق کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک بار شیر شاہ سوری کو کسی ہم میں کوئی وقت پیش آئی تو اس نے غوث صمدانی حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کی منت مانی کہ اگر اس ہم میں کامیاب ہو گیا تو گیارہ سو اشرافیاں حضرت کے خاندان کے کسی ذی شان بزرگ کی نذر کروں گا آخر وہ اس ہم میں کامیاب ہو گیا اور اس ایفا سے عہد کی غرض سے اپنے امیر خاص میاں محمد فرعی سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص ایسا مل سکتا ہے جو پیران پیر کی اولاد یا خلفاء میں سے صاحبِ ولایت ہو جسے بے نذر پیش کر دی جاوے۔ امیر موصوف نے جواب دیا۔ کہ خاندانِ قادریہ کے زمرہ مشائخ میں ایک صاحبِ ولایت بزرگ حضرت شاہ کمال قادریؒ ہیں جو جگر گوشہ پیران پیرؒ ہیں اور حال ہی میں ہندوستان میں وارد ہوئے ہیں۔ اور آجکل شہر میں گوشہ قناعت میں قیام پذیر ہیں۔ گورنر ملتان کے نام فرمان جاری ہوا۔ کہ شاہی خزانے سے گیارہ سو اشرافیاں بطور نذر محمدوم پاک حضرت شاہ کمال قادری کے حضور پیش کر دی جائیں جس پر عالم ملتان نے اپنے ایک درباری کے ہاتھ مذکور و نذر روانہ کر دی۔ جب وہ نذر حضور

۱۵۲۲ء میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہم مارواڑ پر حملے کے سلسلے میں تھی۔ شیر شاہ سوری نے ۱۵۲۹ء میں ملتان فتح کرنے کے بعد لگے ہی سال مارواڑ پر حملہ کیا تھا۔ اس زمانے میں حضرت شاہ کمال کبیتلی مقیم تھے۔ آپ کی شرافت نبی، ناندانی و جابست، بلندی مناقب اور علو استعداد کی شہرت بچی اور عوام کے ساتھ ساتھ خواص بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئے تھے۔ عالم ملتان اور شیر شاہ دوسرے مقررین بھی انہی لوگوں میں سے تھے۔ اس لئے میاں محمد فرعی نے حضرت اقدس کا تذکرہ سوری کے سامنے عمدہ الفاظ میں کیا تھا۔ (مؤلف)

میں گزرائی گئی۔ تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا اہم درویشوں کو غوث العالمینؒ کا اسم مبارک ہی کافی ہے محتاج اور بہت ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ میں ہی یہ رقم لوں۔ مقربان بارگاہ سلطان لوٹ آئے۔ اور تمام گفتگو من و عن حاکم ملتان کو جاسنائی۔ اس نے یہ واقعہ شیرشاہ سوری کو لکھ بھیجا۔ اس نے جو ابا تھر پیکہ کہ تم خود جا کر حضرت کی خدمت میں ادب و احترام کے ساتھ پیش کر دو۔ ادھر شیرشاہ سوری کو یاد آیا کہ وہ جس وقت مختلف الجھنوں میں گرفتار تھا تو ایک مرد خدا نے ان تمام مصائب و آلام سے نجات دلائی تھی۔ خیال ہوا کہ شاید یہی حسنی الاصل بزرگ ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میاں محمد فرعی خاں کو اسی تکمیل کی غرض سے روانہ کر دیا۔ ادھر حاکم ملتان فرمان ملتے ہی حضرت کے در دولت پر حاضر ہوا۔ اور نذر مذکور نہایت ادب سے خدمت عالیہ میں پیش کی۔ لیکن خودی فقر و غنا اور ایثار و استغناء کے اس پتلے کی طرف سے پھر وہی الفاظ کہ جہاؤ یہ غزا اور مساکین میں تقسیم کرادو۔ کیوں کہ یہ لوگ اس امداد کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور شیرشاہ کو لکھو کہ تمہارا اندر اتہ قبول ہو چکا ہے۔ مزید یہ بھی لکھو کہ تم جو عمائدین سلطنت سے دریافت کر رہے ہو۔ کیا تمہیں یا ذہبیں کہ میری ملاقات جامع مسجد دہلی میں تم سے ہو چکی ہے۔ اور اس دوران میں جو گفتگو ہوئی تھی وہ بھی یاد کرائی۔

دیں اثناء میاں محمد فرعی خاں بھی آہنچے۔ حاکم ملتان سے بات چیت کے کچھ جملے ان کے کانوں میں پڑے۔ جس سے حضرت اقدس کی عظمت و بزرگی ان پر کما حقہ ظاہر ہو گئی۔ اور یہ لوگ ہزار جان سے زیارت کے لئے بے تاب ہو گئے۔ اختتام گفتگو پر یہ لوگ دارالسلطنت کی طرف چلے گئے۔ اور میاں محمد فرعی نے حضرت اقدس کا بدایت نامہ بجنہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جس سے شیرشاہ سوری کو حضرت اقدس کے بتائے ہوئے سارے واقعات یاد آئے۔

دربار قادی میں لکھا ہے کہ حضرت اقدس مریدوں کو نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ فقیروں کی خدمت کرو اور امیروں سے دور رہو۔ حضرت اقدس کی خدمت میں فتوح و نیاز بہت آتی تھیں۔ مگر آپ مال و متاع سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔ جو آتا تھا، فقراء میں تقسیم فرمادیتے۔ اکثر آپ کے گھر فاقہ ہی رہتا تھا۔ ایک دفعہ شیرشاہ سوری شاہ ہند نے اشرافیوں کے توڑے بھیجے۔ حضرت اقدس نے لینے سے انکار فرما دیا۔ اور اس کو تھر پیکہ کہ تھجھ کو دوست سمجھتا ہوں۔ اور تو میرے پاس ایسی چیز بھیجتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ مردار فرماتا ہے۔

گلزار خوارق میں بسے کہ ایک بار حضرت شاہ کمال کیتھلی مقدس سرہ سیر و سیاحت کی غرض سے اگرہ تشریف لے گئے یہاں امیر الامراء سید حامد کے ہاں فروکش تھے۔ کہ ملا مبارک ناگوری آپ کی زیارت کو آئے۔ اور دعا اور نصیحت کے لئے عرض کیا آپ نے انہیں درس و تدریس میں مشغول ہو جانے کے لئے کہا۔ اور فرمایا کہ بادشاہوں کی قربت سے پرہیز کرو اور معاد و معاش کے لئے کسی متمول شخص کے دروازہ پر نا صیہ فرسائی نہ کرو۔

حضرت اقدس ازل سے ایک درد مند دل لے کر آئے تھے۔ جب کبھی آپ کسی کو مصیبت میں گرفتار دیکھ پاتے۔ تو آپ کا دل پسچ جاتا اور آپ اس شخص کی مصیبت رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔ کوئی سائل بھی آپ کے ہاں سے خالی نہیں گیا۔ مصیبت میں گرفتار برنا و پیر، زن و مرد، امیر و غریب اور شہنشاہ و گداغریبیکہ ہر کوئی آپ سے مستفید ہوتا ایک دفعہ شیخ تاج الدین قریشی حاکم ملتان کے اصطلیل کا دار و نہ گھوڑوں کی نگہداشت سے غفلت برتنے کے الزام میں برخواست کر دیا گیا۔ وہ حضرت اقدس کی خدمت میں شب و روز رہنے لگا۔ حضرت اقدس نے ایک روز فرمایا جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ اس نے عرض کی: حضور افلاس و ناداری سے بے فکری اور دولت مندی میری قسمت میں ہو جائے حضرت اقدس نے فرمایا: تو نے دنیا طلب کی ہے۔ نادان آخرت پر نظر رکھ کیوں کہ آخرت پر نظر رکھنے والوں کو نہ اس جگہ میں کچھ غم نہ اس جہان میں سزا و جزا کا اندیشہ۔ اس نے کہا دنیا درست ہونے کے بعد دین بھی مکمل ہو جائے گا۔ اور جب حضور کا سہارا مل گیا ہے تو دین کا کیا فکر ہے؟ آپ نے اسے چار ہزار روپے قرض دلا دیئے۔ اور ایک عمدہ گھوڑا خرید کر اسے دیدیا تاج الدین پھر حاکم ملتان کی ملازمت میں آگیا۔ اور اس کے حسن کارکردگی پر چار پرگنوں کی حکومت اسے مل گئی۔ اور پھر سے دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ حضرت اقدس نے اسے ایک ہمایونی دے رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تک یہ تمہاری کمر سے بندھی رہے گی۔ دولت میں کمی نہ ہوگی۔ اگر اسے کمر سے اتار دے گا۔ تو پھر تمہاری ذمہ داری نہ ہوگی۔ کچھ عرصے تو تاج الدین نے یہ ہمایونی اپنے پاس احتیاط سے رکھی لیکن ایک روز تاج الدین کے مصاحبین کہنے لگے کہ تمہاری کمر سے یہ پرانی اور پٹی ہوئی ہمایونی بندھے رہنا تمہاری شان کے خلاف ہے۔ شروع شروع میں تو اس نے ان اساطیر کی پروا نہ کی۔ لیکن جب احباب بہم اصرار کرنے لگے تو اسے کمر سے کھول مچل کے خلاف میں پیٹ کر ایک گھڑی میں رکھ دیا۔ کچھ عرصے بعد حکومت کو شبہ ہوا۔ کہ اس نے

پرگنوں کی مالگزاری پوری ادا نہیں کی۔ شاہی حکم سے جانچ پڑتال شروع ہو گئی، اس کے فے بہت سا روپیہ نکلا۔ اس جرم میں اسے کوڑوں کی سزا ہو گئی جب اس پر کوڑے پڑنے لگے تو اس نے ہر کوڑے پر صدادی کہ پیر دستگیر فرماد کا یہی وقت ہے۔ اس وقت حضرت اقدس ملتان سے دور کسی دوسری جگہ ایک مرید کے گھر مدعو تھے۔ آپ کے سامنے دسترخوان چٹا گیا مگر آپ نے ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا۔ بلکہ ہر چوٹ کا اثر حضرت کے بازو پر نمایاں ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ بازو سے خون جاری ہو گیا۔ ادھر دوسری طرف تاج الدین اس خیال میں تھا کہ اس کے پیر کا بل کا بازو اس کی پیٹھ پر ہے۔ مریدوں نے پوچھا کہ حضور یہ کیسا خون بہہ رہا ہے۔ تو آپ نے یہ سارا حال سنایا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ دوبارہ تحقیق ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ اسے بلا تصور سزا دی گئی ہے چنانچہ رہا کر دیا گیا۔ ایک مقرب نے حاکم سلطان سے کہا کہ تاج الدین اچھا آدمی ہے اس کی برخواستگی ماسدین کی سازش کا نتیجہ ہے چنانچہ حاکم ملتان نے تاج الدین کو دوبارہ تلمبہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ بھی حضرت اقدس کی توجہ کا اثر تھا کہ وہ برسر روزگار ہو گیا۔

حضرت اقدس غریبوں اور حاجت مندوں کی حاجت روائی سے بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ایک دفعہ خشک سالی کے آثار نمودار ہوئے قحط زدہ لوگوں کی زبوں حالی دیکھ کر اس درجہ متاثر ہوئے کہ آپ نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک دن خادم نے کھانا پیش کیا تو آپ نے فرمایا ہمیں پسند نہیں کہ لوگ بھوکوں مر جائیں اور ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔ جب زیادہ اصرار ہوا۔ تو شیخ یحییٰ خادم خاص کو بلا کر حکم دیا کہ روزانہ ایک دیگ دیسے کی تیار کی جائے جب دیگ پک کر تیار ہو جاتی تو آپ اپنا کپڑا اس پر ڈال کر فرماتے کہ روزانہ صبح و شام لوگوں کو بلا کر تقسیم کیا کریں۔ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا جب شہر میں فارغ البالی اور خوشحالی ہو گئی تو یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ گو روزانہ صبح و شام سینکڑوں افراد آپ کے لنگر سے فیضیاب ہوا کرتے تھے۔ ہر سال ساون کے مہینے کی چار جمعراتوں کو آپ کے مزا علیہ پر میلہ لگتا ہے اور اس شہر کے لوگ اپنے مرشد مہربانی اور محسن کی یاد میں دیسے پر ہی ختم دلاستے ہیں۔

غرضیکہ حضرت اقدس فقر و استغناء کے پتلے اور دوسروں کے دکھ درد کے سامنے تھے۔ اور یہی صفات آج تک آپ کے اخلاف کا طرہ امتیاز ہیں۔

حکیم اور لباس

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ راست قامت، قدرے کشیدہ قد تھے، جسم اطہر قدرے

جسیم تھا پیشانی فراخ، کشادہ ابرو، بینی دراز و بلند اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں تھیں جن سے رعب جلال ہر وقت ٹپکتا تھا۔ پر نور کتابی چہرہ، عارض گلگون سرشک نور انشاں ڈاڑھی بمطابق سنت نبوی، جس کے موٹے مبارک نہایت ملائم، باریک اور چمکدار کشادہ سینہ و کشادہ شانہ، تاخن نہایت صاف و آبدار۔

آپ کا لباس نہایت سادہ لیکن پڑسکوہ ہوتا تھا۔ بحالت جذب آپ ایک چوندہ پہنتے تھے جو سرخ رنگ کا ہو جاتا۔ اور تقریباً ٹخنوں تک لٹکا رہتا۔ اور تمام قابل ستر چیزیں اس میں ڈھک جاتی تھیں۔ اور جب یہ حالت نہ ہوتی تو عموماً آپ کا لباس دو مختلف رنگوں اور طرزوں کا ہوتا تھا۔ سرخ رنگ کا یا فوجی وردی کا۔ اکثر و بیشتر روایات میں یہی دو لباس پائے جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی کپڑا اس رنگ کا سلوایا نہیں۔ بلکہ بدن پوڑا لٹے ہی خود بخود اس طرح کا بن جاتا تھا۔ اس بارے میں کرامات کے باب میں حضرت اقدس کا بیان ملاحظہ ہو۔ سرخ لباس میں عموماً فیض، تمہ بند اور عمامہ ہوا کرتا تھا۔ لباس صاف ستھرا ہوتا تھا، اور اس میں سے خوشبو آتی رہتی تھی۔ پاؤں میں کھڑاؤں پہنتے تھے۔ لیکن جذب کی حالت میں ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔

وصال

کینتھل شریف میں آپ باغ ہمایوں میں رونق افروز ہوئے۔ اس باغ سے اس قدر اس ہو کہ ۲۹ جمادی الآخر ۹۸۱ھ (۲۷ اکتوبر ۱۵۷۳ء) بروز سوموار یہیں وصال فرمایا۔ اگر ۸۳۵ ہجری کو آپ کا سال ولادت قرار دیا جائے تو آپ کی عمر ۴۶ سال بنتی ہے۔ اور بصورت دیگر یعنی ۸۹۵ ہجری کو سال ولادت تسلیم کرنے سے ۸۶ سال کمال کلائے سے ۴۶ سال کی عمر اور سن وصال ۱۰۰ سال توں اولیٰ سے ۹۸۱ ہجری برآمد ہوتا ہے۔ سن وصال کے لئے راقم الحروف نے "آں شیر ہدایت" اور "لباٹہ ذوالجلال بیہم" مادہ ہائے تاریخ کہے ہیں۔

مساک السالکین کے مولوی محمد عبدالستار سہسرامی نے حسب ذیل قطعے میں فیض کمال

سے تاریخ وصال نکالی ہے۔

حضرت شاہ کمال کینتھل

چوں ز دنیا یافت باحق وصال

بہر تاریخ وصال آنجناب

آمد از ہاتھ بند فیض کمال

۱۶۸۱ ہجری

حضرت اقدس کے حال وصال میں بھی اختلاف ہے۔ بعض تذکروں میں ۹۷۱ ہجری پایا جاتا ہے۔ اور کچھ تذکرہ نگار سال وصال ۹۸۱ ہجری بیان کرتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات پائیدار ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت کا وصال جلال الدین اکبر کے عہد میں ۹۸۱ ہجری میں ہوا کیوں کہ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی ۹۷۱ ہجری میں متولد ہوئے اس وقت حضرت اقدس حضرت مجدد کے والد حضرت عبدالاصد کے گھر موجود ملتے ہیں اس کے علاوہ حضرت اقدس کے وصال کے وقت حضرت مجدد الف ثانی کی عمر نو دس سال کے درمیان تھی زبدۃ المقامات کے مصنف نے سات آٹھ سال لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”و نیز بکرات آن شیخ بزرگوار۔ (یعنی شیخ کمال کیتھلی) بوالہ حضرت ایساں رحمہ اللہ انفاں بشارت اساس در حق حضرت ایساں (یعنی حضرت مجدد الف ثانی) فرمودہ حضرت ایساں ہفت ہشت سالہ بودہ اند کہ شیخ کمال کیتھلی از جہان انتقال نمودہ۔ علیہ مبارکہ شیخ راجحہ صہبا بخاطر عاظر داشتند“

اگر اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے، تو حضرت اقدس کا سن وصال ۹۷۸-۹۷۹ ہجری متعین ہوتا ہے۔ لیکن زبدۃ المقامات کے مصنف اس سے پیشتر ہی حضرت کا سن وفات بیان کر چکے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

”چوں عمر شیخ از ثمانین سجا وز نمود، در تاسع عشر از جمادی الآخر سنہ احدی و ثمانین تسعمائتہ راہ وصال رفیق اعلیٰ گرفت و در قبر بکیتھلی کہ از قرائے تابعہ سر بند است خوابگاہ گرفت“

اس کے علاوہ ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء) میں اکبر نے گجرات فتح کیا۔ اس وقت علی قلی خاں اکبر کے ہمراہ تھا۔ وہ سلسلہ تادریہ میں مرید تھا۔ حضرت نے اسے بد فعلی کا ارادہ کرنے کی وجہ سے کوڑے لگائے تھے۔ اس طرح ۹۸۰ ہجری میں حضرت بقید حیات تھے۔ نیز تحفۃ الابرار تصنیف ۱۲۲۲ ہجری کے مصنف نے برکات الاولیاء کے حوالے سے

اس سے متعلق استاد مکرئی ڈاکٹر برانا صاحب نے اپنے پیش لفظ میں اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ راقم الحرف کو اسی چیز نے مزید تحقیق کا شوق دلایا۔ (مؤلف)

۲۰ سالک السالکین اور آئینہ تصوف کے مصنفین نے تو ۱۰۰۳ ہجری سال وفات بیان کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔

آپ کے وصال کی تاریخ ۲۹ جمادی الثانی ۹۸۱ ہجری کھس ہے۔ مسالک السالکین کے مؤلف نے نهدۃ القعات کے حوالے سے یہی سال وصال دیا ہے۔

پس یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت اقدس کا سن وصال ۹۸۱ ہجری ہے لیکن سال ولادت ۸۹۵ ہجری ہے۔ اور حضرت اقدس نے اسی سال سے زائد یعنی ۸۶۶ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس کی تائید زبدۃ القعات کے مندرہ بالا اقتباس سے بھی ہوتی ہے۔ اگر ہم ۹۷۱ ہجری کو سن وصال تسلیم کر لیں تو حضرت مجدد الف ثانی کا سال ولادت غیر یقینی ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ہمیں حضرت مجدد الف ثانی کی آٹھ نو سال کی عمر کے وقت حضرت کو بقید حیات تسلیم کرنے کے لئے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت مجدد الف ثانی ۹۷۱ ہجری سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ جو شواہد کی روشنی میں ممکن نہیں۔

حضرت اقدس کے وصال کا واقعہ نہایت حیرت انگیز لیکن بصیرت افروز ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس عموماً حجرے میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اور ریاضت و عبادت اور مراقبہ میں اس قدر مشغول رہتے کہ چھ چھ مہینے حجرے سے باہر تشریف نہ لاتے۔ ۲۹ جمادی الآخر ۹۸۱ ہجری کو حضرت کے بڑے صاحبزادے حضرت شہناہ الدین کسی غرض سے حجرے کے پاس گئے۔ وہاں ہو کا عالم تھا۔ انہوں نے دروازے میں سے دیکھا کہ آپ بے دم لیٹے ہیں صاحبزادے کو شک ہوا۔ لہذا وہ لوٹے اور چند اصحاب کو ہمراہ لے آئے، دروازہ اتارا، نبض دیکھنے پر معلوم ہوا کہ روح جسد ظاہری سے پرواز کر کے محبوب حقیقی سے جا ملی ہے۔ ایک کھرام چل گیا۔ کفن دفن کا بندوبست کیا گیا غسل دینے لگے تو حضرت نے جنبش کی، غسل پر ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ بے ہوش ہوا ہی پا جاتا تھا کہ حضرت نے سنبھالا دیا۔ اور دریافت فرمایا۔ کیا ہمارے وصال کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے؟ غسل نے اثبات میں جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا: اچھا، ہم جاتے ہیں یہ کہہ اور دم سادھ لیا۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

تصیر عارفان میں ایسی ہی ایک روایت آپ کے وصال کے بارے میں ملتی ہے۔ لکھا ہے کہ ایک روز آپ کا ایک چھوٹا صاحبزادہ فوت ہو گیا۔ آپ نے بھی ارواح کے تماشے کے لئے سنانی تاجر حاصل کیا۔ اہل خانقاہ نے سمجھا کہ آپ وصال پا گئے ہیں۔ چنانچہ وہ تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو زندہ کرنے کے لئے چلے گئے۔ کہ اپنا تک آپ زندہ ہو گئے۔ اور فرمانے لگے کہ حقیقت تو یہی ہے۔ لیکن چونکہ تم نے ہماری قبر تیار کر لی ہے۔ تو اب تم اسے اپنا منتظر نہیں رکھ سکتے ہم

بھی سفر آخرت اختیار کرتے ہیں اور اسی وقت انتقال کر گئے۔ اور پھر اسی لمحے جہنم ظاہر کے ساتھ جنوبی ہند میں برہانپور میں اپنے ایک معتقد سوداگر سے ملاقی ہوئے اور اشارہ کیا کہ ہم نے دنیا سے رنجت سفر باندھ لیا ہے اس لئے اب ہماری قبر پر کیتھل میں عمارت بنا دو جو نذر و نیاز پہلے بھیجتے تھے اب بھی ہماری خانقاہ میں بھیجا کرو۔

سلسلہ چشتیہ کے ایک معروف بزرگ میاں غلام حسین مہمی بیان فرماتے ہیں کہ چشتیہ سلسلے میں حضرت بوعلی شاہ قلندراود حضرت مخدوم علی احمد صابری کلیری رحمہم اللہ تعالیٰ اور قادریہ سلسلے میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو شغل میت سے ایک خاص شغف تھا اور اس عالم میں کئی کئی ماہ گزر جاتے تھے جب حضرت کے فرزند اکبر نے یہ ماجرا دیکھا کہ ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی آپ بیدار نہیں ہوئے تو انہیں یہ گمان گزرا کہ حضرت موصوف وصال پا چکے ہیں۔ وصال آپ اس وقت بھی شغل میت سے طبیعت بہلا رہے تھے جب حضرت نے غسل سے سوالات کئے۔ اور آپ کو واقعہ کا علم ہوا تو شریعت کے پردے پر حرف آنا دیکھ کر حضرت نے اس کی تصدیق ہی مناسب سمجھی۔

حضرت کی نماز جنازہ میں نقبہ، نجیہ، اوتاد، اغواث، ابدال، اقطاب، اولیائے ہم عصر جنات اور رجال الغیب تک شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ لاکھوں افراد نے شرکت کی، اور جم غفیر میں حضرت کا جنازہ پدھ کیا، نامی نالاب کے کنارے لایا گیا۔ اور پھر جسد اطہر کو احکام شریعت کے مطابق دفن کر دیا گیا۔ اجل کی زلفوں نے ایک کامل و عامل دل، بحر علم، عمدہ ترین انسان، افضل ترین قطب ارشاد کو اپنے اندر چھپالیا اطراف و اکناف میں کہرام مچ گیا اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو اس غم و اندوہ سے پارہ پارہ نہ ہوا ہو۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو خون کے آنسو نہ روٹی ہو، کوئی جہم ایسا نہ تھا جو اس حادثہ سے کانپنے نہ لگ گیا ہو، کوئی روزگنا ایسا نہ تھا جو اس عظیم حادثے پر کھڑا نہ ہو گیا۔

ایک صاحب حال فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس کے وصال کے روز میں نے دیکھا کہ اولیاء اللہ کے گروہ کسی خاص مقام کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے۔ ایک مرد خدا نے نہایت عجلت میں بتایا کہ غوث الآفاق نے آج پردہ کیلے۔ کہہ رہے ہیں میں نے اپنے ایک پیر بھائی کو جو پرواز کر رہا تھا، بازو سے پکڑ کر پوچھا کہ اولیاء اللہ کی یہ جماعتیں کس طرف اور کیوں پرواز کر رہی ہیں۔ اور غوث الآفاق کے وصال سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب

دیا یہ کہ آج غوث الافاق شاہ کمال قادری کیتھلی کا وصال ہو گیا ہے۔ چونکہ آپ نے صحیح معنوں میں دور غوثیت کی تجدید کی ہے اس لئے آپ کو غوث الافاق کہا جاتا ہے۔

مزار اور عرس

حضرت اقدس کا عرس مبارک ۲۹ جمادی الآخر سے یکم رجب المرجب یعنی تین روز تک منایا جاتا ہے۔ تقسیم برصغیر سے پہلے عرس میں دور دراز سے لوگ آتے تھے۔ اور ایک نئی دنیا آباد نظر آتی تھی۔ اس کے علاوہ موسم برسات میں ساون کے تمام مہینے ہر جمعرات کو ایک میلہ منعقد ہوا کرتا تھا۔ یہ نظارہ دیدنی ہوتا تھا۔ بارش ہو رہی ہے لیکن شائقین اسی میں چل پھر رہے ہیں۔ کیا مجال کہ میلے کی رونق میں فرق آئے۔ آج بھی آپ کا مزار مرجع ضلائق ہے۔ جہاں عقیدتمند بلا امتیاز مذہب و ملت بیرون جات سے آکر دامن مراد کو بھرتے ہیں۔

شہر کے باہر مشرقی جانب تشریف لائے تو ایک وسیع و عریض تالاب ملتا ہے جسے ”بدھ کیاٹ“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے پل سے گزر کر باغ کے وسط میں پہنچ جاتے ہیں یہیں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ جہاں خداوند قدوس کے انوار و تجلیات کا ہر وقت نزو ہوتا رہتا ہے۔

ساخت کے اعتبار سے مزار مقدس مٹھن شکل کا ہے۔ جس کے اضلاع قوسین کی شکل کے ہیں۔ چھت گنبد نما ہے۔ عمارت کے بنانے میں چونے گچ کا استعمال کیا گیا ہے۔ اور پتھر بھی اسی مصالحے سے کیا گیا ہے۔ چوتھ سنگ رخام سے تعمیر کیا گیا ہے۔ جو سطح زمین سے تقریباً ڈیڑھ گز اونچائی کے ناصلے پر واقع ہے۔ محمد مبارک حضرت علاؤ الدین صابر کلیری اور حضرت داتا گنج بخش رحمہم اللہ تعالیٰ کی محد ہائے مبارک کی طرح بھنورے میں واقع ہے۔ اور پھر گرسی اٹھا کر سنگ مرمر سے تعویذ بنایا گیا ہے۔ جو شان و شوکت اور رعب و جلال آپ کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا تھا۔ وہی شان و شوکت اور جلال آپ کے مزار میں نمایاں ہے۔ مزار مقدس کا کل احاطہ تقریباً ایک مربع زمین پر مادی ہے۔ مزار مقدس کی عمارت پر کوئی نقش و نگار نہیں بنائے گئے۔ بلکہ مزار مقدس سادگی و پرکاری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ نہ ہی مزار مقدس کی عمارت کی دیواروں پر کوئی شعر لکھے گئے ہیں۔ البتہ صدر دروازے پر ایک شعر مرقوم ہے۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء مریدین اور معتقدین برعرس پر باقاعدہ حاضر ہوتے اور آپ کے مزار شریف پر مراقبہ کی حالت میں گھنٹوں بیٹھ رہتے۔ آپ کے مریدین و معتقدین کا سلسلہ برصغیر پاک و ہند تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ سلسلہ غیر ممالک مثلاً عراق، عرب، سسلی اور کر دستان میں بھی پھیلا۔ چنانچہ عرس کے موقع پر اور عرس کے علاوہ عام دنوں میں بھی اندرون و بیرون ملک سے لوگ تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ شاہان وقت بھی آپ کے در پر جہیں سائی کو باعثِ سعادت سمجھتے۔ بعض نے تو خود آکر حاضری دی اور بعض نے جاگیروں کے ذریعے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ ان میں ہندو مسلم سبھی و ایان ریاست شامل ہیں۔ عوام کے علاوہ سلاطین امراء، انگریز حکام مقتدر لوگ، مشائخ اور علماء مزار مقدس پر حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مشائخ میں سے آپ کے خلفاء کے علاوہ حضرت شیخ جلال الدین تھانبسری، شیخ ولی اللہ حیشتی، حضرت شاہ فاضل الدین بٹالوی، خواجہ محمد معصوم شیخ آدم بنوری، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، خواجہ غلام محی الدین یرکی المعروف پیر قادری، پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری، صوفی علی نواز نقشبندی، اسماعیل الہ آبادی، مولانا سعد اللہ خاں نقشبندی کنڈیاں والے اور حضرت ملا شور بازار اور علماء میں سے تو اب بہادر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمن شروانی، مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا حامد علی خاں رامپوری، مولانا عبدالقادر رامپوری قاری محی الاسلام پانی پتی اور عطاء اللہ شاہ بخاری چند ایسے حضرات ہیں جنہوں نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے احمد شاہ ابدالی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بھی مزار شریف پر حاضر ہوا تھا۔ اور ۱۹۰۷ء میں جب شاہ افتانتان امیر حبیب اللہ خاں ہندوستان آیا اور کیتھلی کے قریب شکار کھیلنے گیا تو مزار شریف پر حاضر ہوا تھا۔

آپ کا مزار آج بھی حسب معمول فیض رساں ہے چنانچہ اولیائے وقت اب بھی نسبت کامل کے حصول کے لئے آپ سے رجوع کرتے ہیں۔ پیر بہادر شاہ نے لکھا ہے۔ کہ میں نسبت کامل کے لئے کیتھلی شریف گیا۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی کے مزار پر حاضری دی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نے کوئی چیز میوے کی قسم سے اپنے دست مبارک سے میرے کپڑے میں ڈالی ہے۔ ۱۸۸۳ء میں درگاہ کے اخراجات کے لئے زمینوں کے علاوہ ایک کنواں بھی وقف تھا۔ ۱۹۱۸ء میں انگریز حکومت نے بھی اس درگاہ کی عظمت کے پیش نظر اس کے اخراجات

کے لئے ایک مزرع کے قریب زمین دی تھی جس کی تصدیق ۱۹۱۸ء کے گزٹ میٹرسے ہوتی ہے۔
 برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے بعد خاتما کمال کے سجادہ نشین حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی
 قدس سرہ پاکستان میں ہجرت کر گئے۔ ارباب نظر سے اس دور کی کیفیت پوشیدہ نہیں۔
 ظاہر ہے ایسے عالم میں درگاہ کی تولیت کا خاطر خواہ انتظام نہ ہو سکا۔ اور تقسیم کے بعد بھی کافی
 عرصے تک حالات کچھ ایسے رہے کہ حضرت سید علی احمد شاہ گیلانی قدس سرہ ہندوستان
 جاسکے۔ تاہم بزرگان دین بلا تیز مذہب و ملت اور بلا فرق ذات پات جس کسی سے جو خدمت
 لینا چاہتے ہیں، لے لیتے ہیں۔ نظر کمالی نے بھی اپنی آرام گاہ کے لئے خدمت گار تلاش کر لئے۔ ارباب
 بلا امتیاز مذہب و ملت ہندو مسلم مزار مبارک کی تزیین و ترتیب میں حصہ لے رہے ہیں۔ بانا عدا
 سے عرس منعقد ہوتا ہے۔ ہزاروں افراد کی شرکت، قوالوں کی محفل، عقیدت مندوں کے دفن
 اشتیاق و جذبات سے گزشتہ دور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

اس بات کا تذکرہ کچھ تعجب خیز ہو گا کہ ۱۹۶۷ء میں تقسیم برصغیر کے بعد مزار مبارک کی تزیین و
 ترتیب مرمت اور عرس کی از سر نو تجدید ہندوؤں نے شروع کی، ۲۱ مارچ ۱۹۶۷ء کو کیتھل سے
 برہم دت شرما جی نامی ایک (ہندو) صاحب نے موجودہ سجادہ نشین جناب سید مقبول جی الدین
 گیلانی مدظلہ العالی کے نام ایک مختصر خط میں حضرت اقدس کے حالات زندگی اور کرامات پر
 روشنی ڈالنے کے لئے لکھا۔ ان صاحب نے اپنے خط میں لکھا کہ حضرت اقدس کا عرس گذشتہ
 چار سال سے لگاتار ہوتا آرہا ہے۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ مزار مبارک کا فرش اور نالاب کی
 طرف والی دیوار کی تعمیر از سر نو ہو رہی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بتانے کے لئے برہم دت شرما جی
 نے ۱۳ اپریل ۱۹۶۷ء کو ایک دوسرا طویل خط لکھا۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح مزار کی تعمیر
 مرمت، تزیین و آرائش اور روشنی وغیرہ کا خیال ہندوؤں کے دل میں پیدا ہوا۔ خط سیدس
 اور دلچسپ ہے اور عقیدت کے جذبات سے لبریز۔ ایک ہندوؤں کے یہ جذبات دیکھ کر
 حیرت ہوتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے اندر وحدت کے کسی متلاشی کی
 روح بول رہی ہے۔ اس خط کا مفید مطلب حصہ قارئین کے مطالعہ کے لئے من و عن بیان
 درج کیا ہے۔

لے تفصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب مذکورہ حضرت شیخ سکندر کیتھلی "مطبوعہ مکتبہ میری لائبریری لاہور۔"

”میرے محترم روشن لال جی بی، اسے سپر سو رگیہ شمیری ہنسراج جی ریٹائرڈ چیف گڈس کلرک، جن کا پتہ بعد میں لکھوں گا۔ اس سب کامیابی اور عرس پاک اور تزیین اور آرائش کے مالک روح رواں اور محرک ہیں آج سے ٹھیک چار سال قبل جناب حضرت شاہ کمال صاحب نے کس طریقہ سے ان کے دل میں سچی تڑپ اور تحریک پیدا کی۔ کہ آپ اس کار خیر اور ثواب کے کام میں پہل کیجئے اور اسی تڑپ کو لے کر شمیری روشن لال جی آج سے چار سال پہلے کینٹنل تشریف لائے کینٹنل، بابور روشن لال جی کا وطن بھی ہے اور گھر بھی، یہ محلہ تانو ٹنگویان کے رہنے والے دہلی میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز ہیں۔ جب یہ چار سال قبل حضرت شاہ کمال صاحب کی درگاہ پر آئے تو مقبرہ کی حالت کو دیکھ کر ان کا دل بے چین ہوا تھا۔ اس وقت سے آپ نے حلف لیا کہ درگاہ کی حالت بلد سے جلد درست کی جاوے اور اس کے بعد آپ کی کوششوں سے سب کچھ ہوا۔ میں خادم بھی ان کی کوششوں میں برابر شریک ہوتا رہا ہوں اور ساتھ میں میرے عزیز بھائی رام نواس جو بنک کی اعلیٰ ملازمت میں ہیں (نے) دن رات ایک کر کے سامان فراہم کر کے درگاہ تشریف کو وہ تزیین و آرائش دلوائی کہ بیان سے باہر ہے، یہ جناب حضرت شاہ کمال صاحب کے علم کا نتیجہ ہے، ہم سب کے دل میں ان کے لئے بہت عقیدت اور جذبہ محبت ہے۔ عرس چار سال سے جاری ہے اس سے قبل سال کا عرس بھی لچھے پیمانے پر ہوا۔ لیکن اس سال کا عرس جناب شاہ کمال صاحب کی دعا اور کرم سے عالی شان اور اعلیٰ پیمانے پر منایا گیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تالاب کی مسمار دیوار کو بڑی اینٹوں سے تمام کو تعمیر کیا گیا ہے۔ ٹیپ بھی ہوگی۔ درگاہ تشریف کے سلسلے اور پیچھے دائیں بائیں بھی اینٹوں کا فرش کر دیا گیا ہے اور درگاہ تشریف پر ہر ایڑھم لہراتے ہوئے پریم اور محبت کا درس دے رہا ہے جناب حضرت شاہ کمال صاحب کا یہ مزار تالاب کے کنارے بلندی پر واقع کتنا سہانا اور دل کش منظر پیش کر رہا ہے اور دنیا کے غم و فکر سے جھلسی ہوئی روحوں کے لئے کتنا سکون قلبی دینے کا باعث ہے بیان سے باہر ہے۔

”میں آپکو اپنا ہی واقعہ سناتا رہا ہوں۔ ۱۸ اپریل کو عرس پاک کا دن تھا فرس کا
 مذکورہ جو درگاہ شریف کے دروازہ کے ساتھ ملحقہ ہے بقایا ۵ بجے شام، اپریل
 ۶۷ء کو رہ گیا۔ ارادہ کیا کہ یہ ضرور بن جانا چاہیے۔ میں تمام دن کی محنت شاقہ
 کے بعد ۲/۵ بجے پہنچا اور اپنے سامنے مزدوروں اور کایکروں کو حوصلہ دلاتے
 ہوئے بتوا کر رات کے سوا دس بجے گھر پہنچا۔ لیکن اتنی دیر ہونے پر بھی وہاں
 ان کی خدمت میں بیٹھے ہوئے دل میں سکون و راحت تھی۔ اٹھنے کو دل نہیں
 چاہتا تھا۔ اور یہی دل میں آ رہا تھا کہ اسی طرح ان کے قدموں میں بیٹھا رہوں۔
 اور آٹھ نو اپریل کو تو حضرت شاہ کمال صاحب کی پرورش اور رحمت نیا ضیٰ پر
 تھی کہ درگاہ پر نور برس رہا تھا۔ ہوا عطر بیز تھی۔ بجلی کے عارضی قمتوں سے سارا
 ماحول پر نور اور منور تھا۔ اس وقت جو عبادت اور دعا کے بعد راحت اور
 سکون ملا کیا بیان کروں اور یہ عارضی بجلی مستقل لگائی جا رہی ہے اور دستور
 کے مطابق میں بھی ہر روز ان کے قدموں میں سجدہ کرتا ہوں۔ چراغ روز روشن
 ہوتا ہے۔ یہ سب ان کی فیض کرم کا نتیجہ ہے۔ ہیں اور دوسرے احباب کس لائق
 ہیں... ہم سب نے کیا کیا، یہ تو ان کا حکم تھا جو ہمارے لئے سعادت اور مسرت
 کا پیغام لایا ہے۔ زندگی میں کئی مشکلات ان کے کرم اور بخشش سے دور ہوئیں
 یہ ان کا فضل ہے“

آخر میں مکتوب نگار نے حضرت اقدس کے حکم کے بارے میں لکھا ہے۔
 ”جو کچھ آپ حضرات نے اہل ہنود کو حکم دیا ہے یہ مقتضائے وقت ہے“ مکتوب نگار
 نے قرالی کی محفل کا ذکر بھی کیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں خطوط میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ دیوار اور فرس کی
 لمبائی اور چوڑائی کتنی ہے اس کی تفصیل ہمیں ایک اور خط میں ملتی ہے جو حضرت صوفی عبدالرحمن
 نے مرزا افضل الحق بیگ ۲۷ مئی ۱۹۶۷ء کو شملہ سے تحریر کیا ہے۔ اس خط کے تیسرے پیرا گراف

۱۔ خلیفہ مجاز حضرت حافظ غلام قادر شاہ، نصیب جلال آباد ضلع مظفر نگر (بھارت)
 ۲۔ ریٹائرڈ ایس ڈی۔ او۔ ۹ جناح پارک شیخوپورہ، خلیفہ مجاز جناب حافظ غلام قادر شاہ مذکور۔

میں حضرت صوفی عبدالرحمنی رقم فرماتے ہیں :-

دیکھتے تھے شریف میں حضرت اقدس جناب شاہ کمال الکمال رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک بھی ۱۸ اپریل ۱۹۷۷ء کو (مقام کیتھل شریف) ہوا تھا۔ وہاں پرتالاب کے رخ پر ایک دیوار ۵ فٹ اونچی ۵ فٹ لمبی اور سوائف چوڑی بنوادی حضرت شہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے سامنے ایک چوڑے ۴۰ فٹ لمبا اور ۴۰ فٹ چوڑا ایسٹنٹ والا بنوایا ہے۔ ہر دو مزارات مبارک کی معمولی مرمت اور صفائی سفیدی وغیرہ کرادی گئی ہے عرس مبارک میں پندرہ بیس آدمی تمام دہلی کے پہنچے تھے۔ جہان اشخاص میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی شریک تھے۔ رات کو قرالی کی محفل بھی ہوئی تھی۔

ہم نے اوپر جن خطوط کے اقتباسات دیئے ہیں، ان سے واضح نہیں ہوتا کہ ان حضرات کو حضرت کے مزارات کی دیکھ بھال کا خیال کس طرح پیدا ہوا لیکن ان کے بعد کے خطوط سے مزارات شریف کی دیکھ بھال سے متعلق بہت سے امور پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ مزارات شریف میں بجلی کا باقاعدہ انتظام کر دیا گیا ہے، دیواروں پر رنگ روغن کیا گیا ہے۔ فرش بنائے گئے ہیں جہانوں کے لئے جہان خانے بن گئے ہیں۔ اور مزارات شریف کی مسجد کے لئے اور عرس شریف اور دیگر اسلامی تقریبات میں رہنمائی کرنے کے لئے ایک خطیب کا تقریباً ہو چکا ہے اور ان خطیب کی رہائش کے لئے کمرہ بھی درگاہ شریف کے احاطے میں ہی بن چکا ہے۔ پانی کی فراہمی کے لئے ٹیوب ویل کی تنصیب ہو چکی ہے اور یاغیچہ بھی لگ چکا ہے، اور اب ہندوستان کا محکمہ اوقاف بھی مزار شریف کی دیکھ بھال میں دل چسپی لینے لگا ہے اور اس کے اخراجات کی کفالت میں شریک ہونے لگا ہے۔ انہی خطوط سے پتہ چلتا ہے کہ عرس کی تقریبات مسلمان بزرگوں اور اولیاء اللہ کے ہاتھوں انجام پاتی ہیں۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ بزرگ ان تقریبات کے موقعوں پر کس طرح زاثرین کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور کس طرح انہیں راہ حق دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہی خطوط میں ایک ایسا بھی ہے جس سے معلوم ہوتا

۱۔ توسین کی عبارت مکتوب نگار نے مکرر لکھ دی ہے۔

۲۔ مراد ہے مزارات حضرت شاہ کمال کیتھل و حضرت شہ سکندر کیتھل رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

ہے کہ کس طرح حضرات کیتھل کے مزارات کی دیکھ بھال کا کام شروع ہوا۔ چنانچہ روشن لال گپتا جی نے اپنے ۱۳ جون ۱۹۶۱ء کے خط میں ساری داستان بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”میرا رشتہ، دربار قادریہ سے ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ اس طرف رجوع جناب وید امرت لال جی نے کیا جو شملہ میں ڈاکٹر ہیں اور یہ سرکاری ملازم بھی ہیں۔ وہ جناب حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بیٹے ہیں جن کا دربار عالیہ جالندھر شریف میں ہے۔ اور حضرت حافظ جی کے مرید جناب قبلہ محمد حسین خان صاحب نادری رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مستری قیص خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بزرگان کے مزار شملہ میں ہیں شملہ اور جالندھر شریف میں باقاعدہ حضرات کے عرس منائے جاتے ہیں۔ جہاں ہزاروں عقیدت مند قیص لیتے ہیں یہ عرس باقاعدہ ۱۹۶۲ء کے بعد سے منائے جاتے ہیں ۱۹۶۳ء میں سب سے پہلے مستری قیص خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر مئی ۱۹۶۳ء میں حاضری ہوئی۔ پھر ۱۹۶۲ء ستمبر میں جناب محمد حسین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ بابا جی کے

حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب تدیس سرور سلسلہ قادریہ ظاہریہ ناظلیہ کے عظیم المرتبت بزرگ تھے آپ چھوٹی عمر میں ہی حضرت غلام محی الدین نادری سے بیعت ہوئے ان سے ہی کسب فیوض و برکات کیا۔ اور فوہ خلا حاصل کیا۔ آپ کا سلسلہ طریقت اس طرح ہے۔ حضرت حافظ غلام قادر شاہ کو بیعت و خلافت حضرت غلام محی الدین سے، انہیں حضرت نور احمد عرف سائیں بنگلہ شاہ سے، انہیں حضرت بلند عبدالرسول سے، انہیں حضرت شاہ غلام غوث ٹالوی سے، انہیں اپنے والد حضرت غلام قادر شاہ سے، انہیں اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ناظر الدین ٹالوی سے، انہیں حضرت ابو محمد قادری سے، انہیں حضرت شیخ محمد ظاہر لاہوری سے، انہیں حضرت شاہ سکندر کیتھل سے، انہیں اپنے دادا حضرت شاہ کمال کیتھل سے۔۔۔ لہذا حضرت حافظ غلام قادر کے مناقب و محاسن بہت زیادہ ہیں۔ آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں مسلمان ہندو سکھ عیسائی، عالم و ناخلائین، شیخیانی، ادیب اور شاعر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے ۱۳ ستمبر ۱۹۶۱ء کو بیلندھ میں رسالہ فرمایا۔ وہیں مزار شریف ہے۔ آپ کے امور خلائہ میں آپ کے صاحبزادے میاں شمس الحق مزار گوجرانوالہ پاکستان میں چھوٹی عبدالرحمن قصبہ جلال آباد ضلع منظر نگر (بھارت) حضرت مزار فضل الحق بیگ جناح پارک شیخوپورہ، محمد حسین خاں قیص خاں شملہ اور سائیں بیگ (موضع سرپانہ سرہند بھٹی) بہت مشہور ہیں۔

عرس مبارک میں شرکت کی تقریباً نومبر ۱۹۶۳ء میں رات کو کچھ حضرات کی رحمت ہوئی میں نے یہ خواب جناب ڈاکٹر دیاشنکر صاحب جن کا انتقال ۱۹۶۵ء میں ہوا۔ یہ خواب میں نے ان کو خواب کے اگلے روز سنایا۔ آپ حضرت حافظ صاحب سے بیعت تھے۔ اور ہندوستان میں عمر سیدہ بزرگ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۸۴ سال کی تھی انہوں نے مجھ سے پوچھا بیٹا تم رہنے والے کہاں کے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ناچیز کیمتھل شریف کا رہنے والا ہے۔ انہوں نے فرمایا بیٹا تم بہت خوش نصیب ہو۔ یہ دربار عالیہ حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا ہے اور وہاں جا کر خدمت کرو۔ میری خواہش بڑھتی گئی۔ مئی ۱۹۶۴ء میں مجھے مزدوری کام کے سلسلے میں والد صاحب کے بلوانے پر کیمتھل جانا پڑا۔ جاتے وقت خواہش ہوئی کہ شاہ صاحب کے ہاں سلام کر کے آؤں گا۔ میں تبرک اور اگر تھی وغیرہ وہاں سے ہی لے گیا تاکہ کیمتھل میں مجھے کوئی نہ جانے کیمتھل پہنچ کر میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ اماں یہاں کوئی پیر کی درگاہ ہے انہوں نے فرمایا کہ بیٹا سنا ہے تو سہی۔ لیکن میں جگہ نہیں جانتی انہوں نے فرمایا کہ شری رام نو اس شہر سے پوچھو جو شاید انہیں جانتے ہیں۔ آپ پنڈت برہم دت صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ وہ میرے ساتھ حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی درگاہ پہلے گئے۔ وہاں جا کر میں نے کہا دیکھا شہراجی تو باہری رہ گئے۔ اور میں سہیل، اگر بتی دھوپ اور تبرک لے کر اندر لے کر چلا گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ روضہ شریف (میں) فرش سب ٹوٹ پڑا ہے ایک پرانا چراغ وہاں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ میں نے چراغ جلایا۔ اور سب کچھ بھول گیا۔ روتے روتے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں تھا۔ مجھے کیسے یاد کیا ہے آپ میری حالت تو جانتے ہی ہیں۔ میں ایک ادنیٰ ملازم ہوں اور ہر قسم کا گنہگار ہوں۔ مجھ پر یہ رحمت کیسے ہوئی۔ اب اگر بلایا ہے تو اپنے قدموں میں رکھنا اور اس جگہ کو جنت بنا ڈالنے آپ کے لئے یہ معمولی چیز ہے، اس وقت اس روضہ شریف میں ایک بڑھا رہتا تھا۔ اور حضرت نور الدین صاحب رحمۃ اللہ کا مزار مبارک وہاں نہیں تھا۔ صرف نشان باقی تھے، یہ خواہش لے کر روکر، میں پہلی واپس چلا آیا۔

تقریباً ایک مہینے کے بعد میں نے اعلیٰ حکام سے درگاہ شریف خالی کرانے کی درخواست کی۔ حضرات کو کچھ ایسا منظور ہوا کہ وہ اسی وقت خالی ہو گئیں۔ یہ جان کر مجھے از حد خوشی ہوئی۔ اور محسوس ہونے لگا۔ کہ یہ سب شاہ کمال کی بدولت ہے پھر خواہش ہوئی کہ کم از کم سفیدی ہو جائے تو اچھا ہے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ شری رام نو اس شرمادہلی کسی ذاتی کام سے دہلی تشریف لائے۔ میں نے سفیدی کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے بے حد خوشی منظور کیا۔ میں نے انہیں ۲۵ روپیہ دیئے۔ اور کہا کہ جو کچھ اور کہے گا دوں گا۔ انہوں نے دونوں درگاہوں میں سفیدی کرائی اور لکھا کہ صرف ۴ روپے خرچ ہوتے ہیں اور ٹھیکدار نے اپنی اہرت نہیں لی۔ کیوں کہ اس کو کچھ نائدہ ہو گیا ہے یہ صرف مال کی لاگت ہے یہ جان کر مجھے از حد خوشی ہوئی۔ اس کے بعد نومبر ۱۹۴۲ء میں جالندھر شریف حضرت حافظ جی کے عرس مبارک پر حاضری کے لئے گیا دہاں میری ملاقات پہلی دفعہ صوفی عبدالرحمن صاحب جلال آباد والوں سے ہوئی آپ سے میں نے یکے میں موقعہ دیکھ کر حالات سنائے۔ انہوں نے فرمایا کہ چند روزہ ہوئے ان کو حضرات عالیہ کا خواب میں دیدار ہوا۔ اور باتیں ہوئیں۔ فرمایا کہ حضرات اب تک دہلی میں حضرت باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ نقشبندی کے جہان تھے۔ اور سفیدی کے بعد کینٹھل شریف تشریف لے گئے۔ وہ ناپاکیزگی کی وجہ سے دہلی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا بچہ سفیدی کر رہا ہے اور ہم بلدی ہی کینٹھل چلے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرات عالیہ کا پہلا عرس نومبر ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ جس میں صوفی عبدالرحمن صاحب، حکیم عبدالرحیم صاحب ان کے صاحبزادہ میری والدہ محترمہ اور آپ کا بڑا بڑا کارام راج اور چند اصحاب موجود تھے جناب ٹیکسری سید مینو نیپل کمنشنر بھی موجود تھے اس کے بعد تو دن گئی رات چوگنی ترقی ہے کہاں یہ حالت جو ۱۹۴۳ء میں تھی اور اب تو باغ رنگ، روغن سب ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھا۔ یہ سب حضرت خود انجام دے رہے ہیں۔ دہاں کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ باتوں میں کوئی افسر ہوں یا روپے والا۔ حقیقت میں یہ ہے کہ میں تو دربار کے کتوں سے بھی گیا گزرا ہوں۔ گنہگار ہوں۔ صرف حضرات کی رحمت ہے

خود سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور عزت اس ناچیز فادم کی ہوتی ہے میں حضرات سے تین چیزیں تو ہر وقت مانگتا تھا۔ (۱) یہ درگاہ جنت بن جائے۔ (۲) فادم کو حضرات کے قدموں میں جگمگے۔ (۳) آپ کا دیدار ہو جو مجھے رستہ دکھائے۔۔۔ دراصل مجھ سے پوچھا جائے تو یہ سب رحمت میرے مالک حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ جان دھری کی ہے، جو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے سے زیادہ داد اپنی کی خدمت کو بہتر سمجھتے ہیں۔“

اس مکتوب سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرات شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ نے کس طرح کینٹھل کے ہی باشندے کو اپنی خدمت کے لئے مامور کیا اور اولیاء اللہ نے بھی اپنے کشف کی بنا پر روشن لال گپتا جی کو ہی اس خدمت کی سعادت حاصل کرنے کی بشارت دی۔ برہم دت شرما جی اور روشن لال گپتا جی کے ساتھ پر مٹی چند گپتا بھی اس سعادت میں شامل ہیں۔ بہر حال یہ حضرات مزارات کی خدمت کر رہے ہیں۔ اور تقریبات مسلمان بزرگوں کے ہاتھوں ہی انجام پذیر ہوتی ہیں جیسا کہ ذیل کے بعض اقتباسات سے واضح ہو جائے گا۔

مزار شریف کے اردگرد بنائی جانے والی دیوار کے بارے میں برہم دت شرما جی نے اپنے ۲۲ اگست ۱۹۴۸ء کے خط میں لکھا ہے کہ :-

”آپ کو یہ سن کر افسوس ہو گا کہ جو نالاب سے ملحقہ دیوار بنوائی تھی، حال کے ۔۔۔ سیلاب سے گر گئی ہے یہ سب جلدی سے تعمیر ہوئی تھی اور پائیداری کی صفات اور بنیاد سے محروم تھی۔ اس لئے پانی درمیان میں مارتا رہا۔ جس سے پانچ چار گز کے ٹکڑے کو چھوڑ کر تمام گر گئی ہے پرسوں جب میں حضرات کی قدمبوسی کے لئے گیا۔ تو وقف بورڈ کا ادور سیر بلا جو مٹی ڈلوا رہا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ دفتر کو اوپر سے فوری اطلاع آئی ہے۔ کہ جلد جا کر دیوار کی نگہداشت کریں۔ اب وقف کارادہ ہے کہ چار پانچ ہزار روپے لگا کر نئے سرے سے مضبوط

لے وصال کے بعد بھی بزرگان دین کا روحانی تصرف ملاحظہ ہو کہ کس طرح اپنے خدمتگاروں سے وصال کے بعد بھی اپنی خدمت لے لیتے ہیں یہ سب اشارات غیبی ہیں۔ جو ان بزرگوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور ارباب دولت اور اعیان حکومت تک ان کی خدمت پر مامور ہو جاتے ہیں (مؤلف)

اور ستون والی دیوار اپنا وہ ہوگی جو صدیوں تک قائم رہ سکے۔ ایسا ان کا خیال ہے امید ہے، یہ سب حضرات کی رحمت سے ہوگا اب ان کی طرف قدر شناسی عام کی نگاہیں لگ گئی ہیں خود بخود سب کچھ آہستہ آہستہ ہوتا ہی رہے گا۔ مجھے امید یہی ہے۔“

بزم محبت شہرمانے ۲۵ ستمبر ۱۹۷۷ء کو اپنے خط میں لکھا۔

حضرت شاہ کمال صاحب کی نظر کرم اور التفات کی بات ہے کہ جناب مولوی سید سلیم الدین صاحب کی توجہ اور خدمت سے مزارات ہردو میں بہت رونق رہتی ہے۔ سید صاحب اجیر صاحب سے تعلق رکھتے ہیں۔ عربی اور انگریزی کے اچھے عالم اور ماہر ہیں۔ اور قرآن پاک کے حافظ بھی ہیں۔ جب بھی خاص کرمبرائے کے روز قرآن پاک کی تلاوت ہوتی ہے اور سینکڑوں لوگ سجدہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو بہت خوشی ہوتی ہے کہ جناب حضرت شاہ کمال صاحب اور جناب حضرت شاہ سکندر صاحب کی نظر کرم ہے کہ یہ جگہ پھر سے بارونق ہو رہی ہے۔ بجلی مستقل لگ گئی ہے خوشی کی بات ہے کہ ان واحد میں بہ طفیل اور حکم حضرات صاحبان جناب سید سلیم الدین صاحب کا کرم بھی تعمیر ہو گیا ہے جو حضرت شاہ کمال صاحب کی درگاہ شریف کے پیچھے درخت کے ساتھ بٹولہ ہے اور کل روز پمپ بھی لگ گیا ہے جو حضرت شاہ کمال صاحب کی درگاہ شریف کے سامنے تالاب کی دیوار کیساتھ کونے میں لگایا گیا ہے یہ سب کچھ آپ سی آپ ہو رہا ہے کوئی نیکہستی اس کام میں ہاتھ بٹا رہی ہے اور ان کے حکم سے سب کچھ ہو رہا ہے۔ میرے جیسے خادم کے لئے جس کے دل میں ہردو حضرات کے لئے گہری عقیدت ہے یہ سب کچھ بہت سکون بخش اور فرصت کا باعث ہے میں نے جناب سید علی احمد صاحب کے دور کے عرس دیکھے ہیں۔ اور میں شامل ہوتا رہا ہوں۔ لیکن جو کچھ اب حکم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے کثیر عقیدت مندوں کا جگمگنا بہت بے بجلی کی روشنی سے سارا منظر ات کو بہت دل فریب معلوم ہوتا ہے۔“

۱۔ مراد حضرت شاہ کمال کینٹھلی اور حضرت شاہ سکندر کینٹھلی رحمہما اللہ تعالیٰ۔

درگاہ شریف کے بارے میں روشن لال گپتا جی نے ۲۴ جون ۱۹۷۶ء کو لکھا۔
 • درگاہ شریف کے احاطے میں اوپر ایک کھرنی کا درخت لگا ہوا ہے۔ جو دو سال سے
 زیادہ ہے، کیلے کے درخت پیتے کے درخت، ملتان کے کھجور کے درخت،
 انگور کی بیلین، بارنگار کے درخت (GOLD MOHER) کا درخت اور سرخ
 رنگ کے پھولوں کی بیلین روضہ مبارک کے اوپر چڑھ کر بہت رونق بڑھا رہی ہیں
 دونوں روضہ مبارک میں پختہ بجلی لگی ہے۔ شام کو روشنی ہو جاتی ہے۔ درگاہ شریف
 کے ساتھ جو بدھ کیا تالاب ہے۔ وہ پختہ بن گیا ہے۔ اور اس میں دو ٹیوب ویل
 پانی بھرتے ہیں کشتی چلتی ہے۔ درگاہ کے باغ میں ہر قسم کے رنگیں پھول لگے ہیں
 سفید پتھر کے پنج اور کرسیاں لگی ہیں۔ ہری گھاس کٹی ہوئی اس قدر خوشنما معلوم
 ہوتی ہے جیسے ریشم کے بڑے گدے پھمے ہوئے ہیں۔ وہاں جنت کے نظارے
 نظر آتے ہیں۔

عرس کی تقریبات میں مسلمان بھی برابر شریک ہوتے ہیں۔ اور مقامی مسلمانوں کے علاوہ ہندو
 کے دوسرے علاقوں سے مسلمان اور بزرگزیادہ بزرگ تشریف لاتے ہیں یہ بزرگان کرام و عظیم نصیحت
 سے زائرین کے دلوں کو گرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں عرس حضرت شاہ کمال کی تہلیج
 کا ذکر کرتے ہوئے بزم مدت شرمہ جی نے ۹ جولائی ۱۹۶۹ء کے خط میں لکھا۔

• جناب حضرت شاہ کمال صاحب اور حضرت شاہ سکندر صاحب ہردو کے عرس
 مبارک ۱۲-۱۳ بروز سنچر وار بڑی شان و شوکت اور اہتمام سے منایا گیا۔ زائرین کا
 کافی اجتماع رہا جناب مرتضیٰ قادری صاحب تو مدارس سے بذریعہ موٹی جہاز
 تشریف لائے عقیدت کا یہ عالم تھا جس کو دیکھ کر قبلہ جناب شاہ کمال صاحب کے
 قدموں میں سر عقیدت سے جھک جاتے تھے خوش نصیب ہوں کہ ان کے دربار کا
 خادم ہونے کا شرف بخشا ہے ان کی کمال مہربانی ہے جس کی وجہ سے تابعدار ہوں
 مرتضیٰ قادری صاحب بڑے پسنچے ہوئے باکمال بزرگ ہیں۔ بہت پاکباز اور خلوص و محبت
 سے لبریز دل لئے ہوئے ہیں۔ اس دفعہ ان سے ملاقات کر کے دل باغ باغ ہو گیا۔
 عبادت کے باریک رموز سمجھانے کے کس طرح سے دل کی کوڑیاں کھلتی اور راز دنیا
 حاصل ہوتا ہے جب میں نے حضرت شاہ کمال صاحب کی زیارت اور کرم فرمائی کا حال

سنا یا۔ تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ان کی طرف سے ایسا ہی شفقت اور
 عنایات کا ہاتھ بڑھنا ہی رہے گا۔ خیر بہت پابند انسان دکھائی پڑے... کتنا
 پاکیزہ ماحول! ۲۴ کی رات کا تھا۔ ان کے فضل و کرم سے ایک آرائش کرنے والا
 بندہ بھی بھیج دیا۔ بجلی اور راڈ لگ ہی چکے ہیں۔ موم بتیوں کی قطاروں نے سندر
 سماں باندھ دیا۔ خوشبودار اگر بتیوں کی لپٹوں سے سارا ماحول معطر اور پر نضا تھا
 ایسے روحانی ماحول میں کس کا دل سکون محسوس نہیں کرتا۔ اور جس پر ان کی مہر و محبت
 کا سایہ ہو تو وہ روحانی دولت سے سیرابی حاصل کرتا ہے۔ جناب صوفی عبدالرحمن
 صاحب جلال آبادی بھی تشریف لائے تھے ان ہی کے دم قدم سے مزار شریف
 کی رونق دوبالا تھی۔ رسومات سب آپ صوفی صاحب اور جنات مرتضیٰ قادری
 صاحب نے بڑی عقیدت سے ادا فرمائیں۔ ایسی گھی کا پرشاد اور لالچی
 دل نے کاتیرک خوب تقسیم کیا گیا جتنے ہمان تھے سب کی خاطر مدارات انہیں سے
 کی گئی۔ اور کھانا بھی شاندار تیار کر دیا گیا تھا۔... آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ اس
 دفعہ عرس پر حضرت شاہ کمال صاحب کے مزار شریف کے ساتھ حضرت شاہ سکند
 کی طرف جاتے ہوئے راستہ پر ایک سینٹ کا پختہ ہمان خانہ بھی بن گیا ہے۔ اب
 جہانوں کو پوری طرح سے آرام نصیب ہوگا۔ ویسے پہلے بھی کچے مکان میں سب
 آرام کرتے رہے ہیں۔

مزار حضرت شاہ کمال کی ترمیم و آرائش میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے ملا و وہ ہندوستان
 کے محکمہ اوقاف نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے چنانچہ اب مزار شریف کے احاطے کے چاروں
 طرف دیوار بن گئی ہے احاطہ بہر طور پویل لگ گیا ہے اور ایک باغ بھی لگ چکا ہے۔ ان
 امور کی تفصیل روشن لال گپتا جی نے حضرت میاں مقبول محی الدین گیلانی صاحب مدظلہ العالیہ
 قادریہ کیلئے لکھی ہے۔ غازی خاں کے نام اپنے ایک خط مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۶۵ء میں دی گئی ہے۔
 آپ کو خبر ہی ہے کہ ۱۹۶۴ء سے آئے سال حضرت کا عرس نمایاں رہا ہے۔ سال
 میں حضرات کا عرس مبارک حضرت شاہ کمال شاہ صاحب مدظلہ العالیہ کی تاریخ
 وصال یعنی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۹۶۵ء میں آنجہانی مزار اقدس میں جمع ہو گیا
 ۹۷ جناب پارک شیخوپورہ کے مشورے سے آئندہ عرس کی تاریخ اپریل کے

دوسرے ہفتے کے روز مقرر کی گئی۔ عرس مبارک باقاعدہ آٹھ سال اسی تاریخ کو ہوتا رہا۔ پچھلے سال میری چیرمین پنجاب وقف بورڈ جناب طیب حسین صاحب اور ڈاکٹر کٹر وقف جناب غلام رسول صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جب میں ان کے پاس عرس مبارک کا دعوت نامے کر گیا ملاقات کے وقت ان حضرات نے رائے دی کہ عرس مبارک تاریخ وصال کو ہی ہونا چاہیے۔ اس سال ہم نے عرس تو اسی ہینے میں منایا لیکن میری تسلی نہ ہوئی۔ اب ارادہ یہ ہے کہ اس سال سے حضرت شاہ کمال شاہ صاحب رحمۃ اللہ کا عرس مبارک تاریخ وصال کو ہی منایا کریں میرے خیال میں یہ تاریخ اس سال مارچ یا ستمبر میں پڑے گی آپ حضرات کی تاریخ وصال تحریر فرمائیں اور ہمیشہ کے لئے تاریخ مقرر کر دیں۔ میں نے آپ کو اپنی خواہش پیش کر دی ہے آپ بزرگ ہیں۔ اور آپ کا فیصلہ ہی ہم پر لاگو ہوگا..... ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنت زمین پر اتنی ہی ہے اور وہ ہے کئی شریف۔ دونوں دنگا نہیں بہت عمدہ حالت میں لکھنؤ میں ہے اور پرہرے پرچم لبرار ہے ہیں۔ دونوں روضوں میں پختہ بجلی کی فنگس ہو گئی ہے اور ٹیوب لائٹ بھی لگ گئی ہیں روضہ مبارک شاہ کمال صاحب میں نیا سرخ فرش ۱۹۶۷ء میں ہی بن گیا تھا۔ اور حضرت نور الدین صاحب کا مزار عالیہ بہت عمدہ نیا تعمیر ہو چکا ہے (OIL PAINTS) اور ڈسٹ پیر وغیرہ بخوبی ہو چکے ہیں۔ عمدہ ریشمی اور دوسری سرخ اور قیمتی چادروں میں حضرات طبوس ہیں تو وہاں جا کر سجدہ بھول جاتا ہوں۔ اور سوائے رونے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ سب کرم فرمائی میرے مولا کی ہے میں تو ایک ملازم اور غریب خادم ہوں جب یہ دیکھتا ہوں تو تعجب ہوتا ہے کہ خود ہی کرنے والے ہیں اس سال وہاں پر چاروں طرف پختہ BOUNDARY WALL دیواریں بن گئی ہیں۔ ایک عمدہ ٹیوب ویل تقریباً پچاس ہزار قیمت کا لگ گیا ہے اور ایک عمدہ باغ درگاہ شریف کے چاروں طرف تقریباً تین لاکھ کی قیمت کا بن چکا ہے ہر قسم کے پھول لگ گئے ہیں۔ دو کمرے حضرت شاہ کمال شاہ صاحب کے احاطہ مبارک میں حجرہ کا شکل میں پختہ بن گئے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کام باقی ہے وہ تقریباً دو یا تین ہینے

میں کافی پائیہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔ ویسے کام تو چلتا ہی رہے گا۔ درگاہ شریف کی خدمت شری برہم دست شراجی کر رہے ہیں۔ چراغ بتی وہ بھی کرتے ہیں۔ آگے چل کر خط میں روشن لال گپتا جی نے درگاہ شریف کے باغ کے بارے میں لکھا ہے کہ۔

میرے خیال میں تمام ہندوستان میں اس سے زیادہ خوبصورت باغ درگاہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

روشن لال گپتا جی کے ۲۱ مئی ۱۹۷۰ء کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مزارات کی صفائی کا کام ایک ماہی کے سپرد ہے جو روز صفائی کرتا ہے۔

۱۹۷۰ء کے عرس کے بارے میں روشن لال گپتا جی کے بیان کی تصدیق برہم دست شراجی کے ایک خط محررہ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۰ء سے بھی ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:-

۲۸-۲۹ جمادی الثانی بمطابق یکم و دوم ستمبر ۱۹۷۰ء بروز منگل بڑی شان و شوکت سے منایا گیا۔ درگاہ شریف پر خوب آرائش و زیبائش بجلی کے منور تقمقوں سے ہوئی۔ درگاہ شریف کے سامنے دو دروازے کھلیے ہوئے سبزہ زار پارک بڑے خوشنما معلوم ہو رہے تھے، اور حضرت کی درگاہ کے سامنے والے دروازے سے جوڑی کی پالیں یا بٹے تھے، وہ اڈہ موٹر میں تبدیل ہو گئے ہیں پارک میں طرح طرح کے پھول مزار شریف کے چاروں طرف کھلتے رہتے ہیں یا بوروشن لال جی اور سب عقیدتمندوں نے خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وقف بورڈ نے بھی اس فیصلہ کو قبول کر لیا۔ کہ حضرت کے وصال یعنی ۲۸/۲۹ جمادی الثانی کو ہی عرس شریف ہر سال منایا جاوے۔

برہم دست شراجی نے اس خط میں مزید لکھا ہے کہ:-

میں نے ان آنکھوں سے وہ اعلیٰ روحانی شخصیت دیکھی ہے، جسے آپ اور ہم جناب میاں علی احمد صاحب کا نام بڑے فخر سے لیتے ہیں ان کے چہرے پر وہی روحانی جلال نمایاں تھا۔ خوبصورت چہرہ اور معصومیت سے لبریز دل ان اعلیٰ مرتبت بزرگوں اور فقراء سے درشتہ میں ملا تھا جنہیں ہم حضرت شاہ کمال صاحب اور حضرت شاہ سکندر صاحب محبوب الہی کے تبرک ناموں سے یاد کرتے اور

ان کے قدموں میں آج بھی عقیدت سے سر جھکاتے ہیں۔ مجھ پر ہر دو حضرات
 کا سایہ ادا ہوا تھا بدستور قائم ہے بدستور ان کی خدمت کا شرف حاصل ہے“
 گویا اس وقت مزار شریف کی دیکھ بھال کے علاوہ عرس مبارک کے اہتمام میں ہندوؤں
 مسلمان برابر کے شریک ہیں۔ خوب ابروگان دین جس سے جو کام لینا چاہیں خوب لیتے ہیں۔
 کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں۔

کرامات

حضرت شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ سے کرامات کا ظہور فطری طور پر ہی ہوتا تھا۔ ورنہ آپ نے کبھی کرامات کا دکھاوا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی شخص کے اصرار پر کوئی کرامت دکھائی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اگر نزد اوکے بیت مشاہدہ خوارقِ رفتہ ازاں سخت دربار شدئے یعنی اگر کوئی آپ کے پاس اس غرض سے جاتا کہ کرامات کا مشاہدہ کرے تو اس سے سخت کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک ہم عصر ممتاز عالم مولانا حالونی اپنے شاگردوں کے ہمراہ اس غرض سے آپ کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے کہ آپ سے کوئی کرامت مشاہدہ کرے جب منزل مقصود کے قریب پہنچے تو آپ کو اس کے ارادے کا علم ہو گیا خشونت اور غصے کے مارے اینٹ پتھر وغیرہ جو کچھ جمل سکا، لے کر مولانا کے پیچھے پڑ گئے۔ مولانا نے ناچار اپنے شاگردوں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کی۔ آپ نے پیچھے سے حملہ کرتے ہوئے فرمایا: اے مکار صالونی! تو اس لئے آیا تھا، کہ کمال سے کرامات دیکھے۔“

صاحب گلزار خوارقِ راوی ہیں کہ ایک ہندو درویش باوا سبتل داس نانہ کینٹھل کے تالاب بدھ کیار کے کنارے اپنی انتریاں نکال کر صاف کیا کرتے تھے۔ اور عوام اسے دیکھ کر زہمت کی خوش فہمی میں مبتلا رہتے۔ ایک روز آپ نے جنگل سے آتے ہوئے یہی ماجرا دیکھا تو باوا صاحب سے فرمایا: اس جہل سے محض شہرت مقصود ہے، تو اور بات ہے۔ ورنہ قلب سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور سارے ہونے وہاں سے تشریف لے آئے۔ بعدہ جب درویش نے آنتوں کو اندر ڈالنا چاہا، تو وہ ٹھیک نہ ٹھیک جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوئی آپ کے الفاظ اس درویش کے دلوں تک پہنچ چکی تھی۔ باوا صاحب نے تاڑ لیا۔ کہ ضرور صاحب نظر ہیں۔ بے تاب و بے قرار ہو کر سیدھے سنانا لایا۔ پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حاضر ہوئے۔

یار ہر سو کہ رود چشم بدلاں سو گرد دہ چشم من خاصیت قبلہ نما پیدا کرد
آپ نے کمال لطف و عنایت سے دیکھا اور ان کے سینے کو نور الہی سے معمور کر دیا
حتیٰ کہ فرقہ خلافت سے نوازا:

ایک دفعہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ بچپن میں شدید بیمار ہوئے، بیماری کا
یہ ماٹم تھا کہ آپ بے ہوش تھے، اور سب گھوڑے حضرت کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے،
انہی دنوں حضرت ثاکمال کیمقلی قدس سرہ حضرت کے والد ماجد کے یہاں تشریف لائے، سب نے آپ
کی تشریف آوری کو برکت کا باعث سمجھا، اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو حضرت کی خدمت
میں لے آئے۔ آپ نے حضرت کے مزہ میں اعاب دہن ڈالا، اور فرمایا، مطمئن رہیے۔ اس بچے
کی عمر بڑی طویل ہے، اور اسے بہت عزت حاصل ہوگی، بہت مخلوق اس کے ذریعے مرتبہ
کمال کو پہنچے گی۔ یہ بچہ ہماری طرح ہی بزرگ ہوگا۔ ہم نے اسے اپنی فرزندگی میں قبول کیا ہے
حضرت مجدد الف ثانی کو اسی وقت صحت حاصل ہو گئی۔

حضرت قدس کا لباس گونا گونا گونا رنگ ہوتا تھا یا فوجی طرز کا اس صورت حال بودیکھ کر بہت سے لوگ
معرض تھے خصوصاً علماء کی ایک جماعت پیش پیش تھی صاحب تذکرہ غوثیہ لکھتے ہیں کہ ان علماء کو حضرت کے بالکمال بزرگ
ہونے میں تو اصل کلام نہ تھا لیکن آپ کے سرخ لباس پر معرض تھے جب اس با سے میں لب کشائی کرنے کی کوشش
کرتے تو زبان ساٹھ نہ دیتی، اس پر وہ پریشان اور ترسندہ ہو جاتے۔ آخر راہ نکالی اور ایک سفید
لباس تیار کر کے آپ کے حضور میں پیش کیا۔ آپ کو تصرف باطنی سے ان کا
ازادہ اور مدعا معلوم ہو چکا تھا، لہذا آپ نے وہ لباس لیا۔ لباس کا زیب تن کرنا تھا۔
کہ سفیدی سرخی میں بدل گئی حضرت نے جلال آفرین نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا: تم سمجھتے ہو
کہ میں کپڑے رنگوا کر پہنتا ہوں۔ مگر تم نے دیکھا۔ ایسا نہیں ہے۔ قدرت خود بخود اس کو اس
رنگ میں رنگتی ہے، اچھی طرح سمجھ لو کہ سالک مشمیت کے ہے، اور یہ غسال کی مرضی ہے کہ
وہ اسے ٹھنڈے پانی سے غسل دے۔ یا گرم سے۔ مہیت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسال کے سامنے
لب کشائی کرے۔ یہی حال ہمارا ہے۔

اس واقعے کی بنا پر آپ کو لال دیال کا لقب دیا گیا۔

گلزار خوارق سے منقول ہے کہ ملتان کے قیام کے دوران میں ایک روز آپ حضرت
بہاؤ الدین ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں تشریف فرما تھے۔ چند مشائخین بھی وہاں

حاضر تھے۔ دفعۃً ایک بزرگ نے ایک واقعہ کی نسبت جو حال ہی میں گجرات میں رونما ہوا تھا بیان کیا، کہ والئی گجرات (کاٹھیاوار) اپنے لشکر کے ہمراہ شہر میں سے گذر رہا تھا۔ راستے میں ایک ٹکڑ گدا فقیر سلطان کے گھوڑے کو روک کر مخاطب ہوا۔ کہ پیسے دے کر جاؤ۔ بادشاہ کو اس کا یہ انداز مخاطب پسند آیا۔ اس نے خیال کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تاج و تخت عطا کیا ہے۔ اور یہ رعیت کا ادنیٰ ترین انسان ہے۔ اگر یہ صحیح معنوں میں فقیر ہے۔ اور صاحب وطن ہے۔ تو اس کا اس طرح مخاطب کرنا درست ہے۔ کہ یہ مخدوم کائنات ہے۔ اور میں بحیثیت ایک چوکیدار ہوں۔ اگر یہ محض ٹکڑ گدا ہے، تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا اس لئے یہ قابل گرفت اور لائق سزا ہے۔ یہ خیال آتے ہی بادشاہ نے حکم دے دیا۔ کہ اس کو اوندھا لگا کر تمام فوج کو اس پر سے گزار دو کہ یہ کیفر کہ دار کو پہنچے تعمیل حکم ہوں تمام فوج مع ساز و سامان زمین پر سے گزار دی گئی۔ لیکن وہ زندہ و سلامت کھڑا ہو گیا بادشاہ خوف سے کانپنے لگا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ یہ کوئی کامل ترین انسان ہے۔ اب میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں، چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ ٹکڑ گدا کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور ایک سکہ سنہری اس کی نظر کیا۔ وہ سکہ لیتے ہی چلتا بنا۔ میں نے جب اسے بغور دیکھا۔ تو وہ محض خالی اور ٹکڑ گدا تھا۔ جب اوپر دیکھا تو اس کو کسی سلسلے سے بھی منسلک نہ پایا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ اس کو اتنی بڑی امداد کہاں سے مل گئی۔ جب کہ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پر حضرت نے اس محفل سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا۔ تو میری نظر سے بھی گذرا مجھے خیال آیا کہ یہ شخص بظاہر تو فقیر ہی نظر آتا ہے، اس لئے لوگ اس واقعہ کو فقیر کے ساتھ ہی منسوب کریں گے۔ اور یہی کہیں گے کہ ایک فقیر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ کوئی نہ کہے گا۔ کہ ٹکڑ گدا کے ساتھ یہ واقعہ رونما ہوا مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ فقر کو داغ لگے۔ میں نے اپنی کمر اس پر رکھ کر تمام فوج کو اپنے اوپر سے گزار دیا۔ یہاں تک کہہ کر آپ نے اپنی پشت مبارک سے قمیص اٹھائی۔ اس پر دو ایک خراش ناخن کی سی معلوم ہوتی تھی۔

ایک روز آپ صحرا میں ایک درخت کے نیچے استنجے کے لئے بیٹھے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی آپ کے ہمراہ تھے، زمین کے اندر سے اُح اُح کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے مکار خود بینی و خود رانی ترک کر شیخ عبدالاحد نے ہر دو گفتار اپنے کانوں سے سنیں۔ جب آپ طہارت سے فارغ ہوئے۔ تو شیخ نے پوچھا کہ اس حالت میں بات کرنے کا کیا

سبب تھا۔ فرمایا مدت ہوئی ایک شخص قتل ہوا۔ اور وہ یہیں مدفون ہے۔ علامت قبر ظاہر نہیں۔ اب اس نے اپنے اظہار و ثنہرت کے لئے زمین کے نیچے سے آواز دی۔ مجھے اس کی اس حالت پر تعجب ہوا۔ کہ واللہ اعلم کتنی مدت اسے گزر گئی ہے۔ کہ اس کا وجودی ڈھانچہ اور گوشت پوست تک بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن خود پرستی و خود نمائی ابھی تک دماغ میں باقی ہے۔ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں جو خود بینی و خود رائی سے چھوٹ گئے اور اپنی ہستی کو فنا کر ڈالا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ صرین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، احمد آباد پہنچ کر بخار میں مبتلا ہو گئے۔ ایک مکان کرائے پر یا اور عرصے تک صاحب فراش رہے۔ ایک روز سلطان محمود گجراتی اس راستے سے گذر رہا تھا۔ پیاس کی شدت اور سورج کی حدت سے اس کا منہ کھن آلود تھا۔ پیش سے بچنے کے لئے گھوٹے سے اترا۔ اور صدمہ دروازے سے داخل ہو کر آپ کی مسندِ خاص پر جا بیٹھا۔ اس کے لشکر یوں اور سپاہیوں نے ادھر ادھر دونوں طرف سے آمد و رفت مسدود کر دی اندر سے جو کوئی باہر آتا۔ اس کو سپاہی خوب زد و کوب کرتے۔ دریں اثناء اندر سے ایک خادمہ آئی اس نے ایک مرد غیر کو مسند پر بیٹھے دیکھا تو خوب لعنت ملامت کی سپاہیوں نے اس عقیفہ کو اس قدر زد و کوب کیا۔ کہ اس کے جسم سے خون بہنے لگا۔ یہ خادمہ خون میں لت پت دوڑی اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں جا بیان کیا۔ حضرت جذبہ کی حالت میں آگئے۔ اور باہر تشریف لائے۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے حملے کی غرض سے تلواریں سونت لیں، لیکن جو نہی ہاتھ اٹھائے ان کے ہاتھ نسل ہو گئے۔ آپ کا جلالِ محضہ ٹرھتا جا رہا تھا۔ کہ آپ کے فرزند اکبر حضرت شہ عموالدین تیزی سے آئے اور آپ کے پائے مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ سارا غصہ رفو ہو گیا۔ امر آدست بستہ حاضر ہوئے، اور حضرت شہ عموالدین کے ساتھ مل کر آپ کو تخت پوش پر بٹھایا۔ اور اپنی گستاخیوں کی معافی کے طلبگار ہوئے، آپ نے اپنی ذاتی بخشش کے باعث ان کی خطا معاف کر دی۔ اور اس طرح سپاہیوں کے نسل شدہ بازو اپنی اصلی حالت پر آگئے حضرت نے سلطان کی خاطر تواضع بھی کی۔ دوسرے روز سلطان محمود عمامہ بن سلطنت دار اکین دولت کے ہمراہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے

مشرق ہوا۔

علاقہ کیتھل کے ایک شخص غلام اللہ کا انتقال ہو گیا۔ وہ کسی اور بزرگ کے مرید تھے وہ شجرہ اور کلاہ جو انہیں اپنے پیر و مرشد سے حاصل ہوا تھا۔ مرور زمانہ کی تندر ہو گیا۔ ان کا جنازہ قبرستان میں لے گئے، تو شہر کے اہالی و موالی اور اعیان و اشراف ساتھ تھے۔ اتفاقاً حضرت شاہ کمال کیتھل بھی اس جنازہ کی طرف آئے۔ ایک مرید مودود نامی نے حضرت سے فرمایا۔ یا سیدی! چونکہ غلام اللہ کے پاس شجرہ اور کلاہ موجود تھیں۔ کیا یہ حضور کی مرید کا میں داخل ہو سکتا ہے؟ اور آپ اس کے لئے شجرہ کا حکم فرمائیں تو کیا ہی خوب ہو؟ فرمایا جب تک وہ میری مریدی کا اقرار نہ کرے ایسا ممکن نہیں۔ حضرت کے اس جواب سے اکابرین شہر بہت حیران ہوئے کہ مردہ بھلا زندہ ہونے کا اقرار کیونکر کر سکتا ہے؟ حضرت نے سیدامان اللہ حسین کو جو اس جگہ کے اکابرین و اعیان میں سے تھے۔ جنازے کے پاس آنے کا حکم دیا۔ مودود کو جنازے کے پاس بٹھا دیا۔ اور غلام اللہ سے یوں مخاطب ہوئے۔

”کچھ اجاب شجرہ و کلاہ کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اگر تو غلامان خاندان قادر یہ کی جماعت میں منسلک ہو کر میرے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہے، تو تجھے شجرہ اور کلاہ دے دیتا ہوں“

قریب کھڑے ہوئے گواہوں اور حاضرین نے سنا کہ غلام اللہ نے پردرد آواز میں کہا، چونکہ حضور کی استمداد و استعانت کے بغیر سایہ رضوانی کی پونجی حاصل نہیں۔ امیدوار ہوں۔ کہ اس بے کس پر رحم فرمایا جائے، حضرت نے اس کے نام کا شجرہ لکھ دیا اور کلاہ دے کر سپرد خاک کر کے دعائے مغفرت کی۔

منقول ہے کہ آپ ایک رات لاہور کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم رہے تھے۔ تین اور اہل اللہ گشت کر رہے تھے۔ کو تو ال شہر ٹکرانی کی غرض سے اس طرف آئے۔ ان اہل اللہ میں سے ایک پانی کے مشکے میں داخل ہو کر پانی میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرا تنور کے اندر جا گھسا۔ اور آگ کی طرح روشن دکھائی دینے لگا۔ تیسرا ہوا میں تبدیل ہو کر پرواز کرنے لگا۔ حضرت اقدس جہاں تھے۔ وہیں ٹھہرے رہے۔ ان کے پیچھے پیچھے کو تو ال شہر گشت کرتا ہوا آ رہا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھا کہ اس وقت یہاں لوں

لوگ ہیں۔ مٹکے میں دیکھا تو پانی نظر آیا۔ تنور میں آگ ہی آگ دکھائی دی تیسرے صاحب جو ہو امیں اُتر رہے تھے۔ ان پر بھی حیرت ہی تھی۔ حضرت بھی وہیں موجود تھے۔ لیکن انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ان حالات نے کو تو ال شہر پر جنون کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ اور وہاں سے چلتا بنا۔ ہر سہ اہل اللہ حضرت کی خدمت میں پھر اکٹھے ہو گئے۔

ایک مجذوب شیخ مونگر تھے۔ لاہور کے مقام پر بازار کے قریب ایک مسجد میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے ہاتھ میں ہمیشہ دو اینٹیں ہوا کرتی تھیں کوئی سوار ہو یا پیادہ کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہاں سے صحیح سالم گذر جائے۔ ایک روز حضرت بحالت سواری وہاں سے گذرے۔ شیخ مونگر حسب دستور اٹھے، اور دونوں اینٹیں زمین پر پھینک دیں۔ سلام کر کے بے ساختہ حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔ ایک مرید فتح شاہ نے اس حقیقت کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا: ”جب میں ان کے سامنے سے گزرا، تو میری اور ان کی روح نے عالم بالا میں اُٹنا شروع کیا۔ جہاں تک وہ اُڑ سکتی تھی اُڑی۔ جب آگے بڑھنے سے عاجز آگئی، تو واپس آگئی۔ اور شیخ نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا۔ میں نے اس کی تکمیل باطنی کر دی۔“

گزار خوارق سے منقول ہے کہ دیار روم میں سیاحت کرتے ہوئے حضرت اقدس اس علاقے کے دار الحکومت میں پہنچے، شاہی محل کے نیچے سے گذر رہے تھے۔ کہ اوپر کے دریچے سے ایک حسین و جمیل نو عمر لڑکی نظر آئی جس کی دلربائی اور خوش ادائیگی نے آپ کے قلب و نظر پر یوں قبضہ کیا۔ کہ وہیں گلی میں اقامت گزیں ہو گئے۔ دس دن اور دس رات تک یہی حال رہا۔ اور کسی نے آنے جانے والے کی مطلق خبر نہ رہی سہ۔ بادشاہ کو اس حال کی اطلاع ہوئی، تو وہ خدم و حشم سمیت خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوا۔ اور عرض کی حضور یہاں قیام کی کیا وجہ ہے؟ میرے لائق جو خدمت ہو ارشاد فرمایا: ”انشاء اللہ اس کی تکمیل ہوگی“ حضرت جب بحال ہو کر عام حالت میں آئے۔ اور بادشاہ کے آنے کی وجہ معلوم ہوئی۔ تو فرمایا: ”ہمارا مقصد تو انوار و تجلیات الہی کا مشاہدہ کرنا ہے“۔ بادشاہ فوراً

سہ یاد رہے کہ کابلن بارگاہ الہی میرٹھ و لاہور کی چنگاری وہ کام کرتی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ اور انہیں ہر شے انوار و تجلیات الہی نظر آتے ہیں۔

محل سرا میں آیا۔ اور اس چندے آفتاب چندے ماہتاب دوشیزہ کو لے کر خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ اور کہا یہ ہے آپ کی..... منظور نظیر کنیز حضرت اقدس نے نظر توجہ سے اسے دیکھا۔ اور فرمایا ”معصومہ جمال الہی سے معمور ہے۔ اللہ تعالیٰ عفت دپاکدامنی کے پردے میں دونوں جہاں کے مراتب اس کو حاصل کرنے کا موقعہ عطا فرمائے۔ اس نظارے سے ہمارا مقصد تو محض خدائے بزرگ و بزرگے کمال و جمال کا مشاہدہ کرنا ہے“ حضرت عالم مستی میں آگے نکل گئے۔ لیکن اس پاک دامن پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ بادشاہ کا فی پریشان ہوا۔ خادمان شاہی کو حضرت کی تلاش کے لئے روانہ کیا جو تلاش بسیار اور منت سماجت کے بعد حضرت کو بادشاہ کے پاس لے آئے، دوشیزہ نے کپڑے پھاڑ گودڑی پہن لی۔ اور اپنے باپ سے کہنے لگی ”چونکہ اب میں دنیا کے کسی کام کے قابل نہیں رہی ہوں۔ اب آپ کا اس کنیز پر سب سے بڑا یہی احسان ہو گا۔ کہ اس مرد خدا کی خدمت میں رہنے کی اجازت دیدی جائے، تاکہ اپنی بعض مشکلات کو اس مرد خدا کی ہمراہی میں حل کر سکوں۔ اور ان کی فیض رساں ہمراہی سے استفادہ کرتی رہوں“

بادشاہ اسے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ بچی میری اپنی ہی بیٹی ہے! اب یہ شہزادی حضرت کی ہمراہی میں دنیا کی سپر و سیاحت میں مشغول ہو گئی۔ دوران سفر میں جہاں کہیں حضرت قیام فرماتے۔ زن و مرد اپیر و جواں، اس کے بے مثل حسن کے تماشے کی خاطر جمع ہو جاتے، جس سے اس نیک بخت کو بڑی پریشانی ہوتی۔ ایک روز اس نے بڑی جرأت سے کام لیتے ہوئے حضرت کی خدمت میں درخواست کی، کہ میں لوگوں کی ہوسناک نظر بازی سے تنگ آگئی ہوں۔ اور میرے معمولات بھی اس طرح برقرار نہیں رہ سکتے۔ لہذا میں خدمت عالیہ میں موڈ بانہ درخواست کرتی ہوں، کہ آپ بارگاہ رب العزت میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس دنیا سے اٹھالے“ حضرت نے اس عفت مآب کو تسلی دی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس نے پھر یہی دعا مانگنے کی درخواست کی۔ تو حضرت نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی۔ جو مستجاب ہوئی۔ وہ اسی وقت جان بحق ہو گئی۔ ان نیک سیرت بی بی کا نام عائشہ بتایا جاتا ہے جزیرہ قبرص میں آج بھی ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔

دوران سیاحت میں حضرت اقدس نے ایک طراوت بخش و ملاحت افزا باغ میں آرام فرمایا۔ ایک غیر مسلم باغبان نے حضرت کو ایسا کرنے سے منع کیا حضرت وہیں

تشریف فرما رہے۔ باغبان کے دماغ میں گل انسانیت کی ذرہ بھر خوشبو بھی نہ پہنچی تھی۔ اس نے سخت سست الفاظ کہتے ہوئے حضرت کے پاسے مبارک کو اپنی طرف کھینچا، اس کی اس جسارت اور بے ادبی کو آپ کا خادم برداشت نہ کر سکا۔ اور تلوار سے دو ٹکڑے کر کے اسے دارالسقر پہنچا دیا۔ حضرت نے مرید کے اس فعل کی مذمت کی اور ایک چادر اس مقتول پر ڈال دی۔ دوسرے مالی حاکم وقت کے پاس جو نمود ثانی تھا۔ وہاں دیتے ہوئے پیسے اور عرض کی کہ چند صوفیان اسلام جو حال ہی میں کہیں سے وارد ہوئے ہیں نے باغ میں ٹھہر کر ہمارے فلاں بھائی کو ناحق مار ڈالا ہے۔“ سو فیوں کا نام سن کر اس کی آتش غضب بھڑکی۔ اور اس متعصب حاکم نے چند شیطان صفت بد باطن سپاہیوں کو انج گزرتاری کے لئے مقرر کیا۔ ان مسلح سپاہیوں نے جب دور سے حضرت کے رخ پر افوار کو دیکھا تو ان پر رعب و لاییت۔ اس قدر مسلط ہوا کہ تمام غرور حکومت جاتا رہا۔ اور نہایت ملامت و نر سے عرض کرنے لگے: ہمیں کسی کا دل آزادی کرنی منظور نہیں۔ ہم اکرم وقت نے ہمیں محض اس معاملے کا تحقیق کرنا کرنے کے لئے آپ کے بلانے پر مامور کیا ہے۔ اٹھئے اور ہمارے ساتھ چلئے۔“ حضرت فرمانے لگے: ہم ایسے دشت و صحرا نورد درویشوں کے ہاتھوں قتل و غارت کیا معنی؟ ہندو باغبان کہنے لگے: حضور ہمارے بھائی کو قتل کرنے کے بعد اس گودڑی کے نیچے چھپا دیا گیا ہے۔“

سپاہیوں نے جب گودڑی کو اٹھایا تو دیکھا ایک کتا مرا پڑا ہے۔ حاضرین کی حیرت کی انتہا نہ رہی، سپاہی اور باغبان ٹر مندہ ہو کر لوٹ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ کے زانوؤں تلے ایک تکیہ تھا۔ ایک شخص نے پوچھا: ”یا سیدی!“ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے بحالت نماز جناب حضرت علیؑ کی کمر مبارک سے لپٹے ہوئے بچے کو جھٹکا دیا۔ تو وہ کمر سے ہوتا ہوا صاف باہر نکل آیا۔ کیا یہ درست ہے؟ آپ نے فرمایا: ”بے شک! اللہ تعالیٰ نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ غلاموں کو بھی یہ صفت عطا فرمائی ہے۔“ اور آپ نے وہ تکیہ اسی طرح زانوؤں میں سے نکال کر دکھا دیا۔

آپ ایک روز حضرت بہاؤ الدین زکریا کے مزار مقدس پر تشریف لائے تو آپ کا وجود مبارک طول و عرض میں اتنا بڑھا۔ کہ گنبد خائفیں اس کے سمانے کی گنجائش نہ رہی اور تمام روضہ

مقدسہ کا احاطہ کر لیا، یہ بات خادم روضہ نے سجادہ نشین شیخ نظیر سے بیان کی۔ وہ اس اطلاع کے ملتے ہی دوڑے۔ آپ کو کچھ دیر کھڑے دیکھتے رہے۔ اور پھر اپنا دست مبارک حضرت کے زانوئے مبارک پر رکھ دیا۔ آپ نے اسی حالت میں ہاتھ ان کی طرف کیا، اور کچھ وقفہ کے بعد اپنی اصلی حالت پر آگئے۔ حضرت شیخ نظیر نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا، رئیس شہر آج سواری کر رہا تھا۔ عوام کا ازدحام تھا۔ منتظرین راستہ صاف کرنے کی غرض سے لوگوں کو مار پیٹ رہے تھے۔ ایک درویش بس سے مس نہ ہوتا تھا۔ ایک مجہول الحال کو تو ال نے سلطان کے ایسا پر اس کو اس بری طرح زد و کوب کیا کہ وہ زخمی ہو گیا۔ وہ اسی حالت میں حضرت بہاد الدین زکریا کی بارگاہ میں رویا۔ روضہ مبارک سے ندا آئی، کہ تعجب ہے کہ تمہارے ہوتے میرے مرید کو تکلیف پہنچے۔ فقیر نے رئیس کا سرن سے جدا کر دیا۔ حضرت شیخ نظیر بہت متحیر ہوئے اور وہ تاریخ اور دقت نوٹ کر لیا۔ تصدیق سے پایا گیا کہ ٹھیک اس تاریخ کو شاہ گجرات کا سفر قلم ہوا تھا۔

جب ابر بادشاہ نے گجرات پر چڑھائی کی تو علی قلی خاں جو بادشاہ کا مقرب تھا ہم رکاب تھا۔ ہم سفر کرنے کے بعد ایک روز غلبہ بشریت کے بعد اس نے ایک دلالہ کو بلا لیا۔ کہ اس کے ذریعے سے حظ نفس کا سامان ہم پہنچائے، وہ دلالہ جس محلے کی طرف جا رہی تھی، اس طرف سے حضرت اقدس بھی تشریف لارہے تھے۔ حضرت اقدس نے دلالہ کے کوزے لگانے شروع کر دیئے۔ یہ کوزے درحقیقت علی قلی خاں کے لگ رہے تھے۔ حضرت زبیر مبارک سے یہ فرماتے جاتے تھے کہ اے پلید! اس سلسلے میں داخل ہونے کے بعد اس قسم کے قبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔

مردی ہے۔ کہ شیخ عبدالاحد سرمند نے قدس سرہ کا ایک پنج سالہ فرزند کھانے پینے کی طرف راغب تھا۔ والدہ کو فکر لاحق ہوئی اور یہ ماجرا حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں، بچوں کی طبیعت مختلف ہوا کرتی ہے، لیکن کچھ دن گزرنے کے بعد اس کی والدہ نے پھر درخواست کی، آپ نے اس بچے کو بلا لیا۔ مہربانی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کھانے کی ہدایت فرماتے ہوئے کہا "فرزند خوب سیر ہو کر کھایا کرو۔ اب صاحبزادے پر بھوک نے اس قدر غلبہ کیا، کہ رات دن جو میس گھٹنے اس کے سامنے دستہ خوان چنار بتا تھا۔ چنانچہ والدین جس طرح اس کے نہ کھانے سے تنگ آگئے تھے۔ اب اس کی بسیار خوری سے ماجرا آگئے۔ اس پر آپ کی خدمت میں پھر عرض کی گئی، آپ نے فرمایا، ایسا ہی ہوگا۔ . . . چنانچہ عمر بھر صاحبزادے کے کھانے کی مقدار اس کے ہم عمر لڑکوں سے زیادہ ہی رہی۔

صاحبِ گلزارِ خوارقِ مروی ہیں۔ کفتحِ خارا نامی ایک صاحبِ سامان میں رہا کرتے تھے۔ اور اکمِ عظیم کا وردان کا روزانہ کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ ان کو جن اٹھا کر آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ حضرت نے انہیں جن کے پنجے سے نجات دلانی اور نظروں سے اوجھل ہو گئے، البتہ حضرت کا حلیہ مبارک ان کے ذہن میں محفوظ رہا۔ اوداسی روز سے دل میں ارادہ کر لیا۔ کہ اگر خوش نصیبی نے مدد کی، تو کسی دن اس بزرگ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاؤں گا۔ اتفاقاً فتحِ خاں مذکور کے چند دوست جو حضرت کے مریدین میں سے تھے۔ بیٹھے ہوئے بزرگانِ دین کے ذکر خیر سے دلوں کو تازگی بخش رہے تھے۔ کہ وریں اثنائے حضرت کا تذکرہ بھی چل نکلا۔ فتحِ خاں کے دل میں زیارت کے شوق نے چٹکی لی، اور فوراً ہی اپنے احباب کے ہمراہ عازمِ کینصل ہو گئے خدمتِ اقدس میں پہنچے اور مریدانِ باصفا کی لڑی میں منسلک ہو گئے۔ ایک دن مجلس میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کہ فتحِ خاں ہر لقمہ اٹھانے پر دل میں یہ کہتے کہ کاش یہ لقمہ میرے پیروشد نے کھایا ہوتا۔ لگاتار تین لقموں پر یوں ہی کہا۔ اور خود کھالئے جب چوتھا لقمہ اٹھانے لگے، تو حضرت نے فرمایا۔

بس مجھے تین لقمے ہی کاٹتے ہیں، جو تھے کی ضرورت نہیں!

نقل کیا جاتا ہے، کہ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ باغ میں رونق افروز تھے۔ کہ حضرت کی خدمت میں چند صوفیائے عظام حاضر ہوئے، گفتگو کے دوران ایک نہایت باریک مشلے پر بحث چل نکلی۔ باغ سے باہر کو تو ال شہر گشت کر رہا تھا۔ وہ آوازیں سن کر عین باغ میں آیا۔ لیکن سہرا سے کوئی نظر نہ آیا۔ گفتگو سے فراغت کے بعد وہ حضرات لاہور کو پرواز کر گئے، جب وہاں پہنچے تو گل میں ایک مکان کے سامنے حضرت کو مع خورد و کلاں کھڑے پایا۔ حضرت نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرایا پھر وہ کمزور دانہ ہو گئے، جب کمزور کے ایک محلے سے گذر رہے تھے، تو حضرت کو ایک مقام پر کھڑے پایا۔ کمزور میں بھی حضرت کے ہاں قیام فرمایا۔ صبح کو صرین شریفین کی زیارت کے لئے وہاں پہنچے۔ تو دیکھا کہ حضرت مع اہل و عیال ایک مکان میں تشریف فرما ہیں، حضرت نے انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ واپسی پر انہوں نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ بات ہمارے افہام سے بالاتر ہے۔ کہ یہ مسافرت ہم نے پایادہ نہیں بلکہ اس طرح طے کی جس طرح اولیاء اللہ کرتے ہیں۔ راستے میں جہاں بھی ہم نے قیام کیا۔ وہاں آں جناب کو پہلے ہی موجود پایا۔ یہ بات ہمارے لئے موجب حیرت ہے۔ حضرت نے تبسم کنناں ارشاد فرمایا۔ عزیزانِ من خوب سمجھ لو جس طرح انگشتری جو کسی شخص کی انگلی میں پڑی رہتی ہے اور اس کی ہر چیز اس کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ اسی طرح قدرت نے ایک انگشتری میری انگشت میں

پہنادی ہے۔ جس کے آئینے میں تمام کائنات مضمحل ہے۔ اور قرب و بعد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

مرفوم ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت اقدس کے منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس مٹ کے دل میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس کی زیارت کا بے حد شوق پیدا ہوا۔ اور آپ حضرت کی اجازت کے بغیر عازم بغداد ہو گئے۔ جب مشہد کے قریب پہنچے۔ تو انہیں راستے میں پہلی، دوسری اور تیسری منزل پر ایک فقیر وضع درویش ملے، اور پوچھا۔ ”میاں صاحبزادے کہاں تشریف لے جا رہے ہو،“ کہنے لگے۔ ”حضرت غوث الاعظم کے آستانے کی جارہی ہے۔“ لے کر عازم بغداد ہوا ہوں۔“ انہوں نے فرمایا۔ ”تمہیں طواف بغداد کی کیا احتیاج ہے۔ جب کہ تمہارے مرشد موجود ہیں۔ جاؤ ان کی خدمت کرو۔“ لیکن حضرت شاہ موسیٰ نہ مانے۔ ”چوتھی منزل پر پہنچ کر ان کو شدید بخار ہو گیا۔ پاؤں متورم ہو گئے اور راستے طے کرنے سے عاجز آ گئے۔ حضرت موصوف قافلے سے جدا ہو گئے اور شہر کی مسجد کے گوشہ میں جا بیٹھے۔ چالیس دن رات ان کی یہی حالت رہی۔ صحت کلی عطا ہوتی تھی نہ طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کرتا تھا۔ آخر ایک چھری لی، اور خود کشی کا ارادہ کیا۔ آدھی رات کے وقت چھری سینے میں گھونپنے لگے کہ حضرت اقدس بنفس نفیس وہاں آ موجود ہوئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے ”کیا کر رہے ہو۔“ شریعت و طریقت میں یہ طریقہ کب روا ہے تمہیں معلوم نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قاتل النفس فی النار، حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم نے اپنا سر مبارک زمین پر رکھ دیا اور قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ جب غربت میں عارضہ مہلک لاحق ہوا، اور زندگی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبور ہو کر میں نے اس فعل کے ارتکاب کا خیال کیا۔ حضرت نے فرمایا، ”یہ تکلیف جو پہنچی لائق اور مناسب تھی۔“

تب مرتبہ غوث الاعظم نے تمہیں اثنائے سفر میں سمجھایا، اور بشارت دی کہ اپنے پیرو مرشد کے حضور آداب بجا لاؤ۔ تم نے مطلق پرواہ نہ کی۔ اب لازم ہے کہ یہیں سے لوٹ جاؤ۔“ جب صبح ہوئی اور لوگ نماز کے لئے آئے۔ تو نماز سے فراغت کے بعد ان لوگوں کی نظر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم پر پڑی، دیکھا کہ ان پر بیماری کا اثر باقی نہیں۔ دریافت حال پر انہوں نے ماجرا من و عن کہہ سنایا۔ وہاں سے واپس ہوئے، اور ملتان پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے صحت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔ ”آپ کی توجہ دہربانی کا اثر ہے۔“ پھر حضرت نے فرمایا۔ ”عرصے کے بعد ملے ہیں رات کو اٹھے سوئیں گے۔“ ایسا ہی ہوا، نصف رات گزر جانے پر حضرت اقدس نے اپنی کلیم ان کے جسم پر ڈال دی۔ اور حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم سادہ تک متواتر سوتے رہے۔ بعد ازاں حضرت نے خود اٹھایا، اور فرمایا

”موسیٰ تمہیں سونے کے لئے نہیں لایا گیا ہے“ وہ اٹھے اور اٹھتے ہی جھگڑ کی راہ لی، اور راہ الوداع الہی کے ساکد و ناظر بن گئے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ ایک جہلک مرض میں مبتلا ہوئے ہر چند علاج کر لیا لیکن بے سود جب بے چینی اور اضطراب بڑھتا ہی چلا گیا، تو حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اس فقیر عبدالاحد کو جو ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہے۔ اور جس کے علاج سے اطباء نے نامدار عاجز آگئے ہیں۔ آپ کی نظر عنایت کے بغیر شفا ئے عاجل اور صحت کامل ناممکن ہے، حضرت نے اپنے مقربان خاص مودود اور فتح علی خاں سے پانی طلب کر کے وضو کیا، جب آپ سر مبارک کا مسح فرما رہے تھے، تو دو بلند قامت شخص طرکاد لباس میں وارد ہوئے۔ مولانا مودود اور فتح علی خاں نے ان سے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ جواب دیا ”بندہ ہائے خدا“ اسی طرح دائیں پاؤں کو دھوتے وقت مزید دو شخص اسی صورت و لباس میں ان کے برابر اگر دست بستہ کھڑے ہو گئے ان سے بھی پوچھا گیا ”کیا تم دونوں بھی ان کی رفاقت میں آئے ہو؟“ کہتے لگے ”ہاں حضرت شاہ کمال قادری نے ہمیں شیخ عبدالاحد کی خاطر طلب فرمایا ہے، حضرت نے وضو سے فراغت کے بعد دو گانہ ادا کیا۔

اور سلام پھیرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اپنی حقیقت سے آگاہ کرو۔ کہ تم میں سے کون عبدالاحد کے لئے مشوش الحال ہے، انہوں نے آداب بجا لاکر عرض کی کہ ہم انہی افراد روئے عالم پر زحمت کے نام سے مسلط ہیں۔ اختلاف مزاج کے اعتبار سے بندگان خدا کے مختلف احوال پر حکم الہی سے مسلط ہیں، پھر اپنے میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ”کہ ہم میں سے یہ شخص شیخ عبدالاحد کا مزاجم حال ہے شخص مذکور نے اقرار کرتے ہوئے عرض کی کہ شیخ عبدالاحد کے وجود پر اللہ تعالیٰ نے مجھے قابض و ضابط کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ”ہماری خاطر شیخ عبدالاحد سے درگزر کرو۔ کہ وہ بہت پریشان حال ہے۔ شخص مذکور نے عرض کی، کہ میں امر الہی سے مسلط ہوں۔ اس لئے میری جلا وطنی جائز نہ رکھیں“ حضرت نے فرمایا تو بیچ کہتا ہے۔ لیکن شیخ عبدالاحد طالبان خاص میں سے ہے۔ طوعاً و کرہاً اس کو تندرست کر دو۔“ وہ عرض کرنے لگا کہ آپ کے حکم کو ہر حال میں مانوں گا۔ اور فرمان عالی سے منہ نہ پھیروں گا۔ لیکن ایک ماہ کی مہلت عنایت فرمائیں۔ یہ کہہ کر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا شیخ عبدالاحد پورے ایک ماہ تک صاحب فراتش رہے اور اس عرصے میں سخت بے چین ہوئے۔ بیان کرتے ہیں کہ میرے جسم میں اس قدر تیزی و تندی تھی کہ گویا ہوا کے جھکڑ چل رہے ہیں ایک ماہ گزرنے کے بعد یہ آواز انہیں سنائی دی کہ عبدالاحد خدا کے لئے میری قدم بوسی حضرت شاہ کمال کینٹھلی تک پہنچا دینا۔ صبح سویرے شیخ عبدالاحد اپنے بستر سے اٹھے، تو ان کے وجود میں کمزوری و نقاہت کی کوئی علامت باقی نہ تھی۔ فوراً یاد گاہ ایزدی میں

سجدہ ریز ہوئے۔ حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچ کر سارا واقعہ من و عن بیان کیا۔ اس کے بعد شیخ عبدالاحد کبھی بیمار نہیں ہوئے۔

خواجہ حبیب اللہ مصنف گلزار خوارق کا بیان ہے۔ کہ مجھے اکثر و بیشتر دور دراز سفر کرنے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ہم پانچ چھ آدمی سفر کرتے ہوئے ایک خوفناک مقام پہنچے۔ ہم میں سے ایک شخص یوسف بودلہ پر پیاس نے بے حد غلبہ کیا۔ وہ اس قدر در ماندہ ہوا کہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکتا تھا۔ پیاس کی شدت نے جب اس کا اتنا برا حال کر دیا۔ تو ہم نے اپنی تمام تر توجہ حضرت اقدس کی طرف لگا دی۔ اور عرض کی یا سیدی بوقت ہلاکت و مصیبت مدد کرنا آپ کی شان ہے۔ اور ہم آپ کی شفقت و دستگیری کے امیدوار ہیں، «فقوڑی دیر بعد ایک درویش صورت شخص پانی سے بھرا ہوا لوٹائے سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ہم نے اس سے پانی کی درخواست کی، تو وہ کہنے لگا: یہ پانی تمہارے ہی لئے ہے، ہم نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ اور ہر تن بھی بھرتے ابھی وہاں سے چلے ہی تھے کہ وہ آدمی غائب ہو گیا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد پھر یوسف بودلہ بھوک کی شدت سے نڈھال ہونے لگا۔ حتیٰ کہ نقاہت کی وجہ سے زمین پر آ رہا۔ کہنے لگا: تم سب چلو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں نواب زمین پر سے اٹھ تک نہیں سکتا، کہ چلنے کی سکت نہیں، ہم نے تقاضائے مروت سے بعید دیکھا تو ٹھہر گئے اور پھر حضرت اقدس کو پکارا۔ اور عرض کی۔ اے دستگیر در ماندگان جس طرح آپ نے ہمیں پیاس کی زحمت سے نجات دلائی ہم اس وقت بھی آپ سے استمداد کرتے ہیں۔ دریں اثنا ایک غیبی اونٹنی سوار نقاب اوڑھے آتا ہوا دکھائی دیا۔ اور چند بیٹھی روٹیاں دیکر غائب ہو گیا۔ ان روٹیوں کو ہم چھوڑ آدھیوں نے پیٹ بھر کر کھایا..... اور اس طرح حضرت شاہ کمار ہم در ماندگان کی ہر منزل پر دستگیری کرتے رہے۔

جلال

یوں تو اکثر صاحب ولایت شان جلال کے مظہر ہوئے ہیں۔ بیس جننا جلال چشتیہ سلسلے میں حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر بکیری قدس سرہ کا مشہور ہے اور قادر یہ سلسلے میں حضرت عبدالقادر جیلانی اور حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ کا۔ اتنا کسی صاحب ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ یہ حضرت کے جلال ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ قبضہ شریف سے دس دس بارہ بارہ کوس کے فاصلے پر کوئی صاحب ولایت حضرت کی اجازت کے بغیر نہیں آسکتا تھا۔ اور اگر کوئی ایسا کرنے کی جرأت بھی کرتا۔ تو اس کی اعلیٰ صلاحیتیں سلب کر لی جاتی تھیں۔ اس لئے حضرت کا لقب سلاب الاحوال پڑ گیا تھا۔

کیتھل کے قیام کے ابتدائی دور میں آپ کو تقریباً انہی واقعات سے دوچار ہونا پڑا۔ جو حضرت علی احمد صاحب
 کلیری قدس سرہ کو پیش آئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کیتھل تشریف لائے، تو وہاں مفتیوں کی ایک
 جماعت رہا کرتی تھی جو اپنے علم و فضل پر بڑے مغرور تھے۔ ان کی کثرت تعداد کا اندازہ اس امر سے لگا یا جا
 سکتا ہے۔ کہ ان کی تقریباً پانچ سو پانچ لکھیاں نکلا کرتی تھی۔ دنیا میں یہ ازل سے ہوتا آیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص
 عروج و ترقی حاصل کرتا ہے، تو اس سے کتر درجے کے لوگوں کے سینوں میں بغض و حسد کی آگ بھڑک اٹھتی
 ہے۔ اور اس آگ کو بھانسنے کے لئے وہ اوجھے سے اوجھا ہتھیار بھی استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے۔
 چنانچہ جب آپ کی شہرت ان مفتیوں کے کالوں میں پڑی، تو انہوں نے مشہور کرنا شروع کر دیا کہ یہ شخص
 خلق خدا کو گمراہ کر رہا ہے۔ اس سے حذر کرنا چاہیے۔ حضرت پر ان لوگوں نے اذیت اور سختی کو بھی روا رکھا
 لیکن آپ کسی تکلیف و اذیت کو خاطر میں نہ لاتے۔ ایک روز آپ مسجد میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ نے
 مسح کیا، تو ایک مفتی نے ترش بچھے میں کہا۔ عقلمند آدمی سر کا مسح بھی کرنا نہیں آتا! آپ نے دوبارہ مسح
 کر کے پوچھا۔ ٹھیک ہو گیا ہے بھائی؟ لیکن مفتی کی خشونت اور برہمگی، اور اس نے منکرانہ انداز میں نفی میں
 سر ہلا دیا۔ دو تین بار آپ نے مسح کیا۔ اور اس سے پوچھتے رہے۔ لیکن وہ ہر دفعہ نفی میں جواب دیتا رہا۔ اس
 پر جلال کمال جوش میں آیا، اور آپ نے اپنی گردن کو حوض کے پانی میں جھنجھولا۔ اور فرمایا۔ لو اب تو مسح ٹھیک
 طرح ہو جائے گا! یہ کرنا تھا کہ مفتی نے وہیں دم توڑ دیا۔ یہ واقعہ مفتیوں کے لئے عبرت انگیز تھا، لیکن ہوا
 اس کے برعکس۔ اس عبرت ناک واقعے نے ان کے جوش انتقام کو مزید ہوا دی۔ اور وہ نت نئی شرارتوں پر اتر
 آئے، جب کچھ عرصے تک مفتی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ تو ایک روز حضرت کی زبان سے نکلا۔ مفتیاں
 کی جڑاٹہ اور شاہ کمال نے پٹی! اس کے ساتھ ہی مفتیوں کا خالوادہ ایک ایک کر کے ختم ہو گیا، یہی نہیں ہوا، بلکہ
 دیگر لوگ جو ان کے مکانات کی اینٹوں کو اپنے تصرف میں لے آتے، ان کے مکانات بھی جل کر راکھ ہو جاتے۔ اس
 واقعے نے دنیا کے مفتیاں میں ایک تہلکہ مچا دیا، جب دیگر علاقے کے مفتیوں کو اس واقعہ کا علم ہوا، تو انہوں
 نے کیتھل کے قریبی گاؤں پونڈری کے مفتیوں سے دریافت کیا۔ کہ آیا یہ دعا صرف کیتھل والوں کے لئے ہے
 یا تمام کے لئے۔ اس پر پونڈری کے مفتیوں نے جواب میں لکھا، کہ یہ صرف کیتھل والوں کے لئے ہے، اور
 ہم یہاں سب بھرت ہیں۔

اس قسم کی پاداش میں عموماً سرکش و نافرمان لوگ گرفتار ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کلام پاک
 کے جو دھوئیں بارے میں یوں فرماتے ہیں انامن الذین مکر المتیات ان نحیف اللہ بهم الامراض
 یا تیرما العذاب من حیث لا یشرؤن ۵ یعنی کیا نافرمان لوگوں کو اس بات کا خوف

نہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا مارے یا جدھر سے خبر بھی نہ ہو، ان پر عذاب نازل ہو جائے۔
 دلی برحق سے ایذا رسانی اور ٹھٹھ مذاق کرنے کا عملہ ان سرکشوں، نافرمانوں اور بے باکوں
 کو مل گیا۔

بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک روز حضرت اقدس پرگنہ قبولہ میں اسرا سلوک کے دقیق نکات کا مطالعہ
 فرما رہے تھے اور اسی اثناء میں حاکم قبولہ شیخ موسیٰ مرطل نائب حاکم قبولہ کی معیت میں حضرت کی خدمت میں حاضر
 ہوا، اور نسخہ کی درخواست کی۔ آپ نے نسخہ عطا کر دیا جب کچھ عرصے بعد آپ نے وہ نسخہ واپس طلب فرمایا۔ تو
 وہ بدباطن اپنی ذاتی تعجبات کی بنا پر نسخہ واپس دینے سے انکار کرنے لگا۔ حضرت نے جلالی لہجے میں شیخ موسیٰ
 سے فرمایا: "وہ نسخہ نہیں دیگا، آپ کا اتنا فرمانا تھا۔ کہ اس کے پیٹ میں شدید درد اٹھا، اور لفظ بلخظہ فزوں
 تر ہوتا چلا گیا۔ یہ تک کہ اس کا پیٹ پھول کر گیا ہو گیا۔ اور زیادہ دیر نہ گذری تھی کہ پیٹ پھٹ گیا۔ اور وہ
 وہی ملک عدم ہو گیا۔ مزار محمد اختر نے تذکرہ اولیائے ہند کی دوسری جلد میں طبقات حسابیہ کے حوالے سے
 لکھا ہے، کہ آپ کا ایک مرید تھا۔ جسے اشتباہی تجلی نہایت تھا۔ اس شوق میں اس نے برسوں ریاضت و
 مجاہدہ کیا۔ مگر وہ حال منکشف نہ ہوا۔ اس کے دل میں خطرہ گزرا کہ اس وقت میں شیخ نجم الدین کبریٰ سے بزرگ
 نہیں، کہ انکی ایک نظر سے آدمی صاحب حال ہوتا تھا۔ اسی وقت آپ کو اس کے خطرے سے آگاہی ہوئی۔
 نظر عاشقانہ اس پر ڈالی۔ کہ وہ تجلی ذات اس پر منکشف ہوئی مگر اسی وقت مر گیا۔ کیونکہ اس میں اس تجلی کا حوصلہ
 نہ تھا، اور آپ نے بھی اسی وجہ سے توقف فرمایا تھا۔

ملتان میں ایک بزرگ شیخ عیسیٰ بخاری رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ اعلیٰ پائے کے صاحب حال اور
 واقف روز تھے۔ ان پر ایک وقت ایسا آیا۔ کہ ان پر فقر و فاقہ کا غلبہ ہوا۔ اور بسا اوقات نان شبینہ بھی انکو میر
 نہ آتی تھی۔ ملتان کے علاقے میں قوم سیال بزرگان دین بہت سے عقیدت رکھتی تھی۔ انہوں نے حضرت شاہ کمال
 کینٹھلی کی خدمت میں عرض کی کہ اگر شیخ عیسیٰ ہماری کچھ زمین کاشت کر لیں تو ان کی یہ تنگدستی دور ہو جائے گی آپ
 نے شیخ عیسیٰ کو حکم فرمایا۔ اور انہوں نے کچھ اراضی کاشت کر لی۔ اور شب و روز آپ کی خدمت میں رہنے لگے، فصل
 کاٹنے کا وقت آگیا۔ تو آپ نے فرمایا: جاؤ۔ اور فصل کاٹتے ہی واپس چلے آؤ۔ اسی دوران میں شیخ عیسیٰ اپنی خدمت
 میں دیر سے حاضر ہوئے۔ آپ نے وجہ دریافت فرمائی۔ تو شیخ عیسیٰ نے گستاخانہ جواب دیئے، اس پر آپ ناراض
 ہوئے۔ اور ایک مرید ناج الدین کو جو حکم ملتان کا ملازم تھا حکم دیا کہ خود اندر آؤ۔ وہ دیوار پھانڈ کر اندر آیا۔ آپ نے
 حکم فرمایا کہ شیخ عیسیٰ کے کپڑے اتار کر آگ میں جلادو۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پھر شیخ عیسیٰ کے پاس کشف و کرامت کی
 کوئی چیز باقی نہ رہی۔

منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ فوجی دردی میں ملبوس گھوڑے پر سوار حضرت شیخ جلال الدین تھانیری قدس سرہ۔ کہ ہاں بغرض ملاقات تشریف لے گئے شیخ کے دروازے کے سامنے ایک سرائے تھی حضرت نے سدا کی بوی سے فرمایا۔ ”ہمارے گھوڑے کی نگرانی کرنا“ اس نے جواب دیا۔ شیخ کی زیارت کو ہر روز سیکڑوں آتے ہیں۔ کس کس کے گھوڑے کی نگرانی کروں حضرت نے اس کے ایک کوڑا رسید کیا۔ وہ بیہوش ہو گئی حضرت شیخ موصوف سے ملے۔ شیخ سے تصوف کے ایک دقیق مسئلے کی وضاحت چاہی۔ شیخ نے فرمایا: ایک فوجی کا اس مسئلے سے کیا تعلق؟ حضرت نے فرمایا: اس لئے کہ مجھ پر بھی اس مسئلے کی وضاحت ہو جائے، شیخ موصوف نے فرمایا: تو ایسے وقت تشریف لائیے جب کوئی اور نہ ہو، حضرت نے فرمایا: جو نادان ہے اس پر اس مسئلے کا انکشاف خلوت میں ہو سکتا ہے، اور نہ جلوت میں۔ اور واقف کے درود بیان کرنے سے بخل کرنا بھی بات نہیں۔ یہ فرماتے ہی حضرت اٹھ کھڑے ہوئے۔ سرائے میں تشریف لائے تو وہ عورت حضرت کے پاؤں چومنے لگی، لوگوں نے کہا: بروہی تو ہیں جنہوں نے تجھے کوڑا رسید کیا تھا، اس نے جواب دیا: لیکن تمہیں شاید معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں۔ کوڑا لگتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں آسمان پر ہوں۔ اور فرشتوں کی تہلیل و تمجید سن رہی ہوں، حضرت سرائے سے روانہ ہو گئے۔ ادھر شیخ موصوف کو کشف سے معلوم ہوا کہ ایک ذی شان استی مجھ سے ناواض ہو کر واپس ہو گئی ہے۔ دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے۔ اور حضرت کے گھوڑے کی رکاب تمام کر معذرت چاہی، حضرت نے فرمایا: شیخ تیرا اور تیرے مریدوں کا حال جواب میرے قبضے میں ہے۔ تجھے غم دیدہ دیکھ کر واپس کرتا ہوں، شیخ موصوف کبھی تک آپ کے ہمراہ پیدل چلتے رہے تھے۔

نہ صرف یہ کہ حضرت کا جلال عوام پر ہی ظاہر ہوا ہے۔ بلکہ آپ کے خاندان کے افراد بھی اس شانِ جلالت سے بچ نہ سکے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کس طرح اپنے فرزندان کی اعلیٰ روحانی قوتوں کو سلب کر لیا تھا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ جو ریاضت و مجاہدہ میں یکتا و لاثانی تھے اور جنکی قوت کشف بلا کی تیز تھی۔ ایک روز فرزند کبر شاہ عماد الدین باہر تخت پر بیٹھے حجامت بنوا رہے تھے۔ کہ انہیں کشف باطنی سے معلوم ہوا کہ ایک جہاز بھنور میں پھنسا ہو ہے۔ اہل جہاز شاہ کمال! شاہ کمال!! کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ صاحبزادے نے زمین پر ہاتھ ڈالا، اور جہاز کو سہارا دیا۔ ادھر حضرت اقدس کس کو بھی کشف سے پتہ چل چکا تھا۔ آپ جھرے سے باہر تشریف لائے اور صاحبزادے سے دریافت کیا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ صاحبزادے نے جواباً عرض کیا: ایا سیدی اہل جہاز آپ کو پکار رہے تھے۔ مجھے نرم محسوس ہوئی۔ کہ وہ آپ کو یاد کرتے کرتے ڈوب جائیں۔ اس پر میں نے ایسا کیا، حضرت نے فرمایا: کیا لوح مبارک کو دیکھ لیا تھا، صاحبزادے نے سر مبارک غم کر دیا، حضرت نے صاحبزادے کے سینے پر دست مبارک پھیرا اور تمام صلاحیتیں سلب کر لیں۔ اسی طرح ایک روز فرزند اصغر نور الدین صغریٰ کے عالم میں ایک دیوار پر کھیل رہے تھے، دیوار پر اس طرح بیٹھے جس طرح گھوڑے پر سواری کرتے ہیں،

اور دیوار سے کہنے لگے۔ چل میرے گھوڑے؟ دیوار چلنے لگی بھنرت کو تصرف باطنی سے اس امر کا پتہ چل گیا۔ صاحبزادے کو بلا کر کہا۔ تم نے عمر سے پہلے ہی اپنے احوال ظاہر کر دیئے۔ . . . اور صاحبزادے کے سینہ مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ یہ کرنا تھا۔ کھاجزادے کی روح محبوب حقیقی سے جا ملی۔ ان حالات کے پیش نظر منجھلے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کو یہ فکر دامن گیر ہوئی۔ کہ جو حال دونوں بھائیوں کا ہوا ہے، ہو سکتا ہے، کہ میرا بھی وہی ہو۔ لہذا انہوں نے بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔ دن میں کئی کوس دور نکل جاتے۔ لیکن اپنے آپ کو کینٹھل کی حدود میں ہی پاتے۔ جب حضرت نے صاحبزادے کو اس پریشانی اور کشمکش میں دیکھا تو ایک روز انہیں مریدی و خرقہ خلافت کے مشرف فرمایا۔ اور کوٹ قبولہ شریف (ضلع ساہیوال) کی ولایت کا اشارہ فرمایا۔ صاحبزادہ موصوف کچھ متذنب ہوئے تو آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر (قدس سرہ) کی ولایت کا ایک حصہ ہے۔ تاہم وہ حضرت حضرت غوث الاعظم کی نذر کے طور پر تمہیں دیدیں گے۔ . . . اور پھر حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کوٹ قبولہ شریف آگئے۔ جہاں خوب نام پیدا کیا۔

یہ اس جلال ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کوٹ قبولہ شریف چلے جانے کے بعد بھی کانی عرصے تک گھر شریف نہیں لایا کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں ہر لحظہ یہ خدشہ رہتا تھا۔ کہ میاں کوئی لغزش ہو جائے۔ اور یہ نعمت سلوک و تصوف جو سالہا سال کی ریافتوں، عبادتوں اور کشف و مجاہدات سے حاصل ہوئی ہے۔ یک لخت چھن جائے۔

حضرت اقدس کا جلال عمر کے تقاضے کے ساتھ ساتھ کم ہونا چلا گیا تھا۔ اور اخیر عمر میں تو بہت ہی کم رہ گیا تھا۔ یعنی طبیعت کے اس رحمان کے بارے میں حضرت اقدس حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کوٹ لکھتے ہیں۔

فرزند من کچھ عرصے سے اس فقیر کی طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے اور علم پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہ اس مقام میں میرے حالات کو خلیل اللہ کے ساتھ ہم اوقات کرے کہ قرآن شریف میں ان کو والحمد للہ ابراہیم خلیلاً فرمایا ہے۔

عوام اولیائے کرام کے جلال سے متعلق ایک الذکے زاویہ نگاہ سے سوچتے ہیں اور اسے غلط طور سے سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ جلال میں کسی کی تباہی و بربادی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ وہاں توجوہ خدا کے سوا اور ہے ہی کچھ نہیں۔ مندرجہ بالا مکتوب میں آگے چل کر آپ رقم طراز ہیں۔

۱۷ مکتوب بنام حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ

”اے فرزندِ من! عاشقوں کا جلالِ نفسانی ہے، نہ ان کا علمِ انسانی ہے، عوام اس جلالِ وحلم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں۔ لیکن عاشقانِ خدا اس جلالِ وحلم میں خدا کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتے اور ہمیشہ ذاتِ الہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں۔“

حضرت اقدس کے بلال و جبوت کا یہ عالم تھا کہ ادبِ ارقام نظر ملائے ہوئے ڈرتے تھے۔ ایک مرتبہ سندھ میں قیامِ دورانِ حضرت شیخ بلال رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے جید عالم اور باخدا بزرگ تھے، کے پاس آپ تشریف لے گئے، دوران سے چند علمی استفسار کئے شیخ نے اپنے علم کے مطابق جواب دیئے، ایک جواب آپ کو پسند نہ آیا، اٹھ کر چلے گئے، شیخ کو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ تمام علوم ان کے دل و دماغ سے محو ہو گئے ہیں۔ فوراً حاضر خدمت ہو کر معذرت چاہی، آپ نے توبہ فرمائی تو ان کی تمام گم شدہ صلاحیتیں ان کو واپس مل گئیں۔

جن دنوں حضرت اقدس متان میں قیام پذیر تھے، ان دنوں ایک درویش حضرت سید علی مشہدی لب دریا ریاست و مجاہدے میں مشغول تھے، ایک غیبی اشارہ پا کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے قبل انہیں درویش موسون بہت سے مردانِ خدا سے مل چکے تھے، مگر ان کا وہ مقام نہیں کھتا تھا جس کے وہ سال یا سال سے جو یا تھے، حضرت اقدس کی توبہ باطن سے حصولِ مقصد میں کامیاب ہوئے، حضرت سید علی مشہدی سلسلہ قادریہ کے معزز بزرگ حامد گنج بخش کے مرید تھے، اور سلسلہ قادریہ کے صاحبِ کشف و کرامات بزرگ تھے، ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی، ان کی ملاقات آپ سے اس طرح ہوں کہ جب وہ لب دریا چلے کشر تھے، دوران کے اعلیٰ مقامات کھل نہیں رہتے تھے، توجہ مردِ خدا بھی ادھر اٹکتا وہ اس کی خدمت کرتے، اسی اثنا میں حضرت شاہ سال کیتھلی کا گذر ادھر سے ہوا، تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ آپ کی توجہ باطنی سے سید علی مشہدی کے مقامات کھل گئے، اور آپ کی نگاہ التفات نے انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا، ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ ایک روز آپ برہانپور میں رونق افروز تھے، کہ شیخ بہاؤ الدین فریدی گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے سامنے سے گزرے، آپ نے انہیں دیکھ کر چہرہ مبارک کا رخ دوسری طرف پھیر لیا اور ان کی طرف پشت کر دی، یہاں تک کہ وہ راستے سے گزر گئے، بخادموں نے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ گزرا اس وقت میری نظر کی تجلی ان پر پڑ جانی تو ان کی ولایت سلب ہو کر ختم ہو جاتی۔

جب آپ پر عشقِ الہی کا جذبہ بہت غالب ہو جاتا، اس وقت جھگڑوں اور بیابانوں کی طرف نکل جاتا۔

لے مکتوب بنام حضرت شاہ مولیٰ ابوالکارم

تھے۔ اس حالت میں آپ جس کی طرف دیکھتے وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا۔ اگر ہوش میں رہتا۔ تو اشک ریزی کرتا
 ورنہ بیہوش ہو جاتا۔ اسے دنیا و فیہا کی کوئی خبر نہ رہتی۔ ایک دفعہ قیام ملتان کے دوران میں اسی حالت میں آپ
 جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے جس وقت خطیب منبر پر چڑھا۔ اتفاقاً اس کے چہرے
 پر آپ کی نظر پڑ گئی۔ اسی وقت وہ کلیجہ بھگام کر رہ گیا، اور لڑکھڑا کر بچے گر پڑا۔ اس کے بعد اس میں خطبہ پڑھنے کی سکت نہ
 رہی۔ دوسرے خطیب نے خطبہ پڑھا، اور آپ نے نماز پڑھائی۔

تصرفاتِ روحانی بعد از وصال

وصال کے بعد بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے تصرفاتِ روحانی کے بہت سے واقعات
 رونما ہوتے رہے ہیں۔ ادواب بھی ہوتے ہیں چنانچہ اس ضمن میں بہت سے واقعات مشہور ہیں ان واقعات
 سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنے وصال کے بعد بھی اسی طرح فیض رساں ہوتے ہیں۔ جس
 طرح اپنی زندگی میں۔

قصر عارفان میں لکھا ہے، اور یہ روایت ہم گذشتہ صفحات میں وصال کے باب میں تفصیلاً درج
 کر آئے ہیں کہ آپ اپنے وصال کے فوراً بعد جسم ظاہر کے ساتھ جنوبی ہند میں برہانپور میں اپنے ایک معتقد
 سوداگر سے ملاقی ہوئے، اور ارشاد کیا کہ ہم نے دنیا سے رخصت سفر باندھ لیا ہے۔ اس لئے اب ہماری
 قبر پیتھل میں عمارت تعمیر کر دو۔ جو ندر دنیا پہلے بھیجئے تھے۔ اب بھی ہماری خانقاہ میں بھیجا کر دو۔
 حضرت شاہ میران بھیک قدس سرہ جو سلسلہ حشتیہ صابریہ کے ممتاز بزرگ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کے روضہ
 مبارک کی زیارت کے لئے کیتھلی تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ سفر و حضر میں لوگوں کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ جب
 شہر کے قریب پہنچے تو شاہ میران بھیک قدس سرہ نے لوگوں سے فرمایا: "یا تو تم پہلے چلو یا مجھ کو پہلے شہر میں جانے دو۔"
 ایک خادم نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ یہ دربار سالار سلسلہ قادریہ اور زبۃ خاندان غوثیہ ہے۔ اس دربار کی حاضر کی
 کے لئے شان و شوکت سے جانا ہے ادنیٰ ہے، یہاں تو بے سرو سامانی ہی ادنیٰ و مناسب ہے چنانچہ ہجوم
 پیچھے رہ گیا۔ اور وہ تنہا آستانہ شریف میں داخل ہو گئے حضرت شاہ میران بھیک قدس سرہ مزار شریف
 کی چوٹ پکڑے کھڑے تھے۔ کہ کسی نے پشت کی طرف سے گرتا پکڑ کر جھٹک دیا، مڑ کر دیکھا تو ایک عالی مرتبہ
 ابدال آپ کو گھور رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا، میرے اور سرکار کے درمیان تو کیوں رکاوٹ کا باعث بن
 گیا ہے، اس پر حضرت شاہ میران بھیک قدس سرہ نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ اور ان پر عبیت سی طاسد
 ہو گئی۔

انگریزوں کے عہد حکومت کے ابتدائی دنوں میں افسر انگریز ہی ہو کرتے تھے۔ ایک دفعہ سی ایچ بک نامی ایک انگریز اسسٹنٹ کمشنر بن کر کیتھل شریف آیا۔ وہ بڑا بد مزاج زود بخ اور خود سر تھا۔ اور کوئی بات بھی اپنی مرضی کے خلاف برداشت نہ کرتا۔ اسکی سرکاری رہائش گاہ خانقاہ شریف کے بالمقابل تھی۔ افسر مذکورہ بجاوں اور نقاروں سے نفرت تھی۔ لیکن صبح شام مزاراتِ عالیہ پر نقارہ بجا کرتا تھا۔ اس نے اعلان کروایا۔ کہ اب نقارہ اور شادی بیاہ کے بابے وغیرہ نہیں بچیں گے، ورنہ سزا دی جائے گی۔ شہر کے معزز لوگوں نے اسے بہت سمجھایا۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔۔۔۔۔ آخر ایک روز افسر مذکور نے کچھری میں وکلاء سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ ہمیں رات کو ایک بوڑھا بابا سونے نہیں دیتا۔ وہ ہم سب کو بار بار چار پائی سے گرا دیتا ہے۔ اور بار بار اسی طرح ہوتا رہتا ہے، اب ہم بابا سے معافی مانگتے ہیں، چنانچہ اس نے مسلمان وکلاء سے دربار شریف پر حاضرین کا طریقہ معلوم کیا۔ اور دربار شریف پر حاضری کے لئے گیا۔ آٹھ دس گز کے فاصلے پر ہی جوتے اتار دیئے۔ اور تنہا مزار عالیہ پر حاضر ہوا۔ کچھ دیر موڈ بکھڑے ہونے کے بعد مزار سے باہر آیا۔ شیرینی تقسیم کرنے کے بعد نقاچی کو طلب کر کے ہدایت کی کہ اب تم حسب دستور نقارہ بجا یا کرو۔ اور اگر میرے کان میں نقارہ کی آواز نہ آئی تو تم خوب جانتے ہو کہ کیا ہوگا چار آنے جیب خاص سے نقارچی کا وظیفہ مقرر کیا، جب تک افسر مذکورہ کیتھل شریف میں رہا۔ اس معمول میں کمی نہ ہوئی۔ نقارہ حسب دستور بجاتا رہا۔ تقسیم برصغیر پاک و ہند کے بعد ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے دلوں میں آپ کے مزار شریف کی دیکھ بھال اور تزیین و آرائش کے خیال کا پیدا ہونا کبھی آپ کے تصرفات روحانی کا نتیجہ ہے۔

ملفوظات

- ۱ - تدبیر کو مدبروں پر چھوڑ دے۔ عاشقوں کو تدبیر سے کیا مطلب۔
- ۲ - کمال کے بعد کمال ہے۔ جس کو انتہا خیال کیا جاتا ہے۔ وہ بھی بے انتہا ہے۔ اس منزل کا کوئی اخیر نہیں اور نہ ہی اس کی انتہا اور غایت ہے۔
- ۳ - دریائے عشق میں غوطہ زنی کر۔ اگر موج نے راحت کے ساحل پر ڈال دیا تو سبحان اللہ کہہ رہی سب سے بڑی سرفرازی ہے۔
- ۴ - مردانِ خدا کا کمال یہ ہے، کہ جب وہ عرفان وصال سے بہرہ ور ہو کر مرتبہ بلند پر پہنچتے ہیں۔ تو توحید میں گم ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں۔ پھر جب حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے تو بندگانِ خدا کے لئے ہوش میں آجاتے ہیں۔

- ۵ - جو شخص جمال و جلال میں محو ہے۔ وہی فائز المرام ہے۔ اور درجات بلند کا حق دار ہے۔
- ۶ - کمال وہ ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات کا کمال ہے۔
- ۷ - فقیری فقر کے لئے نعمتِ عظیم ہے۔
- ۸ - مذہب فقر میں ذکرِ ذات و صفات اور حسب و نسب خود پرستی خود ستائی کے مترادف ہے۔
- ۹ - سالک مثل میت ہے۔
- ۱۰ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔
- ۱۱ - درویش راضی برضائے الہی ہوتا ہے۔
- ۱۲ - اہل و عیال سے دور رہنا، اور ان سے بھاگنا ناقصوں کا کام ہے۔
- ۱۳ - انسان کہلانے کا مستحق وہ ہے جو اپنے آپ سے آزاد اور ہر حال سے محفوظ ہو۔
- ۱۴ - جو لوگ ظاہری احکام شریعت سے بے خبر ہیں، باطن کی صفائی کو وہ کہاں پہنچ سکتے ہیں۔
- ۱۵ - اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔
- ۱۶ - خدا کے دوستوں کو کوئی پابند نہیں کر سکتا۔
- ۱۷ - عاشقوں کا جلال نفسانی ہے، اور نہ ہی ان کا علم انسانی ہے۔
- ۱۸ - عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں جس طرح عوام ہوتے ہیں۔
- ۱۹ - خودی کے مکتب میں پڑھنا شروع کر جب تک یہاں کی الف، ب نہیں پڑھے گا۔
- عاشقوں کے راز کو نہیں پلٹے گا۔
- ۲۰ - نذراہدین، نہ صالح بن، نہ فاسق بن، نہ آقا بن، نہ تاجر بن، نہ امیر بن، نہ فقیر بن۔
- بن، نہ دین کا بن، اگر بنے تو یہ بن، عدنانہ وجود لہ۔
- ۲۱ - جو نصیحت بھی کی جاتی ہے۔ وہ یقینی طور پر راحت کا سبب ہے۔ نہ اس میں خزاں پانے کی خوشی اور نہ رنج کی ٹلیس ہے۔
- ۲۲ - جو علم عمل سے خالی ہو۔ وہ یوں ہے۔ جیسے دیگ بے نک یا گھوٹا سونا کسوٹی کا محتاج۔
- ۲۳ - مصروف کار ہو جا، رازوں کو تلاش کر اور حق تعالیٰ کا راز داں ہو جا۔
- ۲۴ - انسان اس کو کہتے ہیں۔ جو باری تعالیٰ کی صفات سے منصف ہو۔ اور حق جل و علی کا عاشق ہو۔ جو زیر و زبر سے محفوظ اور بلندی کا مشتاق ہو۔
- ۲۵ - اگر کسی نے ساحل پر بیٹھے بیٹھے وقت گزار دیا تو وہ پھل کا حقدار ہے۔ اور اگر غواص کی

سند کی گہرائیوں میں غوطہ لگایا تو وہ درِ آبدار کا حقدار ہے۔

۲۶ - عرفان کا متحمل وہ دل ہو سکتا ہے جس میں دنیا کی حرص اور حسد نہ ہو اور جو جاہ و مرتبہ کا خواہش مند نہ ہو۔

۲۷ - علمائے ظاہر کا علم وسیع ہوتا ہے۔ اور علمائے باطن کا عمیق۔

۲۸ - مرتبہ اسی کا بلند ہے جس کو علم و عمل دونوں کی توفیق ہوئی۔

۲۹ - جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا۔ اسے سوال کی حاجت نہیں۔

۳۰ - جس نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدائے پاک کو نہ جانا۔

۳۱ - فقر اور کمزوری خدا کی خوشنودی ناممکن ہے۔

۳۲ - مردانِ خدا اللہ تعالیٰ کی یاد کے سوا اور کوئی کلمہ اپنی زبان سے نہیں نکالتے۔

۳۳ - جس نے خواہشاتِ نفسانی کو ترک کیا۔ وہ واصلِ بحق ہو گیا۔

۳۴ - فقیر وہ ہے جو دنیا اور عاقبت کی طرف رغبت نہ کرے۔

۳۵ - طالب کو چاہیے کہ دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دے۔

۳۶ - عادت پر غلبہ حاصل کرنا کماں انسانیت ہے۔

۳۷ - عارفوں کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ تمام عالم کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔

۳۸ - تین چیزوں کا سہارا لینا۔ اول دولت کا، دوم اولاد کا، سوم احباب کا۔

۳۹ - صوفی وہ ہے جس کا قلب اللہ کے سوا تمام چیزوں سے خالی ہوتا ہے۔

۴۰ - ابتلا ایک ثمر ہے، اسی لئے خاصانِ حق اس میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

۴۱ - نفس اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے اور نفس کی مخالفت خدا کی دوستی ہے۔

۴۲ - شکم سیری مانعِ عبادت ہے۔

۴۳ - گناہ رہنا پسند کرنا اس میں ہی ناموری کی نسبت امن ہے۔

۴۴ - خدا کا دوست وہی ہے جو مخلوق پر مہربان ہو۔

۴۵ - عبادتِ خلوت میں ہی ہوتی ہے بجز فرائض کے، ان کا ظاہر کرنا اللہ ضروری ہے۔

۴۶ - قناعت کر کیونکہ قناعت ہی میں غنا ہے۔

۴۷ - دنیا عالم اسباب ہے یہاں پر ہر فعل سے پیشتر سبب کا ہونا قدرت کی حکمتِ عملی ہے۔

۴۸ - فقیر جو کچھ کہے اسے حقیر نہ سمجھ۔

۴۹ - ہر ایسے بڑے وہ میں جو عالموں سے دور ہوں۔ اور عالموں میں سے بڑے وہ ہیں جو امرار کے قریب ہوں۔

اولادِ امجاد

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادوں۔ شاہ عماد الدین۔ شاہ موسیٰ ابوالکلام اور شاہ نور الدین۔ اور تین صاحبزادیوں بی بی صالح۔ بی بی شاہ خاتون اور بی بی نہال کی نعمت سے نوازا تھا۔ ساری اولاد پاکیزہ اخلاق اور نیک سیرت سے متصف تھی آپ کے صاحبزادے علم و عرفان کے مینار تھے۔ جن کی روشنی سے ایک عالم منور ہوا۔ ان صاحبزادوں نے بتدریج عمر میں ہی کمالات کی آخری منزلیں طے کر لیں تھیں اور انکا شمار اولیائے وقت میں ہونے لگا تھا۔ ذیل میں ان صاحبزادوں میں سے ہر ایک کا ذکر باری باری کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہ آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ متقی، پرہیزگار عالم اور باعمل بزرگ تھے۔ نہایت روشن ضمیر اور تصرفات ظاہری و باطنی کے مالک تھے جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا اسے پہلی نظر میں ہی ولی کامل بنا دیتے۔ اور طالبانِ حق کے ارشاد و ہدایت کے لئے ان کا وجود بھی اللہ کی آیات میں سے ایک تھا۔ آپ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو اکثر اہل بصیرت اور صاحب نظر حضرات آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے، اور کہتے کہ ان کی پشت سے قطب لاقطاب کا ظہور ہونے والا ہے چنانچہ یہ بات درست ثابت ہوئی، حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں، جنہیں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے خرقہ خلافت سے نوازا اور جن سے حضرت شیخ احمد برہندی المعروف مجدد الف ثانی، حضرت شیخ محمد طاہر بندگی اور شیخ میراں شاہ غازی قدس اللہ سرہم ایسے بزرگانِ دین نے فیوض حاصل کئے۔

ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ پر حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی نظر عنایت تھی، اور آپ بعض اوقات ان کے جلال کو کم کرنے کی کوشش بھی فرماتے۔ اور لوگ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے پاس اپنی سفارش آپ کے ذریعے ہی کرتے۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے ایک مرید شیخ عین الدین آپ کی گھوڑی چرانے کے لئے جنگل میں لے گئے حضرت عماد الدین بھی ان دونوں پانچ چھ برس کے ہونگے ان کے ہمراہ تھے، ایک شیرازی سوداگر اس طرف سے گھوڑے لے کر رہا تھا۔ اس نے عین الدین سے کہا اپنی گھوڑی دوڑے جاؤ کیونکہ ہمارے بار برداری کے گھوڑے اس گھوڑی سے الجھنے کی کوشش کریں گے۔ اور پھر سوداگر کے آدمی دست درازی پر اتر آئے۔ جب

انہوں نے حضرت عماد الدین قدس سرہ کی طرف ہاتھ اٹھائے تو ان کے ہاتھ اور پاؤں مثل ہو گئے۔ قافلے کا سردار کچھ دار تھا۔ اس نے حضرت عماد الدین سے دست بستہ معافی چاہی۔ آپ نے معاف فرمادیا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں پھر اسی حالت میں آ گئے۔

حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہ عبادت و ریاضات اور ادب و اخذ کار میں بہت مصروف رہتے اور مراقبہ و مجاہدہ اور ریاضت و طاعت میں اس درجہ انہماک تھا کہ پیروں کسی سے بات چیت نہ کرتے جذب دردن کی وہ تاثیر تھی۔ کہ دوسرے اپنے مرید کا مشاہدہ کر لیتے۔ اور مدد فرماتے۔ چنانچہ ایک وز مراقبہ میں تھے۔ کہ ایک جہاز کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے جہاز کو طوفان سے نکال دیا۔ حضرت شاہ کمال کینٹھلی نے دریافت فرمایا۔ "ایسا کیوں کیا؟" تو جواب دیا۔ "اہل جہاز آپ کا نام پکار رہے تھے۔ مجھ کو ٹرم آئی کہ یہ لوگ آپ کا نام پکاریں اور جہاز غرق ہو جائے۔" آپ نے فرمایا۔ "کیا لوح محفوظ پر نظر ڈال لی تھی۔ بغیر اذن اللہ کے معللے میں دخل دینا مناسب نہیں۔" اور پھر آپ کے اعلیٰ مراتب سلب کر لئے۔

اگرچہ حضرت شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا تھا۔ لیکن مذکورہ بالا واقعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسند سجادگی پر آپ کو فائز نہیں کیا گیا اور یہ سعادت آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ سکندر کینٹھلی قدس سرہ کے حصے میں آئی۔

حضرت شاہ عماد الدین قدس سرہ اپنے والد ماجد کی نانا منگی کی وجہ سے کینٹھل شریف سے چلے گئے تھے۔ اور عمر تک سیر و سیاحت میں مصروف رہے۔ اور حضرت شاہ کمال کینٹھلی کے وصال کے بعد کینٹھل شریف لائے۔ اور پانچ سال بعد ۱۲ رمضان المبارک ۹۸۶ھ (۱۲ نومبر ۱۵۷۸ء بروز بدھ) کو وصال فرمایا۔ اور اپنے والد بزرگوار کے مزار شریف کے باہر مشرقی طرف مدفون پایا۔

حضرت شاہ موسیٰ الیومسکارم قدس سرہ [آپ کو شاہ محسن کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ حضرت شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ کے منجھلے صاحبزادے اور جلیل القدر خلیفہ تھے۔ صاحب زنبہ اور صاحب کرامت بزرگ ہو گزرے ہیں۔ شریعت نبوی کی پیروی سختی سے کرتے تھے۔ مادر زاد ولی تھے، بچپن ہی سے آثار بزرگی کے حامل تھے۔ ریاضت و عبادت کی منزلیں بچپن میں ہی طے کر لیں تھیں۔ آپ کا معمول تھا، کہ روزانہ رات کو دو گانہ میں ایک قرآن پاک ختم کیا کرتے، اور اٹل عمر ہی میں قرآن پاک پڑھا اور حفظ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم مند اولہ میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی فضیلت اور عظمتی کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ قرب و جوار کے شیوخ اور اساتذہ نے بھی آپ کی خدمت کو اپنی سعادت قرار دیا۔ گذشتہ صفحات میں یہ بیان کیا جا چکا ہے، کہ آپ کن حالات کے تحت کینٹھل سے کوٹ قبولہ تشریف لائے۔ آپ کے یہاں تشریف لانے سے پہلے باوا حمید نامی ایک

خدا رسیدہ بزرگ کوٹ قبولہ کی گلیوں میں جا رہا تھا کشتی کیا کرتے تھے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ یہ کس لئے ہے۔
تو جواب دیتے یہاں عنقریب ایک شیر خدا آ رہا ہے، جو پیران پیر دستگیر کائنات جگر ہے۔ حضرت شاہ موسیٰ
ابوالمکارم قدس سرہ نے یہاں آگراس سرزمین میں غوث حمدانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کے حقیقی وارث کی حیثیت سے قیام کیا۔ اور یہاں پھیلی ہوئی بدعتوں، بدکاریوں اور سیاہ کاریوں کو دور کیا۔
ہزاروں غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ جن میں یہاں کی اقوام لکھویرہ اور سلدیرہ بھی شامل ہیں۔ آپ نے یہاں کے
گھرستان کو مرکز النوار میں تبدیل کر دیا۔ اور اس طرح یہ قبضہ اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز بن گیا۔

کینٹھل سے آنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مزار
مبارک پر حاضری دی، آپ ذکر و فکر میں کچھ ایسے محو ہوئے کہ خدام نے رات کو دربار شریف بند کیا تو آپ اندر رہ
گئے۔ اُدھی رات گزرنے پر حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ نے اپنے سجادہ نشین کو ہدایت فرمائی کہ ایک بزرگ جو
حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نسل سے ہیں۔ میری پائنتی کی طرف مراقبہ میں ہیں۔ میں بوجہ سرکارِ غوثیہ بے آرام
ہوں، خدام کو کہہ کر جلد دروازہ کھلوائیں۔ سجادہ نشین نے خدام کو برا بھلا کہا اور دروازہ کھولنے پر آپ کو مراقبہ میں
پایا۔ صاحب سجادہ نے خدام کی غفلت کی معذرت چاہی۔ اور پھرنے کے لئے اصرار کیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔
ہمارا مقصد تو صرف بارگاہِ اٹالیہ کے یہاں حاضر دینا تھا۔

یہ حسن اساق بے۔ کہ جو کچھ حضرت شاہ کمال کینٹھلی قدس سرہ کو کینٹھل کے قیام کے ابتدائی زمانے میں پیش آیا۔
انہی حالات سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کو قبولہ شریف میں دو چار ہونا پڑا۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ
جب آپ یہاں تشریف لائے تو بیرون قلعہ قبول واہ نامی ندی پر قیام فرمایا۔ اس زمانے میں یہاں قاضی رہا
کرتے تھے۔ ایک روز قاضی محمد افضل ہاشمی تفریح کی غرض سے اس ندی پر آئے ہوئے تھے۔ کہ نماز کا وقت
آن پہنچا۔ اور وہ آپ کے قریب بیٹھ کر وضو کرنے لگے۔ جب آپ نے سر کا مسح کیا تو قاضی نے اصرار کیا کہ مسح شریعت
نبوی کے مطابق نہیں ہوا۔ اور اسی طرح تین مرتبہ اصرار کیا۔ جس پر آپ نے سر کو تین مرتبہ پانی میں جھنڈا۔ اور فرمایا۔
قاضی اب بتاؤ سنت نبوی پوری ہوئی یا نہیں۔ قاضی موصوف نظروں کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش
میں آنے پر قدموں پر گر کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر آپ کو لا کر اس جگہ مقیم
کیا جہاں آج کل آپ کے مزار مقدس کی دیوار غزنی ہے۔ قاضی مذکورہ نے آپ کی خدمت میں رہائشی مکانات
اور چاہ وغیرہ بھی پیش کئے۔ اسی طرح ایک اور قاضی کو آپ سے سخت عداوت ہو گئی اس
کے لڑکے کو بے محابا بدنام کرنے لگے۔ لیکن آپ نے ان کی کسی زیادتی کا جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے
زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک روز مذکورہ قاضی زادگان شکار گاہ کی طرف گئے اس آبادی کی مخلوق بھی تماشا

دیکھنے کے لئے پہلی آئی۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام کے صاحبزادے نے بھی اپنے والد ماجد سے اجازت لی اور اسی طرح چلے گئے۔ قاضی زادگان خوش رفتار گھوڑی پر سوار چلے جا رہے تھے۔ اور شاہزادہ مذکور پیدل ہونے کی وجہ سے طوالت راہ کے باعث تھک گئے۔ چنانچہ انہوں نے قاضی زادگان سے سواری طلب کی، لیکن انہوں نے زدی بلکہ مذاق اڑانے لگے۔ صاحبزادہ نے جھگ کی طرف نظر دوڑائی۔ فوراً ایک ونٹ نمودار ہوا صاحبزادہ اس پر سوار ہو گئے۔ قاضی زادگان پریشان ہو کر بھاگ نکلے۔ اور اس سے پیشتر کہ صاحبزادہ مذکور واپس آتے، حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کی جب صاحبزادہ حاضر ہوئے تو حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام نے انہیں ایسے غضب کی نند سے دیکھا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

جہاں آج آپ کا روضہ مبارک ہے، وہاں پہلے بخاری سید رہائش پذیر تھے۔ اس جگہ ان کے چند مزارات بھی تھے۔ ان سادات کی اولاد سے سید کلت جہانیا موجود تھے۔ آپ نے ان مزارات کو دیکھ کر فرمایا، کہ یہ میری جگہ ہے۔ لہذا ان مزارات کو اٹھا لو۔ یہ ناممکن ہی بات تھی، سید کلت جہانیاں نے انکار کر دیا۔ آپ نے جہاں میں آکر انگی سے لانا اللہ کی ضرب لگاتے ہوئے کچھ فرمایا۔ اور وہ مزارات وہاں سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر چلے گئے۔ بواب بھی اکبرے تبرے کے نام سے مشہور ہیں۔ اس غمیرا نشان کرامت سے متاثر ہو کر حضرت سید جہانیاں آپ کے مرید ہو گئے۔ اور آپ کو رشتہ بھی دیا۔ حضرت سید کلت جہانیاں کا مزار شریف آپ کے قدموں میں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ نے ۲۵ رمضان المبارک ۹۸۵ھ ۱۵۷۴ء بروز جمعہ المبارک کو قبور شریف میں ہی وصال فرمایا۔ جہاں آپ کا مزار مقدس مرجع خلاق ہے۔ آپ کا مزار مقدس ایک امیر کی خواہش کے مطابق آپ کی حیات میں ہی تعمیر کیا گیا۔ امیر نے جب آپ کی رائے طلب کی تو فرمایا، کہ میرا روضہ جدا مجد حضرت غوث پاک کے مزار شریف کی طرز پر تعمیر کر دو، لیکن سواں یہ تھا کہ معماروں کو روضہ غوث پاک کیسے دھلایا جائے۔ لہذا آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ پڑھ کر دائیں طرف دیکھو، جب انہوں نے ایسا کیا تو انہیں روضہ مبارک نظر آیا۔ جس کے مطابق معماروں نے تعمیل ارشاد کی۔ مزار شریف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ مزار مبارک کی تعمیر میں اس قدر حفاظت شریک تھے، کہ ہر اینٹ پر ایک قرآن پاک ختم ہو، مزار شریف کے مغربی جانب ایک مسجد ہے، جسے آپ نے اپنی زندگی میں ہی تعمیر کرایا تھا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام کی زندگی سرِ پاک کرامت تھی، مشہور تھا، کہ جو شخص بھی آپ سے بیعت کرتا وہ اسی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث حمداً سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانی کی زیارت سے مشرف ہوتا۔

مہد طفلی میں جب آپ پڑھتے تھے، تو ایک ہمدردی لڑکے نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگیں۔ اور ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے، تو ایک شخص الواقع واقسام کی چیزیں لئے مدرسہ میں داخل ہوا، اور آپ کے پاس رکھ کر غائب ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک زمیندار آپ کی خدمت میں گراں بہانہ دراز لایا۔ جسے آپ نے قبول نہ فرمایا۔ لیکن وہ برابر اصرار کرتا رہا۔ آپ نے جذبہ میں آکر فرمایا: مہر کی طرف دیکھو، وہ کیا دیکھتا ہے، کہ خزانہ دریا کے پانی کی طرح رواں ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ صاحب اولاد تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت شاہ فضیل اور حضرت شاہ قزیر قدس سرہ یار گار تھے، دونوں صاحبزادے ماہر زادوں تھے۔ ان دونوں کو حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے بہت محبت اور انس تھا۔ حضرت شاہ فضیل قدس سرہ کے ایک صاحبزادے حضرت مہر افضل باقاعدہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے مرید ہوئے، ایک روز حضرت شاہ قزیر قدس سرہ نے حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: کہ تمہارے ہاتھ میں لڑکے ہوں گے، ان میں سے دو تو ماہر زادوں ہوں گے۔ اور تیسرا بڑی دیر کے بعد منزلی مقصود کو پہنچے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دفعہ حضرت شاہ قزیر کو حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے عرس میں جانے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ بچپن میں ایک دیوار پر بیٹھ کر دیوار کو کہنے لگے: چلو ہمارے گھوڑے۔ اور وہ دیوار چلنے لگی۔ اور حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مزار شریف پر جا پہنچی۔ حضرت شاہ قزیر نے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا: کہ تم نے اپنی عمر سے پہلے ہی اپنے احوال ظاہر کر دیئے۔ آپ کا یہ فرمانا تھا: کہ لڑکے کی روح قفس عنبری سے پرواز لگتی۔ وہ دیوار آج بھی بابا فرید گنج شکر قدس سرہ کے دربار کے شمال کی طرف مرجع خلائق ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ دیوار مزار شریف کے مغربی جانب مزار پڑاوار سے متصل ہے۔

۱۔ بعض متذکرہ نگاروں نے اس واقعے کو حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ اور ان کے صاحبزادے حضرت قزیر سے منسوب کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ جب حضرت شاہ قزیر دیوار پر بیٹھے ہوئے حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے مزار پر پہنچے تو اس وقت آپ کے دل لگی حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ ہمیشتی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ ناگاہ فرزند کی اس جسارت پر نگاہ غضب آلود ڈالی تو فوراً حضرت فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کی روح مبارک درمیان میں ماس ہو گئی۔ اور حکم دیا: کہ آئندہ آپ کی اولاد میں سے کوئی کنواں میرے مزار پر نہ آئے، چنانچہ یہ رسم آج تک اس خاندان میں جاری ہے۔
واللہ اعلم بالصواب (مولفم)۔

اس وقت حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ فیصل قدس سرہ کی اولاد آپ کے سلسلہ کو جاری رکھے ہوئے ہے، اور اشاعت دین میں مصروف ہے۔ اس وقت حضرت دیوان غلام دستگیر سجادہ نشین ہیں۔ جن کا شجرہ نسبت اس طرح ہے

حضرت دیوان سید غلام دستگیر از حضرت سید جن شاہ از حضرت دیوان سید ابوبندر شاہ از حضرت دیوان سید سوندم شاہ از حضرت دیوان سید یمن شاہ از حضرت دیوان سید جیون شاہ از حضرت دیوان سید احمد شاہ از حضرت دیوان سید محمد سعید از حضرت دیوان سید کالو شاہ از حضرت دیوان سید حسین شاہ از حضرت دیوان سید قنبر شاہ از حضرت دیوان سید فیصل از حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام از حضرت شاہ کمال کیتھی۔

آپ کے موجودہ سجادہ نشین دیوان سید غلام دستگیر شاہ گیلانی کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہے۔ درد مندوں کے مالک ہیں۔ ان کے دروازے سے کوئی سائل بھی غالی نہیں لوٹتا۔ حسن سلوک، ایثار اور عجز و انکساری کا مکمل نمونہ ہیں۔ علاقہ بھر میں نہایت عزت و احترام اور قدموںزنت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

بہاول نگر میں اس خاندان کے فرد فرید پیر سید ولی شاہ ہیں جو حضرت سید علی احمد کیتھی کے خلیفہ مجاز ہیں۔ پیر سید ولی شاہ نہایت کریم النفس اور جامع حمیدہ صفات ہیں۔ عالم باعمل، درویش بے بدل اور عبادت گزار ہستی ہیں۔ طالب علموں اور درویشوں کی ایک جماعت ہر وقت آپ کے ساتھ رہتی ہے۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ کو اپنے علاقے کے علاوہ دور دور تک بہت زیادہ شہرت نصیب ہوئی اور جو جو درجہ جو آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادوں حضرت شاہ فیصل اور شاہ قنبر کے علاوہ محمد افضل، حضرت باوا حیدر (قبولہ شریف)، حضرت سید کلت جہانیاں (قبولہ شریف)، حضرت باوا سیدوان سنگھ (بہاولنگر) حضرت شیخ شہاب الدین المعروف پیر پورہ (موضع کھائی)، حضرت شیخ چندن ثمور (قصبہ شیخ چندن)، حضرت حاجی نیامت اللہ (قصبہ شیخ پورہ)، برہان الدین پیر بخاری اور حضرت پیر جیون جہاروی (قدس سرہتم) بہت مشہور ہیں۔

حضرت موسیٰ ابوالکلام کو قبولہ شریف کی ولایت صغریٰ میں ہی سوئپ دی گئی تھی۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھی کی طبیعت میں جلال بھی بہت زیادہ تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ

لے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی تالیف تذکرہ حضرت شاہ سکند کیتھی مطبوعہ مکتبہ میری لائبریری۔ لاہور۔

قبول تشریف جانے کے بعد بہت کم کیتھل آیا کرتے تھے۔ اور حضرت اقدس کی طبیعت فرزند و بند کی جدائی اور نہ دوری کی وجہ سے آشفۃ فرور رہتی تھی۔ اس لئے وہ یہ ضروری سمجھتے تھے کہ دونوں میں مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ بھی جاری رہے اور شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ وقتاً فوقتاً کیتھل بھی تشریف لاتے لیکن جب حضرت شاہ موسیٰ کی طرف سے خط لکھنے یا کیتھل آنے میں دیر ہو جاتی تو اس بات کا حضرت اقدس کو افسوس ہوتا تھا۔ ایک خط میں کسی قدر خشکی کے ساتھ لکھتے ہیں۔

”..... مدت مدید اور عرصہ بعید سے میں گجرات کے سفر سے آچکا اور کیتھل میں مقیم ہوں۔ آج کل بھی کیتھل ہی میں قیام ہے۔ تمہاری خیریت کی کوئی خبر نہیں پہنچی۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ چونکہ میرا اور تمہارا تعلق ایک ہی طرح کا نہیں ہے۔ اول تو باپ بیٹے کا تعلق ہے۔ دوسرے پیر مرید کا رشتہ۔ لیکن تم نے دونوں تعلقات کو فراموش کر دیا تمہاری والدہ اور بہن تمہارے لئے بے تاب و بے قرار ہیں۔ اگر تم آؤ اور اپنا دیدار دکھاؤ تو بہت ہی خوب ہو۔“

اس فقرہ کی یہ خواہش ہے کہ تم یہاں آؤ تو درویشی اور تصوف کے کچھ نکات بطور تعلیم و تربیت کے تمہیں سکھاؤں جو کہ اب تک تمہیں پورے طور سے تعلیم نہیں کئے گئے۔ نیز تمہیں بیعت کرنے کے بعد خلافت عظام کی جائے طریق مشائخ بھی ہے کہ بعد بوعفتہ بیعت کرتے ہیں۔ تمہیں بزمانہ طفولیت بیعت کیا گیا تھا اور سر تراشا گیا تھا۔ اور شاید تمہیں یاد بھی نہ ہو، دوسرے یہ کہ تم مجھ سے بیعت ہو، ممکن ہے کہ تمہاری توجہ کسی اور طرف ہو جائے۔ یہ امر میری ناراضی کا باعث ہو گا اس طرح جو فائدہ تمہیں اب تک ہوا ہے۔ یہ سب ضائع ہو جائے گا۔ ممکن ہے تمہیں اپنے کمال کا گمان ہو، جب تک یہاں نہ آؤ گے اور درویشی کے متعلق کچھ راز مجھ سے نہ سمجھو گے تب تک تمہاری درویشی مکمل اور مستقل نہ ہوگی۔ نیز جب تک خلافت تمہارے حوالے نہ کر دوں اور وہ ایک صورت کہ جس کے بغیر درویشی تکمیل نہیں پاتی نہ بھادوں، اور تمہارے سپرد نہ کر دوں، تب تک تمہیں توحیدِ خالص و مکمل کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ میں نے اوپر بیان کیا ہے، اس کے بغیر تم درجہ کمال کو نہیں پہنچ سکتے۔ تم سمجھتے ہو کہ تم مکمل ہو گئے ہو، اور دوسرے بھی تمہیں کامل خیال کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً تمہاری تکمیل میں کوئی بھی شک و شبہ نہیں، لیکن یاد رکھو حق تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں، کماں کے بعد زوال ہے۔ جس کو اتنا خیال کیا جاتا ہے وہ بھی بے انتہا ہے اس منزل کا کوئی اخیر نہیں اور نہ کوئی اس کی انتہا اور رعایت ہے، جس استواری یو ما فہو مغہون (جس کے دونوں دن برابر ہوں وہ دراصل نقصان میں ہے) خدا کے لئے ایک بار آؤ اور اپنا دیدار کراؤ۔“

اس مکتوب سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکارم قدس سرہ کو بچپن میں ہی بیعت کیا گیا تھا اور مخصوص اسرار و رموز کو کسی اور وقت پر اٹھا کر دکھ دیا گیا تھا۔ ایسی صورت میں حضرت

شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کورہ خدمت بھی لاحق رہتا تھا۔ کہ کم سنی اور نا کجھی کی وجہ سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کا رجحان طبع کسی اور طرف نہ ہو جائے۔ اس لئے وہ وقتاً فوقتاً قطبِ وقت کو سمجھاتے رہتے تھے اور اپنے جلالِ طبع کی طرف بھی اشارہ کرتے رہتے تھے۔ اور غالباً حضرت شاہ موسیٰ اس جلال سے ڈرتے ہوئے کیتھلی تشریف نہ لاتے تھے کہ معلوم نہیں کب جلالِ کمال جوش میں آجائے۔ اور جو متاعِ عیہ بہا برسوں کی ریاضت و عبادت سے حاصل ہوئی لمحوں میں ہاتھ سے نکل جائے۔ لیکن شفیق باپ بھی بیٹے کے دل کی اس کیفیت سے بے خبر نہ تھے وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی چند مصطلحوں کی وجہ سے مذکورہ بالا خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے ورنہ وہ تو شفقت و رافت کے پتے تھے۔ شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کو یہاں تک لکھتے ہیں۔

”تمہارا یہ وعدہ تھا۔ کہ جس وقت حضرت والد صاحب سفر سے واپس آئیں گے۔ میں حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔ محض طور سے آدمی بھیجا جاتا ہے۔ براہِ کرم اس آدمی کے ساتھ اس علاقہ کی طرف لو جو فرمائیں کہ یہاں رہنے والوں پر یہ آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ امید ہے کہ خلافتِ وعدہ نہ کریں گے۔ جتنے دن تمہاری طبیعت چاہے رہو، جب چاہو روانہ ہو جاؤ۔ اس معاملہ میں تم خود مختار ہو۔ میں کسی طرح بھی پابند نہ کروں گا۔“

یوں تو یہ ساری عبارت شفیق باپ کے درد مندانہ جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ لیکن آخری چار فقروں میں تو محبت کی شیرینی اور پدرانہ شفقت کا اظہار پوری شدت سے نظر آتا ہے۔

اگرچہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ اپنے والد ماجد سے کوسوں دور جا کر رہنے لگے تھے۔ اور کیتھلی بھی کبھی کبھار۔ اور وہ بھی والدِ مکرم کے اصرار پر آیا کرتے تھے۔ لیکن حضرت اقدس باخبر والد کی طرح سے حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم کی ہر حرکت کی بخوبی نگرانی کرتے۔ اور اس بات کی پوری پوری کوشش فرماتے، کہ حضرت موصوف کی صحیح تربیت ہو، اور کوئی مقام ایسا نہ آئے، جہاں حضرت موصوف کو کوئی مشکل پیش آئے یہی وجہ ہے، کہ جب آپ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کا فرزند دلبند قبولِ تشریف میں ہی مقیم ہے اور کیتھلی بلائے جانے پر بھی آنا پسند نہیں کرتا تو معاً خیال آتا ہے، کہ کہیں دنیاوی علائق نے تو اسے اپنے قالو میں نہ نہیں کر لیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقفِ حرام ہے۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ کے قیام قبولہ کی اطلاع ملتے ہی فوراً لکھتے ہیں۔

”تم نے لکھا ہے کہ چند دن تک تم وہیں قیام کرو گے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس قیام و توقف سے تمہاری کیا مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقفِ حرام ہے۔ السكون حرار علی قلوب الاولیاء اللہ رزقہ اللہ کے قلوب پر سکون حرام ہے، فمن البیتونی یوما فہو معونہ . . . (جس کا آج کا دن کل کے دن جیسا گذرا وہ نقصان اور خسارہ میں ہے، اگر یہ توقف شیر ربانی کے لئے ہے، تب بھی حرام ہے۔“

اگر یہ توقف و وسوسہ محبت کی وجہ سے ہے جو اللہ سے دور رکھتے ہیں تو یہ بھی حرام ہے۔ اگر اس فقیر کی طرف آنے سے بھجکتے ہو، اور اس فقیر کے مزاج سے گھبراتے ہو، اور دوسروں سے میل جول رکھتے ہو تو یہ بھی بری بات ہے۔
 ”برخوردار سزاوار اللہ کے عاشق جو کچھ کرتے ہیں وہ نصیحت ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو بھی ابتدائی منزل میں ہیں۔“

”عزیز من! تم تو اللہ کے فضل سے انتہائی منزل میں ہو۔ تم ہدایت اور نصیحت سے بلند اور دوست اللہ سے ملے ہوئے۔ جمع و تفریق سے آزاد اور حق تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہو۔ تم جیسے کے لئے کسی نصیحت کی حاجت نہیں اور جس میں یہ خصوصیات ہوں اس کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو کی ضرورت نہیں۔ ضروری یہ ہے کہ پہلے اپنے ماں باپ اور بھائی بہنوں سے ملاقات کر کے بغیر کسی پابندی کے چند روز یہاں ہر تعلیم حاصل کر دو بعد ازاں جہانگیر صحت تمہیں پسند آئے اور جہاں طبیعت کو کوئی پریشانی لاحق نہ ہو، وہاں اللہ کے ساتھ قیام کرو۔“

”اے فرزند! سنو، فقیر سراسر اخلاص کا خواہش مند ہے۔ جس جگہ مکمل اخلاص ہو چاہے وہ نوک یا دار ہوں یا دینداران کے خلوص کے ساتھ اس جگہ قیام کرو۔ مشہور ہے کہ مخلصوں، محبوں اور معتقدوں کے ساتھ مشغولیت زیادہ ہوتی ہے اور طبیعت کو پریشانی نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں اگر دو چار روز قیام کرو اور جتنے دن دل چاہے اتنے دن رہو، تمہیں کوئی پابندی نہیں کر سکتا۔ خدا کے دوستوں کو پابند کرنا کس مذہب میں دعا ہے۔“
 ”فرزند من! دوسری بات یہ ہے کہ کچھ عرصے سے اس فقیر کی طبیعت کی تیزی اور جلال کم ہو گیا ہے۔ اور علم پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ جل شانہ! اس مقام میں میرے حالات کو حضرت خلیل اللہ کے ساتھ ہم اوقات کرے کہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے اس کو والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیہم خلیل اللہ نے ابراہیم کو اپنا صادق دوست قرار دیا ہے، فرمایا ہے: ”اے فرزند! نہ عاشقوں کا جلال نفسانی ہے۔ نہ ان کا علم انسانی، عوام اس جلال و علم میں اور باتیں خیال کرتے ہیں لیکن عاشقان خدا اس جلال و علم میں خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے اور ہمیشہ ذات الہی میں غرق اور مشغول رہتے ہیں۔“

ابجد عشقت چو بیا مو ختم دیدہ ز اغیار فرود و ختم

(جب تیرے عشق کی ابجد سیکھی تو غیر کی طرف سے آنکھیں پھیر لیں)۔ اے فرزند! یہ ناقصوں کا کام ہے جو کہا کرتے ہیں کہ فلاں درویش کے اہل و عیال زیادہ ہیں لیکن عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں، جس طرح کہ عوام ہوتے ہیں۔

”برخوردار من! کالموں کا شیوہ یہ ہے کہ ان کے اہل و عیال جتنے زیادہ ہوتے ہیں حق تعالیٰ کے ساتھ ان کی مشغولیت، اتنی ہی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اہل و عیال سے دور رہنا اور ان سے بھاگنا ناقصوں کا کام ہے۔“

عشاق ایک لمحہ اور لحظہ بھی خدا سے جدا نہیں ہیں۔ اور ہمیشہ التوا رہمانی اور مشاہدہ ربانی میں محو اور مستغرق رہتے ہیں۔

عقل را تدبیر باشد عشق را تدبیر نیست

عاشقان را عقل نزد امن گریباں گیر نیست

عشق بر تدبیر خندد زانکہ در صحرائے عقل

ہر چہ تدبیر است بجز بازو سچہ تقدیر نیست

یاد یوانہ بن اورستی اور دیوانگی کی طرف رخ کرے تدبیر کو مدبروں پر چھوڑ دے، عاشقوں کو تدبیر

سے کیا مطلب!

”اے فرزند! میری یہ کیفیت کچھ نفس کی رہنمائی سے پیدا نہیں ہوئی، بلکہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے

پر وہ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہوتا ہے، رازِ رحمانی اور حکمتِ ربانی پر عیاں ہوتا ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے خود کرتا

ہے، ہمیں کرنے نہ کرنے سے کیا واسطہ یقیناً اللہ مایشتاء و یحکم ما یرید اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور

جو اس کا ارادہ ہوتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے، عوام کے دوستوں کی ہزار ہا شکایتیں اور ان پر بے شمار طعن و

تشنیع کرتے ہیں۔ قدیم سے ہوتا آیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ، رسول پاک، انبیائے کرام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم

جمعیں کی سنت قدیم ہے۔ ومن تجر لسنت اللہ تبد بلا۔ اور خدائی طریق کار تبدیل نہیں ہو سکتا، نیز یہ آیت

ترجمہ نہ ان یکذبوا فقد کذبوا من قبلک بھی اس مضمون کی آئینہ دار ہے۔

خدا بر عاشقان خوشنود باش عاشقان را عاقبت محمود باش

”اے فرزند! بے خودی کے کتب میں پڑھنا شروع کر، جب تک یہاں کی الف ب تہیں پڑھے گا، تب

تک عاشقوں کے راز کو نہیں پائے گا۔ اے میرے فرزند سن! نہ صالح کے ساتھ رہ، نہ زاہدوں کے ساتھ رہ،

نہ اہل آخرت کے ساتھ نہ اہل دنیا کے ساتھ بے خود ہو جا، دیوانہ بن جا، بے خودوں اور دیوانوں کے ساتھ رہ

خاک ہو جا، اور خاک میں سے بن جا۔

”سن اے فرزند! نہ زاہد بن، نہ صالح بن، نہ فاسق بن، نہ آقا بن، نہ تاجر بن، نہ امیر بن، نہ فقیر بن

نہ دنیا کا بن، نہ دین کا بن، اگر بتے تو یہ بن عد مالہ وجود لہ۔ تیری موت و حیات سب اسکے لئے ہے،

دفاعینا تو لو افتخرد جہ اللہ۔ اس مقام میں زیادہ قبیل و قال وہی کرتا ہے جو راز سے ناواقف ہوتا ہے

اسلام علیکم۔ السلام علیکم۔ میرا قلب، میری روح۔ میرا از تیری طرف ہے۔ اے جان، اس پاک چہرہ، ان پاک

گیسوں، اس پاک عادت پر خدا جو حق کی طلبکاری میں چالاک ہے۔

اس مکتوب کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس کو حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ کے دلی مخاطرات سے پوری آگاہی ہے۔ آپ نے کس خوبی سے ایک ایک بات کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ یہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ کے کینٹھل تشریف لاتے ہیں یا نہیں۔ آپ نے دیکھا کس انداز سے آپ نے اپنے فرزند عزیز کو سمجھایا!

دنیاوی حالات، اپنی طبیعت، بیٹے کی دلی کیفیات، غرضیکہ ہر بات کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لیکن اختصار کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ تصوف کے مسائل کو جس پیار سے انداز سے دل نشین کرایا ہے۔ اس کی مثال حالِ حال ہی نظر آتی ہے۔ محض اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں ہے کہ یہ مکتوب ہے جو ایک باپ نے اپنے بیٹے کو لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اور حضرت اقدس کے ایسے ہی دوسرے مکتوباً صحیح، جامع اور کٹھوس معلومات سے مملو ہیں۔

بہر حال حضرت اقدس کے ان مکتوبات سے آپ کی شخصیت ایک باپ کی خلیت سے ہمارے سامنے ابھرتی ہے، ان خطوط کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اقدس ایک شفیق مدبر اور ایک خواہ والد کی طرح سے ہر وقت اپنے فرزند اور بیٹے کی تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ان حضرات کی پرورش اور تربیت صحیح خطوط پر ہو، تربیت کا مسئلہ ایسی شخصیتوں کے لئے اور زیادہ اہمیت اختیار کر لیتا ہے جو مستقبل میں قوم کے رہنما اور مصلح بننے والے ہوں، یہی وجہ ہے کہ ان خطوط میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئی ہیں جو بظاہر تلخ و ترش نظر آتی ہیں لیکن دراصل ان سے مکتوب الہم کے احوال کی اصلاح مقصود ہے، یہ اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام اور حضرت شاہ سکندر صغریٰ میں یہی نیابت کمال سلجھانے کے اہل ہو گئے تھے اور پھر بذاتِ خود ہی نہیں بلکہ ایک زمانے کو فیض پہنچایا۔

حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ شاعر بھی تھے۔ ایک ایک شعر میں دریائے لطافت بند ہے یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوزے میں دریا بند کر دیا ہے یا ایک ایک لفظ سے آپ وحدت ٹپکتا ہے۔ تمام کلام فارسی زبان میں ہے لیکن آج سے چار سو سال پہلے کی زبان بالکل آج کی زبان معلوم ہوتی ہے تعقید اور گنجلک نام کو نہیں البتہ ایسا مے بڑے دلچسپ مضامین پیدا کئے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ابھی تک اس نابغہ کا کلام منصفہ شہود پر نہیں آسکا ہے۔

البتہ آپ کے کلام میں سے چند قصائد، نعتیں اور غزلیں ہماری نظر سے گزری ہیں۔ قصائد حضرت غوث پاک اور حضرت شاہ سکندر قادری قدس سرہ کی مدح میں کہے ہیں۔ قصائد میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ہونی چاہئیں۔ قصائد میں جو ش عقیدت نمایاں ہے، لیکن اعتدال کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں

دیا۔ اور زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے ہیں۔

ایک قصیدہ جو حضرت غوث پاکؒ کی تعریف میں لکھا ہے۔ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔
سے زہر و ماہ نیک اختر چو آنا و آمدی۔

مہر مجھی، ماہ عربی، بدر بغداد آمدی !!
مہر و ماہ در باد گاہت روز و شب استادہ اند

بجورِ دوزخ شاہ بساطِ چرخ را داد آمدی۔
شعلہ نورت سر سرد روم عالم لگرت !

بہر تاریکی چراغِ سخت بنیاد آمدی
از طلوعِ آخرت ہر مدعی پست افتاد

چونکہ تو روشن مثالِ نونِ دالقا و آمدی

خانہ بر نہ فلک افزخت از لمعات تو بہر دفع تیرگی نورِ خدا داد آمدی
از طفیلت ہر مریضے تندرستی یافتہ
از برائے جن و انس و ہر کہ باشد خاص و عام

مرشدِ کامل مکمل اہل ارشاد آمدی

یہ سالا قصیدہ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ عروض و قوافی اور مضمون پر آپ کو کس قدر گرفت حاصل ہے
آمدی ایسے ردیف میں مفہوم کو بدل بدل کر کس انداز سے ادا کیا، اور پھر خوبی یہ ہے کہ مطلب میں سر مو فرق
نہیں دیا۔ ایک قصیدہ جو حضرت شاہ سکندر کینھنقدیؒ کی تعریف میں ہے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

محمم سرماست عبد اللہ	خوش فقیرے خداست عبد اللہ
چند روزی بخد متش بودم !	یک دومہ شد خداست عبد اللہ
ہر سحر از نسیم می پیم	خبرم وہ کجا است عبد اللہ
صابر و شاکر است در ہمہ حال	راضی اندر قضا است عبد اللہ
دہ شریعت محمدی چست اوست	ذاکرہ کبریاست عبد اللہ
من با ودوستی ازاں دارم	طالب پیرماست عبد اللہ
در جہاں آمدہ طریق شریف	در زمان با وفاست عبد اللہ
ای صبا این غزل بسر سوشش	ہر کجای کہ جاست عبد اللہ

طالب دوست فارغ از عقبے، مچھو موسے گداست عبد اللہ
غزلیات میں آپ حافظ اور نظیری کے پیروکار ہیں۔ اور موسیٰ تخلص فرماتے ہیں۔ آپ نے حافظ
اور نظیری کی زمینوں پر بے شمار غزلیں کہی ہیں۔ ایک غزل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

عاشقانِ مذہبِ جدا داند روز و شب در پئے کارند !
گاہ در قرب و گاہ دور اند ! گاہ در نور گاہ در نارند !
گاہ در گریہ گاہ در خندہ ! گاہ دیوانہ گاہ ہوشیارند !
بوا لعجبِ مذہبِ است مذہبِ عشق ناظرانِ خویش درو بکارند !
عاشقانِ جملہ مذہبِ را ! جز یکی نزد خویش شمارند !
کفر و اسلام دین و دنیا را ! مختلف دیدہ متفق یا راند

باش موسے کلام اندک کن

قابل این حدیث بسیارند

اس ایک غزل سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ غزل گوئی میں حضرت شاہ موسے ابوالکلام دیگر شہسوزی
شعرا کے ہم پلہ ہیں۔ اور اس لحاظ سے آپ حافظ، امیر خسرو، حسن اور ابوسعید ابوالخیر کی صف میں جگہ پاتے
ہیں، کیفیاتِ عشق، معاملہ بندی اور خوبی کلام میں سے کونسی چیز ہے۔ جو اس غزل میں موجود نہیں یہاں ہمیں
آپ کی شاعری پر محاکمہ اور تبصرہ منظور نہیں، یہ کام تو کوئی وہ صاحب انجام دیں گے۔ جو آپ کے کلام کو اکٹھا
کریں، اور پھر اسے اہل علم کے سامنے پیش کریں۔ نہ معلوم ابھی اس بحر میں کیا کیا لو لوٹے لالہ موجود ہیں
اور اس بحر کی تہ سے کیا کیا اچھلتا ہے!!

حضرت شاہ نور الدین (قدس سرہ) | آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے
تھے، بچپن میں ہی سے سلوک و طریقت کے اعلیٰ مراحل طے کر لیتے تھے، ان
حالات کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں ہو چکا، جن کی بنا پر آپ کا وصال اوائل عمری میں ہی ہو گیا۔ مزار شریف
حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار منور کے پاس ہے۔

خلفائے کرام

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے حسن اخلاق سیرت و کردار، علوم و مروت اور علمی سحر نے برصغیر
ہندوستان کے لوگوں کے دل موہ لئے تھے، اس لئے وہ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ذوق

کے لئے نسکین کا سامان فراہم کرتے۔ اور ایمان و عرفان کی دولت سے دامن مراد بھرتے، آپ کی شہرت بہت جلدی ہی دوسرے ممالک میں چھانچھی۔ اس میں ایک طرف تو آپ کی ان صفات کو دخل بختا جن کا اوپر ذکر ہوا، اور دوسری طرف آپ سیر و سیاحت کے سلسلے میں دنیا کے تقریباً تمام علاقوں میں تشریف لے گئے تھے۔ اس صحرانوردی اور دشنت پیمائی میں بے شمار واقعات آپ سے ایسے سرزد ہوئے جن سے خلق خدا کی بہتری مقصود تھی ان علاقوں کے لوگوں کو آپ کی شخصیت نے بے حد متاثر کیا۔ اور عوام الناس کے علاوہ خواص اور حاکمان وقت نے آپ کی کفش برداری کو اپنے لئے سعادتِ دارین تصور کیا چنانچہ برہان پور کے فرمانروایاں میراں محمد شاہ فاروقی (متوفی ۹۲۳ھ/۱۵۱۰ء) اور مبارک شاہ فاروقی (متوفی ۹۶۶ھ/۱۵۵۴ء) مالوہ کا خود مختار حکمران شجاع خاں (متوفی ۹۶۲ھ/۱۵۵۰ء) پائل کا حاکم علی خاں سنبل اور میرٹھ کا جاگیر دار علی قلی خاں (متوفی ۹۶۲ھ/۱۵۵۰ء) حاکم قلعہ فیروزہ خاں حمید خاں (متوفی ۹۶۶ھ/۱۵۵۴ء) اور سلطان محمود گجراتی ایسے حکمران ہیں۔ جنہیں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے مرید اور تربیت یافتہ کہا جا سکتا ہے حضرت شاہ کمال کیتھلی نے اپنے زیادتیہ کے دوران ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو مسلمان کر کے حلقہ ارادت میں داخل فرمایا۔ اور اس کے کہیں زیادہ برصغیر کے غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔ اور اس طرح خوب اشاعتِ اسلام کی۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے، ہم نے آپ کے خلفاء کی صحیح تعداد اور ان کے اسمائے گرامی کے بارے میں بہت تحقیق کی ہے۔ لیکن سوائے مندرجہ ذیل حضرات کے مزید کوئی نام ہمیں آپ کے خلفائے کرام میں سے کسی کا نہ مل سکا۔

- | | |
|---|---------------------------------------|
| ۱۔ حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ | ۲۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلامؒ |
| ۲۔ حضرت شیخ عبدالقادر کابلی سرہندیؒ | ۳۔ حضرت ملا محمد مدرس سندھیؒ |
| ۵۔ حضرت شیخ سبحانؒ | ۴۔ حضرت خواجہ امان اللہ حسینی کیتھلیؒ |
| ۷۔ حضرت شاہ یوسف بھکریؒ | ۸۔ حضرت شیخ جلال الدین کہکھہ ملتانہیؒ |
| ۹۔ حضرت شیخ فتح علی خاں ابوالفتح سامانویؒ | ۱۰۔ حضرت قاضی عبدالرحمن دیپا پوریؒ |
| ۱۱۔ حضرت شیخ نور جمالؒ | ۱۲۔ حضرت شاہ ہاشم بنو قویؒ |
| ۱۳۔ حضرت شیخ طیب کیتھلیؒ | ۱۴۔ حضرت باواسیٹیل پوریؒ |
| ۱۵۔ حضرت شیخ محمود محمود قادری سامانویؒ | ۱۶۔ حضرت خواجہ عین الدین کلا لوریؒ |
| ۱۷۔ حضرت شیخ اللہ داد رہتاسؒ | ۱۸۔ حضرت سید غیاث الدین قادری لاہوریؒ |
| ۱۹۔ حضرت شیخ بلال سندھیؒ | ۲۰۔ حضرت سید علی مشہدیؒ |

- ۲۱۔ حضرت شیخ سالم برہانپوری۔
 ۲۲۔ حضرت محمد خاں تاشقندی۔
 ۲۳۔ حضرت شیخ علی آفندی۔
 ۲۴۔ حضرت شیخ فضل فصولی۔
 ۲۵۔ حضرت شیخ عبداللطیف لطفی خوارزمی۔

مذکورہ بالا حضرات میں سے اکثر کے حالات دستیاب نہ ہو سکے چنانچہ جن حضرات کے سوانحی حالات اور کارنامے ہمیں مل سکے ہیں۔ وہ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ سکندر قدس سرہ کے صاحبزادے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور حضرت شاہ عماد الدین (قدس سرہ) کیتھلی آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے اور حضرت شاہ عماد الدین (قدس سرہ) کے صاحبزادے تھے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے جانشین اور خلیفہ اکبر بھی تھے ہم نے آپ کے مناقب کو ایک مستقل تالیف تذکرہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی میں تحقیق صحیح کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔ اس لئے آپ کے تفصیلی حالات کو کوائف کے لئے اس کتاب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے تاہم یہاں بھی مختصر طور پر آپ کے مناقب بیان کئے جاتے ہیں۔

آپ ۱۶ شعبان المعظم ۹۶۳ھ (۲۵ جون ۱۵۵۶ء جمعرات) کو صبح صادق کے وقت اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کے جد امجد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کا نام شاہ سکندر تجویز فرمایا۔ اور پھر اپنی انگشت شہادت آپ کے منہ میں ڈال دی جس کے چوسنے سے آپ کا دل الوار الہی سے معمور ہو گیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ کی ولادت کے روز آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک روشنی ہے چونکہ اس سے قبل میں نے ایسی روشنی کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس لئے میں گھبرا گئی اور درگاہ الہی میں التجانی لڑکی بھیرے ندا آئی کہ یہ تیرے فرزند کی پیدائش کا وقت ہے یہ روشنی اس کے دل کا نور ہے۔ آپ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جس آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی۔

آپ بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی طرح قطب ارشاد کے منصب پر فائز سے صوفیائے کبار بیان کرتے ہیں کہ آسمانوں پر قطب ارشاد کا نام عبدالرشید یا عبدالرب ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے اشارے پر کام کرتی ہے اور مرکز کائنات کے لحاظ سے دور و نزدیک ہر جادوی ہوناسہ آپ کے سکون نام عبدالرشید قطب ربانی روس اللہ ہے۔ محبوب الہی آپ کا لقب خاص ہے اور الہ الحسنات کنیت۔

آپ میں قسام اللہ نے ابتداء سے ہی وہ خوبیاں کوٹ کوٹ کر بے دریغ تقسیم ہو چکی تھیں جو ایک شیخ عاظم جلیل فاضل، بادی کامل اور یگانہ روزگار ہستی میں ہونا لازمی ہیں۔ آپ ایام طفولیت کے دوران میں کئی کئی بار دریا میں دودھ وغیرہ کی طرف مطلق رغبت نہ فرماتے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میں نے آپ کو دودھ پلانے کی کوشش کرتی کہ سب اچھا اور بہ جانتے ہیں ہزار کوشش کے باوجود دودھ نہ پلا۔ دودھ کی طرف اشارے

نہ کرتا؛ دیگر بچوں کی طرح آپ نے نہ کبھی ضد کی کبھی عام بچوں کی طرح لہو و لعب میں مشغول ہوئے۔ آپ کو علوم عقلی و نقلی کے لئے کسی استاد کا منت پذیر نہ ہونا پڑا۔ ایک روز آپ مراقبہ کی حالت میں تھے کہ غیب سے ندا آئی: "عبداللہ قرآن کیوں نہیں سیکھتا؟" آپ نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے مجھے تعلیم فرما" جو یہی یہ کلمات آپ کے ذہن مبارک سے نکلے غیب سے ایک نوزانی ہاتھ نمودار ہوا، اور آپ کے سینہ مبارک سے مس ہوا۔ اسی وقت تمام علوم اسمیہ و غیر اسمیہ کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ اور قرآن پاک کا علم آپ کے سینہ مبارک میں آگیا۔

کم عمری میں ہی ایک جماعت آپ کے گرد رہتی تھی، اور آپ کی دعاؤں سے ان کی دینی و دنیاوی آرزوئیں پوری ہوتی رہتی تھیں۔

آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے صغیر سنی میں ہی خلافت عطا فرمادی تھی، اس کے تھوڑے عرصے بعد حضرت شاہ کمال کیتھلی کا وصال ہو گیا، اور آپ نے مسند ارشاد کو رونق بخشی۔ اس طرح نیا بت غوثیہ آپ کے حصے میں آئی، اور آپ نے اپنے فیض روحانی سے مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو منور فرمادیا۔ آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے کو قائم رکھا اور عرضہ دراز تک تندہی لگن اور جذبہ کے ساتھ اپنے آباؤ سلسلہ کو پھیلاتے رہے۔

آپ نے سہرہ جمادی الاول ۱۲۲۷ھ ۲۳ جون ۱۸۱۱ء کو وصال فرمایا، آپ کو مکاشفہ میں آجکا وصال کا وقت بتایا گیا تھا جتنا بچہ آپ نے ۲۱ جمادی الاول ۱۲۲۷ھ ۲۲ جون ۱۸۱۱ء ہفتہ کو غسل تازہ فرمایا، اور نماز پڑھی پھر بہت دیر تک سز بسجود رہے، اور اہل خانہ اور جگہ اہل عقیدت و ارادت کے لئے دعا کی خیر مانگی۔ دونوں صاحبزادوں حضرت شاہ گدار حسن عباس اور حضرت شاہ محب اللہ ایساں زہدی قدس سرہ کے ساتھ کو طلب فرمایا، اور انہیں نصیحتیں اور تلقین فرمائی، پھر وہ تبرکات عالیہ جو خوادگان قادریہ سے سلسلہ بسلسلہ چلے آ رہے تھے اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے آپ کو مرحمت فرماتے تھے۔ دونوں صاحبزادوں کو عنایت فرمائے۔ اس کے دوسرے روز طلوع آفتاب کے بعد آپ خالق حقیقی سے جا ملے، آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ مزار سے تقریباً پچاس گز کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔ وہیں مزار شریف ہے آپ کی نماز جنازہ میں نقباء، خباز، اغواث، ابدال، اوتاد، اقلاب، اولیائے ہم عصر، جنات اور رجال الغیب شریک ہوئے۔ ان کے علاوہ لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

جب آپ کے وصال کی خبر آپ کے مریدین اور خلفاء کو ملی تو وہ فوراً کیتھلی پہنچے۔ اور نماز جنازہ میں شرکت کی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ محمد ظاہر مندگی لاہوری شیخ اسلام پوری اور دیگر حضرات نے

کافی عرصہ تک کینٹھل میں آپ کے مزار شریف پر مقیم رہے۔
 آپ کی تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے، بعض روایات کے مطابق آپ کا وصال ۱۶۱۶ء میں ہوا۔ اور بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا سال وصال ۱۶۲۳ء بیان کیا ہے۔ مؤلف مہیاک السالکین نے ۱۶۲۳ء
 بھی سال وصال بتایا ہے۔ مولوی عبدالستار سہرانی نے ذیل کے درج ذیل قطعہ کے آخری مصرعے سے
 مادہ تاریخ ۱۶۲۳ء نکالا ہے۔

حضرت شاہ سکندر قطب دین جوز دنیا شد سوئے فکدہ بریں
 گفت سال و چہل ہفت پاکباز شد سکندر سوئے یار دلنواز

آپ کا مزار مبارک سادگی و شکوہ کا مرقع ہے، مزار مبارک کی کرسی زمین سے ڈیرھ گز بلند اٹھائی گئی
 ہے۔ اور مزار شریف کا کل احاطہ ایک مربعہ اراضی پر مشتمل ہے، اور مزار عالیہ کے جنوبی طرف زاہرین و وردیشوں
 کے لئے حجرے تعمیر کئے گئے ہیں۔ مزار شریف کے صدر دروازے پر یہ رباعی مرقوم ہے۔

نور چشم مصطفیٰ و راحت جان علیؐ مصدر فیض و کرامت واقف رازِ نغھی
 منبع لطف و عنایت خزن جود و سخا چشمہ فیض ہدایت شاہ سکندر قادر

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء باقاعدگی سے آپ کے مزار شریف پر حاضر رہے، اس
 کے علاوہ دیگر اولیائے کبار بھی آپ کے مزار شریف پر حاضری دینا اپنے لئے باعث فخر و مباہت سمجھتے۔ وصال
 کی نسبت سے ہر سال ۱۱ جمادی الاول کو آپ کا عرس نہایت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ جو بنین دن تک
 رہتا ہے۔ آج بھی یہی عالم ہے آج بھی آپ کا مزار شریف فیوض و برکات اور انوار تجلیات کا گہوارہ ہے جس کی
 زیارت کے لئے بلا امتیاز مذہب و ملت لوگ اگر روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔ پیر بہادر شاہ اپنی تصنیف
 مجمع الاسرار میں لکھتے ہیں۔ کہ جب میں حضرت شاہ سکندر کینٹھل قدس سرہ کے روضہ مبارک میں جا کر فاتحہ کے
 بعد مراقبہ میں بیٹھا تو آپ نے ایک سفید رنگ کی کلاہ عنایت کی۔ آواز آئی کہ جس طرح یہ کلاہ تجھے عنایت کی
 ہوئی ہے۔ اسی طرح بزرگوں سے سنبھلی ہے۔

آپ راست قامت اور میانہ قد تھے۔ جسم بھرا ہوا تھا۔ پیشانی فراخ کشادہ ابرو، بینی دراز و بلند
 بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، چہرہ مبارک پر نور، داڑھی بطابق سنت نبوی، لباس عموماً سادہ ہوتا تھا جو لباس
 بھی پہنتے وہ موزوں بیٹھتا۔ سبز رنگ کا عمامہ سر پر ہوتا تھا۔

حضرت شاہ سکندر کینٹھل قدس سرہ صاحب مکاشفہ و صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ کی کرامات
 و خوارق، بکثرت ہیں آپ ایک روز حضرت شاہ کمال کینٹھل قدس سرہ کے مزار شریف کے احاطہ کے باہر ایک

اونچے ٹیلے پر مصروف عبادت تھے۔ آدھی رات کے وقت چار چور چوری کی غرض سے آئے آپ نے انہیں قریب بلایا۔ اور ان چاروں کو اپنے دامن میں لے لیا۔ ایک ہی نظر جمال سے انہیں صاحب کمال بنا دیا اور انہیں مختلف مقامات پر صاحب ولایت کر کے تعینات کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص شہاب نامی حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ حاکم شہر نے مجھے بلاوجہ شہر بدر ہونے کا حکم دیا ہے۔ میں عیالدار ہوں اپنے بچوں کو لے کر کہاں جاؤں۔ میرے حق میں دعا نما میں قدرت سے توفیق کے بعد آپ نے فرمایا وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ بلا تکلف چلے جاؤ چنانچہ جب وہ اپنے شہر گیا تو معلوم ہوا کہ حاکم شہر گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو چکا ہے۔

آپ کی خدمت میں ایک ہندو عقیدت سے آیا کرتا تھا۔ روزانہ آپ کی محفل میں شریک ہوتا۔ ایک دفعہ کچھ عرصہ نہ آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا تو پتہ چلا کہ وہ بیمار ہے، آپ اس کی عیادت کو گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی کلمہ طیبہ اس کی زبان پر جاری ہو گیا۔ اور مر گیا۔ آپ واپس آ گئے۔ اس کے لواحقین نے چتا تیار کر کے جلانا چاہا لیکن آگ نہ لگی آخر اسے دفن کر دیا گیا۔

آپ کے حلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جن میں کچھ حسب ذیل حضرات کے نام نمایاں ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ گدار حسن عباس فرزند اول

۲۔ حضرت شاہ محب شاہ ایسا زہدی فرزند درم

۳۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی

۴۔ حضرت شیخ محمد طابری لاهوری

۵۔ حضرت شیخ نور محمد پٹنی

۶۔ حضرت میراں شاہ غازی (راجپوتانہ)

۷۔ حضرت شاہ محمود عالم لاهوری

۸۔ حضرت ملا عبدالرحمن قادری لاهوری (کوٹلی پیر عبدالرحمن قلی لاهوری)

۹۔ حضرت قاضی صدر الدین لاهوری

۱۰۔ حضرت ملا حسین لاهوری

۱۱۔ حضرت ملا ابوالفتح لاهوری

۱۲۔ حضرت شیخ ادریس سامانوی

۱۳۔ حضرت ملا امام الدین لاهوری

۱۴۔ حضرت حافظ نور جمال قادری

۱۵۔ حضرت باو ابال پوری

ایک روز غوثِ محمدانی حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو مراقبہ میں القا ہوا، کہ آپ سے

پانسو سال بعد ایک بزرگ و حیدامت پیدا ہوگا جو دنیا سے ترک و الحاد کے نام کو نابود کر دے گا۔ اور دین محمدی کو

نئے سرے سے تازگی بخشنے گا۔ اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے صاحبزادے اور خلفا و یار گاہِ احد بن

کے صدر نشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خرقہ کو خاص اپنے کمالات سے ملو کر کے اپنے صاحبزادہ حضرت

عبدالرزاق کے سپرد کیا اور ارشاد فرمایا کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو تو یہ ان کے حوالے کرنا۔ اس وقت سے

صاحبزادہ موصوف کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا جب حضرت شاہ کمال کیتھلی کے وصال کا وقت قریب آیا، تو انہوں نے وہ خرقہ آپ کو دے کر ہدایت کی کہ یہ شیخ احمد سرہندی کو سلوک قادریہ کی تکمیل کے بعد عطا کر دیا جائے چنانچہ یہ خرقہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کے ہاتھوں حضرت مجدد الف ثانی کو پہنچا حضرت مجدد الف ثانی اس خرقے کو پہن کر خوشی کے مارے پھولے نہماتے تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی نگاہوں میں حضرت شاہ سکندر قدس سرہ کا ادب و احترام بہت زیادہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سر بند شریفین میں حضرت مجدد الف ثانی کے یہاں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ ایک صاحبزادہ مجھ کو عنایت فرمائیں کہ ہمارے مثل انا و دیوانہ رہے، اتفاقاً اس وقت شیخ محمد یحییٰ موجود تھے۔ آپ نے فرمایا، اسی کو، جو حضرت شاہ سکندر کیتھلی نے اپنی نسبت ان کو الفاکی۔ اور فرمایا، کہ آج سے اس بندوم زادہ کو شاہ جیو کے نام سے پکارا کریں۔ اس دن سے آپ کا لقب شاہ پڑ گیا۔ . . . اور حضرت یحییٰ کو نسبت قادریہ بھی سنت شاہ سکندر کیتھلی کے ذریعے اس وقت حاصل ہوئی تھی۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کے دامن ارادت سے دو ایسی عظیم القدر ہستیاں وابستہ ہو گئی تھیں۔ یعنی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محمد طاہر بندر (قدس سرہ) جس سے سلوک کے دو عظیم الشان سلسلے منشعب ہوئے یعنی سلسلہ مجددیہ قادریہ اور سلسلہ طاہریہ قادریہ ان سلسلے کے بزرگوں نے اپنے دور کی معاشرتی مذہبی سیاسی اور ادبی اقدار پر گہرا اثر مرتب کیا۔ اور دین اسلام کی ترقی و ترویج اور تجدید کے سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان حضرات نے دو قومی نظریہ کو مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دیا۔ اور شد و مد کے ساتھ اس کی تبلیغ کی چنانچہ مسلمانوں میں جذبہ قومیت بیدار ہوا۔ اور آج انہی اکابر امت کی کوششوں کی بدولت ہم ایک آزاد ملک پاکستان میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولیائے کبار میں ایک منفرد مقام حاصل ہے اس کے قلب مبارک میں ایسا نور درخشاں تھا کہ اس کے نوری جلوہ کے سامنے آفتاب ذرہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ گویا یہ

بگدر روئے اوسد آفتاب است کز اں کوین تا بے برتا بد !
عظیم القدر اولیاء اللہ بھی اس کی برداشت اور تحمل کی استعداد و توفیق سے عاجز تھے جیسے آفتاب کے

۱۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی کے نامور خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری کے مریدین اور معتقدین کی تعداد سے شاہجاں بہت خائف تھا اس نے آپ کو ہندوستان سے نکل جانے کا حکم دیا چنانچہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۳ء میں وصال فرمایا۔ (مؤلف)

طلوع کے وقت چاند رستادوں کی روشنی مدغم پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کے جلوہ لقا کے سامنے نجوم اولیاء کے انوار مفقود ہو جاتے ہیں، وقت کے بڑے بڑے کامل بزرگ آپ کی ارادت کو فخر سمجھتے تھے، دوسرے وقت آپ کی غلبہ بوسی اور نعلین برداری کو سعادت دارین تصور کرتے تھے۔ آپ علم و عمل، زہد و تقویٰ اور عرفان و تصوف میں اپنے جدا مجید کے نقش قدم پر تھے، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے ساتھ آپ کی بیعت نہایت مناسب رکھی تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کا ظاہر جلال سے آراستہ تھا اور باطن جمال سے اور آپ کا ظاہر جمال سے اور باطن جلال سے معمور تھا۔ اس لئے کوئی سائل آپ کے در اقدس سے خالی نہ لوٹتا۔ جلال کی وجہ سے تصرفات اور کرامات ظہور پذیر ہوتے، اور جمال کی وجہ سے سینہ انوار الہی کا گنجینہ ہو جاتا۔ گویا ایک طرف اپنے شمس نما قلب سے کدورتوں کو مٹا کر عوارض باطنی کو دور کرتے اور جمال کی وجہ سے محبت الہی کا جوش اندر بھڑکتے۔ ارادت مندوں اور معتقدوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے، یہی وجہ تھی جو سائل یا طالب آپ کی خدمت میں آجاتا، ان واحد میں صاحب منزل ہو جاتا۔ آپ نے ہزیمت نفس اور جلائے روح کے لئے بے نظیر مجاہدے کئے... غرض آپ کی ذات ستوہ صفات سے نہ صرف سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ نصیب ہوا بلکہ برصغیر پاک و ہند کی معاشرتی تہذیبی، سیاسی اخلاقی اور ادنیٰ زندگی پر بھی گہرا اثر پڑا۔

حضرت شیخ محمد طاہر ہندگی لاہوری قدس سرہ آپ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”کبیر ملک العشاق حضرت شاہ کمال کیتھلی اور رؤس اللویاء حضرت شاہ سکندر محبوب الہی قدس اللہ اسرارہم، ان فقید المثال اور صاحب تصرف بزرگوں میں سے ہیں جن کی نظیر متقدمین اولیاء اللہ میں بھی کم ملتی ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔

”میں آفتاب کی طرف بلاخیر گئی چشم دیکھ سکتا ہوں۔ لیکن حضرت شاہ سکندر کے قلب منور کو اشعار نور کے و نور کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتا... گویا

بشرچہ جو وصلہ دارد کہ بگر دیر خست کہ قدسیاں ز جمال رخ تو حیران اند

زبدۃ المقامات میں حضرت عبدالاحد سرہندی کا بیان مرقوم ہے، کہ

ایک روز حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ نے فرمایا، کہ اگرچہ لوگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور بابا فرید الدین گنج شکر (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے واقف ہیں لیکن ہمارے صاحبزادوں کے حالات کی انہیں خبر نہیں۔ ورنہ یہ مشائخ عظام سے کم نہیں، اور... یقیناً ان صاحبزادوں سے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی مراد حضرت شاہ موسیٰ ابولکاسم اور حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس اللہ اسرارہم، تھے۔

حضرت شیخ نظام الدین بلخی (تھانیسری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”حضرت شاہ سکندر کیتھلی اویاٹے وقت میں جتنی فضیلت رکھتے ہیں وہ بہت کم دیکھی گئی ہے“
اور حضرت شاہ موسیٰ المکارم قدس سرہ نے فرمایا۔

”حضرت شاہ سکندر قادری ساکین کے پیشوا، عارفوں کے امام اور دنیاٹے طریقت کے نور آفتاب ہیں، عبادت و مجاہدے میں آپ کا پایہ بلند ہے“ ایک دفعہ ایک مجلس میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ کا ذکر آیا، تو حضرت شاہ موسیٰ ابوالمکارم قدس سرہ نے فرمایا کہ۔

”حضرت شاہ سکندر قادری کی شہرت آسمان پر زمین کی نسبت زیادہ ہے۔ ملا الا علی میں آپ عبد اللہ کے نام سے مشہور ہیں“

ایک منہج عالم دین قاضی صدر الدین لاہوری کا بیان ہے کہ
”آپ کا انداز بیان دل کش تھا۔ آواز بلند و صاف تھی خشک سے خشک مضمون کو بھی فصاحت و بلاغت سے ادا کرتے تھے۔ آپ کی زبان کسی کی غیبت سے آلودہ نہیں ہوتی تھی، اس لئے سامعین مجلس سے اٹھتے تو اپنے قلب کو پاکیزہ اور ذہن کو مصفا پاتے“

ایک مرتبہ لاہور کے قیام کے دنوں میں آپ کا گذر ملا ابوالفتح لاہوری کے مدرسے کے قریب سے ہوا، جس طرف آپ گزرے لوگوں پر ایک والہانہ کیفیت سی طاری ہو جاتی۔ اسی اثنا میں ملا ابوالفتح عبد الجلیل اور ملا امام الدین نے آپ کو گزرتے ہوئے دیکھا چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو دل الوار روحانی سے منور ہو گیا۔ اور وہیں باضابطہ ارادت حاصل کی۔

۲۔ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی (قدس سرہ) ماجدیں۔ اور حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے نامور

خلیفہ میں آپ کا شجرہ نسب پھیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد فن پرگری کے ماہر تھے چنانچہ آپ کے خاندان سے ایک فرد شیخ محمود کو خلیفہ وقت نے ایک لشکر کا سردار مقرر کر کے ترکستان کی مہم پر بھیجا، جہاں سے آپ فاتح اور کامیاب ہو کر آئے، پھر قلعہ غزنین پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا تو خلیفہ وقت نے وہاں کی حکمرانی سپرد کر دی۔ آپ کے انتقال پر آپ کے صاحبزادے شیخ نصیر الدین قلعہ غزنین کے تخت پر بیٹھے، انہوں نے کابل فتح کر کے اسے اپنا دار الحکومت مقرر کیا۔ اور وہیں قیام پذیر ہو گئے، شیخ نصیر الدین کے انتقال پر ان کی اولاد میں سے شیخ شہاب الدین المعروف برفرخ شاہ کابلی رح اپنے والد کے جانشین قرار پائے اور تخت کابل پر جلوہ افروز ہوئے، آپ نے غزنہ و کابل سے آکر برصغیر پاک و ہند پر حملہ کیا۔ اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی، آپ نے برصغیر پاک و ہند میں اسلام کو رواج دیا۔ بت خانے منہدم کرائے اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔

اسی وجہ سے آپ کے خاندان کے لوگ کابل کہلاتے ہیں اور شیخ عبدالاحد کابلی اس خاندان کے فرد فرید تھے اور مغیر پاک و ہند کے بعد آپ نے ایران و توران اور بدخشاں و خراسان کی طرف توجہ دی۔ صاحب سلطنت ہونے کے باوجود آپ صاحب باطن بھی تھے، اور حکمرانی کے زمانے میں بھی عوام و خواص آپ سے کسب فیض کرتے تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں اپنے بڑے صاحبزادے شیخ یوسف کو نظام سلطنت سپرد کر کے ایک درہ میں جو کابل و قزوین کے فاصلے پر ہے اور آج تک درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے، گوشہ نشینی اختیار کی وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔ آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ (متوفی ۶۲۲ھ / ۱۲۲۵ء) کے بھی موثا اعلیٰ ہیں۔ آپ کے اخلاق میں رفیع الدین مشہور ہیں علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری کے خلیفہ تھے۔ حضرت رفیع الدین نے ہی سر بند شریف کی بنیاد رکھی یہیں آپ کا مزار شریف ہے۔

حضرت رفیع الدین کی پھٹی پشت میں حضرت شیخ عبداللہ کابلی سر ہندی قدس سرہ سر بند شریف میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام شیخ زین العابدین تھا جو اپنے وقت کے مشائخ کبار میں شمار ہوتے ہیں عین عالم جوانی میں تحصیل علم میں مشغول تھے کہ آپ کو جذبہ الہی و عشق خداوندی کے غلبے سے سلوک و تصوف کے راستے پر ڈال دیا۔ اور آپ نے درویشی اختیار کر لی جب آپ کے والد نے یہ دیکھا تو آپ کو حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور حضرت شیخ عبدالاحد سر ہندی نے حضرت عبدالقدوس گنگوہی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ تھوڑے عرصے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا وصال ہو گیا۔ تو ان کے صاحبزادے حضرت رکن الدین قدس سرہ سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کر لی، اور سلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شیخ جلال الدین تھامیری قدس سرہ سے بھی پیر بھائی ہونے کی وجہ سے بہت محبت رہی، اور زمانہ جاہلیت میں ہی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بھی ملاقات ہوئی، ان دونوں بزرگوں میں الفت و موافقت اس حد تک بڑھی کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی مع اہل و عیال آپ کے مکان پر کئی کئی دن قیام فرماتے اور آپ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے عجیب و غریب معاملات اور خرقہ عبادت کمالات مشاہدہ فرماتے۔ حضرت شیخ عبدالاحد سر ہندی قدس سرہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی سے بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی وساطت سے سلسلہ قادریہ عالیہ کا فیض خانہ خاندانی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کے خاندان میں بھی جاری و ساری ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنا سلسلہ عالیہ قادریہ کا شجرہ طریقت بیان کرتے ہوئے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور اذقیعہ (فتی) میں لکھا ہے کہ:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

آپ کی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے ملاقات کا حال زبدۃ المقامات میں اس طرح لکھا ہے کہ
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ ایک روز حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے
 کہ ایک آدمی فوجی وردی میں ملبوس مجلس میں آیا۔ اور شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ کے ساتھ معانقہ کر کے
 بیٹھ گیا۔ شیخ جلال الدین تھانیسری نے اسے سپاہی سمجھ کر بادشاہ کا حال پوچھا۔ اس شخص کو غصہ آیا۔ اور کہنے لگا
 گڑے شیخ اگر کوئی مسکین اس مجلس میں آ بیٹھے تو اس سے بادشاہ کے متعلق پوچھنا آپ کے مناسب حال نہیں ہے
 اگر تمہیں ایسی خبروں کی خواہش ہے تو راستے میں بیٹھ جاؤ اور آنے جانے والوں سے معلوم کرتے رہو۔ حضرت شیخ جلال الدین
 تھانیسری قدس سرہ عظم و بردباری کی وجہ سے خاموش ہو گئے معذرت کی حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے جب
 اس مرد کے جذبے اور بے تعلقی کو دیکھا تو فیصلہ کر لیا کہ جب یہ شخص باہر نکلے گا تو اس سے اسکا نام پتہ پوچھوں گا چنانچہ آپ نے ایسا
 ہی کیا۔ اس مرد نے بتلایا میرا نام کمال ہے۔ اپنے وطن و مسکن سے بھی پکا گاہ کیا اور فرمایا اکثر و خیر پائل میں مقیم رہتا ہوں اگر ملاقات کی
 خواہش ہو تو وہاں تشریف لاسکتے ہو۔ جب حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی سرہندی کو روانہ ہوئے اور پھر پائل گئے اور وہاں حضرت
 کمال کیتھلی قدس سرہ سے ملاقات کی۔ تو مجلس صحبت گرم ہوئی۔ اور محبت و الفت یہاں تک بڑھی کہ حضرت شاہ
 کمال کیتھلی قدس سرہ مع اہل و عیال حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کے گھر تشریف لائے۔ اور وہاں کافی
 عرصے مقیم رہتے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی مجالست و مصاحبت سے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ
 کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے۔ اور آپ ان سے عجیب و غریب معاملات اور خرق عادت کمالات
 مشاہدہ فرماتے۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ نے ایک شب نماز تہجد کے بعد مراقبہ میں دیکھا کہ تمام عالم
 میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ جو کہ و بندر اور کچھ وغیرہ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اس اثنا میں ایک نور ان کے
 سینے سے نکلا۔ جس سے تمام بہان منور ہو گیا، اور اس نور سے ایک سجلی نکلی جس نے تمام دزدوں کو جلا کر

(بقیہ صفحہ سابقہ) بیعت و صحبت و خرقہ و تلقین و اجازت کے لحاظ سے اس فقیر کا ارتنا طہ اپنے والد بزرگوار سے ہے اور انہیں
 خرقہ و تلقین و صحبت و اجازت کے لحاظ سے سید عبداللہ سے ارتنا طہ ہے، انہیں شیخ امام آدم بنوری سے، انہیں شیخ احمد سرہندی
 سے، انہیں شیخ عبدالاحد سرہندی سے، انہیں شاہ کمال کیتھلی سے، انہیں سید فضیل سے، انہیں سید گدار حسن سے، انہیں
 سید شمس الدین عارف سے، انہیں سید گدار حسن سے، انہیں سید ابی الحسن سے، انہیں شمس الدین مھارنی سے، انہیں سید عقیل سے، انہیں
 سید بہاؤ الدین سے، انہیں سید عبدالوہاب سے، انہیں سید شرف الدین قتال سے، انہیں سید عبدالرزاق سے، انہیں
 امام طریقہ ولی محمد شیخ عبدالقادر جیلانی سے رحمہم اللہ تعالیٰ۔

دکھ کر دیا۔ پھر اسی فور میں سے ایک تخت نمودار ہوا جس پر ایک بزرگ مسند نشین ہیں۔ اور ان کے گرد ہزار ہا نورانی مرد اور ملائک موڈ بکھڑے ہیں اور تمام محدود، زندقوں ظالموں اور جابروں کو لاکر ان کے حضور میں پیش کر کے بھڑ بھڑوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ اور ایک شخص یہ آیت باواز بند پڑھ رہا ہے۔

وقل جاء الحق و زهد الباطل ان الباطل كان زهوقاً و اسے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ واقعی باطل مٹنے ہی والا تھا۔ [

آپ نے یہ واقعہ اپنے پیرومرشد حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے عرض کیا۔ اور اس کی تعبیر و تشریح چاہی تو آپ نے توجیہ الی اللہ ہونے کے بعد فرمایا کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جو ضلالت و گمراہی کو مٹا دے گا۔ اور اس کے زمانے میں دین اسلام کو فروغ ہوگا۔

گلزار خوارق میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے یہاں مجلس منعقد تھی، مریدین باصفا اور دوسرے عقیدت مند آپ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے، کہ آپ نے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ سے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فرزند عطا کرے گا۔ جو بڑے بڑے شہنشاہوں کو نیچا دکھائے گا۔ جب وہ منصف شہود پر جلوہ گر ہو تو مجھے مطلع کرنا۔ جب تک میں نہ آؤں تب تک کوئی دنیاوی چیز اسے نہ دینا۔ آخر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ولادت باسعادت عمل میں آئی، حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کو اپنے مرشد کا فرمان یاد آیا۔ لیکن پریشان تھے۔ اتنے میں آپ سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ دوڑے دوڑے گئے۔ قدم بوس ہوئے، اور بچے کو آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دیا۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے اپنی انگلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو چھسائی۔ اور فرمایا کہ یہ بچہ تجدید دین کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعے خلق خدا کو فیض پہنچے گا۔ یہ ہمارا معنوی فرزند ہے۔

ایک مرتبہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ زمانہ رقصاعت میں علیل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی دعا دم کرائے کی عرض سے حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کو لے کر آئے، انہوں نے دم کرنے کے بعد بہت دعائیں دیں۔ اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے یہ تو عالم با عقل عبادت کامل ہے۔ بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی۔ اور تا قیام قیامت اس کی ہدایت و ارشاد کا نور روشن رہے گا۔ یہ عہدت و گمراہی دور کرے گا۔ اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرے گا۔ بعد ازاں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے دہن مبارک میں دیدی۔ تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے آپ کی

لئے بعض روایات میں ہے کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے اپنی انگلی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو چھسائی تھی۔ (مذہب)

زبان کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا۔ آخر حضرت کمال کیتھلی قدس سرہ فرماتے لگے کہ بس کرو بیٹا میں بھی صاحبِ ولاد ہوں۔
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کو نسبتِ فریدیت کہ جس سے اولیاء
 اللہ کا آخری عروج مخصوص ہے، حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے حاصل ہوئی، حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی
 قدس سرہ عمر کے آخری حصے تک سرہند ہی میں مقیم رہے، کرات کو گریہ و زاری اور عبادات میں گزارتے۔ اور
 دن میں طالبانِ علم دین کو نہایت تحقیق و تدقیق سے کتب معقول و منقول کا درس دیتے۔ اپنے زمانہ کے علامہ
 وقت تھے۔ آپ کتب صوفیاء، مثلاً عوارن المعارن، فصوص الحکم وغیرہ کا درس نہایت ذوق و شوق سے دیتے
 تھے۔ شیخ میرک جو شہزادہ داراشکوہ کے استاد تھے۔ علم ظاہری و باطن میں آپ کے شاگرد تھے۔ آپ کو سنت نبوی
 کا خیال بہت زیادہ دہتا تھا۔ کوئی سنت سنیں عادیہ میں سے ترک نہ کرتے تھے۔ اور جس درویش کو ذرا بھی
 خلافِ شریعت پاتے، اس کی صحبت فوراً ترک کر دیتے، اور اس کے ولی ہونے کا اعتبار نہ کرتے، لباس میں
 تہبند باندھتے اور نعلین ذوقبالیں پہنتے، اور طاعاتِ سنونہ کے بعد دعواتِ ماثورہ اور بعض وظائف
 اور دہلی پڑھتے۔

حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کا۔ نے اسی سال کی عمر میں عمارتِ مبارک ۹۹ھ فروری
 ہفتہ کو وصال فرمایا۔ بعض نے، ۲ جمادی الآخر ۱۰۵۹ھ (۲۵ جنوری ۱۶۴۹ء) پیر لکھا ہے۔ آپ کا مزار شریف سرہند
 شہر کے شمال کی طرف تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ذیل کے قطعے میں شیخ زمن سے مادہ سال
 وصال برآمد ہوتا ہے۔

آن شیخ کہ بود اعلم اندر ہر فن ! جانش گہر سسرازل را معدن !
 چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل ! تاریخ وصال آن بگو شیخ زمین !
 حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کے ساتھ صاحبزادے تھے۔ ان میں سے چوتھے صاحبزادے
 امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی تھے جنہیں بچپن میں حضرت شاہ کمال کیتھلی نے فیضانِ روحانی سے نوازا تھا۔
 ان کے علاوہ شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کے صاحبزادے شیخ شاہ محمد، شیخ عبداللہ، شیخ غلام محمد،
 اور شیخ مودود رحمۃ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے اور
 ساتویں صاحبزادے شیخ محمود سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ سکندر کیتھلی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ علم شریعت
 و طریقت میں آپ نے کئی رسالے تصنیف فرمائے جن میں السرا القشہد اور کنوز الخائق مشہور ہیں۔

زبدۃ المقالات میں ہے، کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی قدس سرہ کا ایک سچا مخلص حبیب
 آپ کے حجرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے، کہ آپ مقتول ہیں۔ اور آپ کے تمام اعضاء الگ لگ پڑے

پڑھے ہیں، اس درویش نے خیال کیا کہ شاید کسی دشمن یا چور سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہے، وہ بے اختیار روتا پیٹتا باہر نکل آیا۔ اور ایک دوسرے درویش کو یہ بات بتائی۔ اور جب وہ دونوں درویش اندر گئے تو دیکھا کہ آپ صبح و سالم زندہ ہیں۔ اور مرقبہ میں بیٹھے ہیں۔ یہ حضرات حیران ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑے، آپ نے ان سے فرمایا جب تک ہم اس دنیا میں زندہ ہیں، یہ راز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ ان دوستوں نے اس کا راز دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا امر تھا جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ حضرت ملا مدرس سندھی (قدس سرہ) | اکثر و بیشتر مخالفین کو بھی اپنے حریفوں کے جھنڈے تلے پناہ

کھول دیتے ہیں۔ اور یہ عادت اخلاق کے عمدہ ترین درجات میں سے ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں آئے کے بعد ابتدائی ایام میں حضرت ملا سید محمد مدرس سندھی شیخ سجن قاضی عبدالرحمن دیپاپوری (قدس سرہ) اور بہت سے دوسرے لوگوں نے حضرت اقدس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا۔ جو ایک مخالف دوسرے سے روا رکھا کرتا ہے، لیکن حضرت اقدس کا ابر فضل و کرم ہر ایک پر شب و روز اطمینان و سکون کی بارش برسا رہا تھا۔ اور ہر کہ دمہ اس الطاف عظیم کے فیض سے منتفع ہو رہا تھا۔

حضرت ملا مدرس سندھی قدس سرہ کون تھے۔ اور وہ کس طرح دولت مریدی و سرمایہ خلافت سے مشرف ہوئے، یہ سب کچھ طیبہ شیخ کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

۳۔ حضرت شیخ سجن قاضی (قدس سرہ) | حضرت شیخ سجن کے متعلق کسی قدر حالات ابتدائی عمر اور تعلیم کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ جب کبھی حضرت اقدس اپنے مرشد کامل حضرت شاہ

فضیل قادری قدس سرہ کی بارگاہ میں تشریف لے جاتے تو کمال ادب و احترام سے زمین و بوس ہو جاتے شیخ سجن بھی حضرت اقدس کے ہمراہ ہوتے، لیکن وہ تعظیم و تکریم کی شرائط کا حقہ بجا نہ لاتے تھے۔ جب حضرت اقدس شیخ سجن سے فرماتے یہ ہمارے پیرو مرشد کی بارگاہ ہے پھر تو کسی لئے ان کی تعظیم و تکریم نہیں کرتا۔ یہ تیری کم نصیبی تو شیخ سجن جواب دیتے کہ مجھ جیسے جگلی اور جاہل شخص کو جو فیض حاصل ہوا ہے، وہ آپ کی ذات بابرکات کے طفیل ہے۔ مجھ پر تو آپ ہی کا احترام لازم ہے۔ حضرت شاہ فضیل قادری قدس سرہ چونکہ شیخ سجن قدس سرہ کے اعتقاد کی پختگی اور وفاداری کی استقامت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لئے فرمایا کرتے: "سجن صبیح عقیدہ اور اعلیٰ خدمات بجالانے والا ہے۔ تم اس کے طرز عمل میں مغل نہ ہو، وہ جس طرح بھی آئے منظور و قبول ہے۔" شیخ سجن قدس سرہ جلوت و صلوت میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر رہتے۔ بارگاہ کمال میں شیخ کا تقرب اس قدر تھا کہ جن لوگوں کو بارگاہ کمالی میں عرض معروض کرنا ہوتی۔ وہ شیخ ہی کے ذریعے

سے کرتے تھے۔ شیخ سبحان قدس سرہ حضرت اقدس کی بے حد اطاعت و خدمت کیا کرتے تھے اور حضرت اقدس بھی شیخ پر بہت ہی شفقت و عنایت فرماتے تھے، شیخ سبحان قدس سرہ حضرت کے لنگر خانے کے داروغہ تھے۔ شیخ کا مزار شریف حضرت اقدس کے روضہ مبارک کے قریب ایک احاطے میں بائیں جانب جنوب میں واقع ہے۔

حضرت شاہ یوسف غوث بھکری قدس سرہ زہد و اتقا اور
۵۔ حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ | علم و فضل میں بے مثال تھے۔ جب حضرت شاہ کمال کی تھلی
 قدس سرہ علاقہ ملتان پر گزے سنگڑ میں تھے۔ تو حضرت یوسف غوث قدس سرہ حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے
 لگے، حضرت اقدس کے فیوض و برکات سے اس قدر جلد مراحل و مراتب طے کئے کہ غوثِ زماں کا مرتبہ حاصل کر
 لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات جب آدمی رات بھیک چکی تھی، تو حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ
 ایک بھٹی میں جو حضرت کے مکان کے قریب ہی واقع تھی، گھس گئے صبح کے وقت بھٹی والا بھٹی سلگانے کے لئے
 آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص مقتول بھٹی کے اندر پڑا ہے، وہ شور مچانے لگا، اور آسمان سر پر اٹھایا، کہ
 میری بھٹی میں کسی نے کسی کو قتل کر کے پھینک دیا ہے، آن کی آن میں لوگوں کا ہجوم بے کراں اکٹھا ہو گیا۔ اتنے میں
 حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ بھٹی کے اندر سے باہر نکل آئے بھٹی والے نے جو یہ ماجرا دیکھا، تو عجز و انکساری
 کرنے لگا، اور کہا: "افسوس میں نے آپ کے مرتبے کو نہ پہچانا اپنے کئے پر نادم ہوں۔ اور معافی کا طلبگار،" بھٹی
 والے کی آواز حضرت اقدس کے گوش مبارک تک پہنچی، آپ باہر تشریف لائے، حضرت شاہ یوسف قدس سرہ
 ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا: یوسف تم میرے عطیے کو رائیگاں گنوار ہے ہو۔ یہ خود بینی و خود رانی انسان کو خراب
 کرتی ہے، تمہارے ظرف کے مقابلے میں یہ عنایت بڑی ہے، اب کہ تم نے لوگوں میں اپنے دامِ شہرت کو پھیلانے کا
 ارادہ کیا ہے، وہ امانت جو تمہارے سپرد کی تھی، واپس لیتا ہوں، تم اس مرتبے کے قابل نہیں ہو، حضرت شاہ یوسف
 چونکہ آپ کی شانِ جلالت اور رتبہ سے واقف تھے، اس لئے کانپ اٹھے، اور اپنی بگڑی اتار کر حضرت اقدس کے
 قدموں پر رکھ دی، اور معافی کے طلبگار ہوئے، حضرت اقدس نے معاف فرما دیا، اور یہ دعادی کہ حق سبحانہ
 تعالیٰ تمہارے مراتب اور بن کھڑے، حضرت شاہ یوسف بھکری قدس سرہ نے قدمبوس ہو کر اجازت رخصت
 طلب کی، اور وہاں سے چل کھڑے ہوئے ملتان کے علاقے ادوے پور میں اپنے ایک پرانے واقعہ دوست
 فتح خاں لنگاہ کے مہمان خانے میں جا مقیم ہوئے، کچھ عرصہ ہی وہاں ٹھہرے تھے کہ فتح خاں کی بغی و طغیان کے
 باعث شہنشاہ اکبر نے اس پر حملہ کر دیا، شاہ یوسف قدس سرہ اس لڑائی میں شہید ہو گئے، اس طرح ان
 تعالیٰ نے انہیں مرتبہ و ثبوت اور شہادتِ عظمیٰ سے نوازا دیا، حضرت موصوف کا مزار بھکری میں دریائے سندھ

کے کنارے ایک بہت ہی پر فضیلت مقام پر مرجع خلائق ہے۔

۶۔ حضرت شیخ جلال الدین کہکبہ قدس سرہ ۸۹۵ھ ہجری میں
پیدا ہوئے، اپنے زمانے کے عظیم المرتبت بزرگ و تبارک

الذیاد ویش ہو گئے ہیں، حضرت اقدس کی بزرگی اور کمال کی وجہ سے آپ کی محبت اختیار کی۔ حتیٰ کہ سلسلہ
قادریہ کی بیعت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، حضرت کی محفل میں اکثر شریک ہوتے تھے، اسی دوران میں
ایک مرتبہ شیخ جلال الدین کو سفر کعبہ کا شوق دامن گیر ہوا، تو عرض کی کیا ہی اچھا ہو، اگر آپ بھی رفاقت کریں، حضرت
نے فرمایا: اگر یہ سعادت فقیر کے نصیب میں ہے۔ تو ضرور ساتھ ہوگا، فی الحال تم خود مسافرت بیت اللہ اختیار کرو۔

جب شیخ تیار ہو کر آئے، تو حضرت نے دعائے خیر کی۔ اور وہ روانہ ہو گئے، جب شیخ کا قافلہ قندھار میں پہنچا، تو
انہوں نے حضرت اقدس کو اپنے سے پہلے وہاں موجود پایا۔ دست بوس ہوئے اور کہا تفریق محبت کا موجب
کیسے، فرمایا اس احوال کی تفریق انتہائی جدائی ہے، جو ہمارے تمہارے درمیان واقع ہے، اس کا کوئی خیال
نہ کرو، بالآخر وہاں سے روانہ ہو کر اصفہان پہنچے، وہاں بھی حضرت کو پہلے سے موجود پایا، شیخ جلال نے پھر عرض
کی: شاہا ہم کو فیوض صحبت سے محروم رکھنا اخلاق سے بعید ہے، فرمایا: اس درد سری اور تکلفات سے ہم کو
معاف رکھو، جب قافلہ قطع مراحل کرتا ہوا بغداد شریف پہنچا، تو حضرت وہاں یوں موجود تھے، گویا ہمیں کے
باشندے ہیں، کیونکہ وہاں کا ہر فرد حضرت کو بخوبی جانتا تھا اور پہچانتا تھا، حضرت نے شیخ جلال الدین قدس سرہ
کو اپنا مہمان بنایا اور انواع و اقسام کے کھانے و سترخوان پر چنے، کھانا کھانے کے دوران میں شیخ جلال الدین قدس سرہ
نے ایک درویش سے حضرت اقدس کے بارے میں دریافت کیا، کہ انہیں کب سے جانتے ہو، انہوں نے فرمایا:
یہ بزرگ مدتوں سے جو اردر گاہ میں اقامت پذیر ہیں، شیخ جلال الدین قدس سرہ بہت حیران ہوئے، جب کعبہ شریف میں
پہنچے اور میدان عرفات میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو حضرت اقدس شیخ جلال قدس سرہ کے ساتھ
کھڑے تھے۔ مقامات مقدسہ کی زیارت کے بعد واپسی پر حضرت اقدس شیخ جلال قدس سرہ سے پہلے ملتان
میں موجود تھے۔ وہ بہت متعجب ہوئے، ان کی عقیدت و ارادت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا اور وہ شب روز
حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے لگے، حتیٰ کہ خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین قدس سرہ نے ۹۸۲ھ ۱۵۷۵ء میں وصال فرمایا۔

۷۔ حضرت شیخ فتح علی خاں ابوالفتح سامانوی (قدس سرہ) | آپ کا سلسلہ نسب نو خیر و آل عادل سے
ملتا ہے، آپ کے والد بزرگوار ایران سے

ہندوستان آئے، اور سامانہ میں سکونت اختیار کر لی، آپ نے اپنے علم و فن کی بدولت مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر

کے دربار میں عزت و منزلت پائی آپ کو تصوف و عرفان سے گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ حضرت شاہ کمال کیغضی کے دامن امداد سے وابستہ ہو گئے، اور درجہ کمال کو پہنچے۔ ۱۹۹۹ء/ ۱۵۹ھ میں وصال پایا۔ مزار شریف علاقہ پٹیالہ میں واقع ہے۔

ہماری عظیم مملکت خداداد پاکستان کے پہلے وزیر اعظم یاقوت علی خاں آپ ہی کے اخلاف میں سے تھے۔ روسائے پنجاب کے مصنف نے آپ کے خاندان کے بارے میں لکھا ہے، کہ یہ منڈل خاندان تحریک آزادی کے زمانے میں سامانہ سے کرنال میں آکر آباد ہوا۔ ایک زمانہ میں سامانہ اور اس کے قرب و حواذ میں انکاٹھ اعروج رہا تھا۔ بندہ بیراگی کے ہاتھوں تنگ آکر سامانہ سے نقل مکانی کر کے قصبہ بیہوا کے گرد و نواح میں آباد ہوئے۔ اس خاندان کے قلعہ جات اور محلات مرتضیٰ پورہ میں پیہوا اور تھامیر کے درمیان واقع ہیں۔ بعد ازاں اس خاندان کے افراد یہاں سے کرنال اور سہانپورہ میں جا کر آباد ہو گئے، انگریزی عہد اقتدار میں نواب احمد علی خاں اس خاندان کے سربراہ تھے۔

۸ حضرت شاہ ہاشم بنو توی (قدس سرہ) پر گزرتے ہوئے علاقہ گجرات رکاٹھیا وارا میں واقع ہے۔ جہاں خاندانی سادات العظام کے بہت سے گھرانے آباد تھے۔ تصفیہ

باطن اور تزکیہ نفس میں مشہور خلائق تھے حضرت شاہ ہاشم اس علاقے کے ایک سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور وہاں کے رئیس تھے۔ آپ علم و فضل میں علم معقول و منقول اور علم حدیث سے بھی متصف تھے۔ کشف باطنی میں بے مثل تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن ہم شکار کھیلتے ہوئے دو دن نکل گئے۔ وہاں پیاس نے بجد غلبہ کیا۔ اور اصرار دھر دیکھا۔ تو کونواں نظر پڑا۔ میں نے کنوئیں میں پہنچ کر پانی نکالا۔ پیالہ بھر کر پینا چاہتا تھا، کہ ایک کتا دکھائی دیا جس کی زبان شدت پیاس کی وجہ سے نکلی پڑتی تھی۔ ہم نے پیالہ اس کے آگے رکھا۔ وہ کتا پینے لگا۔ ہم تقریباً پانچ کوس تک لوہی پیالہ تمھارے چلتے گئے۔ کتا کہنے لگا۔ گھر میں ایک کتا ہوں، تم جاؤ اور کام کرو۔ ہم نے کہا: جب تک یہ پانی نہ پی لو گے۔ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ بمشکل یہ الفاظ ہمارے منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ وہ ایک آدمی کی صورت میں نمودار ہو گیا۔ اور چند گھونٹ بھر لئے۔ اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ حضرت شاہ ہاشم قدس سرہ بے خود ہو گئے اور اسی اثنا میں مجذوب کامل کے درجے کو پہنچ گئے۔ جذبہ استغراق کی حالت میں جنگلوں میں پھرنے لگے۔ اس واقع کی اطلاع شہر میں جب آپ کے بھائی سید مبارک کو ملی۔ تو وہ بڑی جنمو اور تلاش کے بعد انہیں شہر میں لائے۔ ایک روز حضرت اقدس بجالالت سواری جا رہے تھے۔ اور سید ہاشم باہر ہنر فر تک میں ہاتھ ڈالے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔ سید مبارک کو خاندانی غیرت آئی۔ اور انہیں ملامت کی۔ شاہ ہاشم قدس سرہ نے کہا تمہیں اس مرد خدا کی کیا

خبر ہے۔ سید مبارک بھی نیک سیرت اور بڑے زہد و اتقا کے مالک تھے۔ ان کی عادت خاص تھی۔ کہ جب کسی کے ضمیر پر واقف ہونا چاہتے۔ تو جنگل میں چلے جاتے۔ اور دو گانہ پڑھتے۔ ہاتھ اس شخص کی حقیقت حال سے انہیں آگاہ کر دیتا چنانچہ اس دفعہ بھی حسب معمول جنگل میں جا کر دو گانہ ادا کیا۔ تو آواز آئی۔ "تو اس مست جام شراب محبت درویش کی حقیقت بھنے سے عاری ہے" یہ سوس کر سید سے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر قدموں ہو گئے۔ اور اپنی گستاخی کی معافی مانگی حضرت اقدسؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مریدوں کے سلسلے میں داخل ہوئے سید ہاشم سے کہنے لگے کہ تم تو پیارے ہنہ حضرت کی رکاب تھے ہی ساتھ ساتھ چلتے ہو۔ لیکن اب میں سربد دیگ رکھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا کروں گا چنانچہ جب کبھی سید مبارک حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے۔ تو پہلے کھانا پکواتے۔ اسے دیگ میں ڈالتے، سر پر رکھتے، اور پیارے بندہ خدمت پیر و مرشد میں حاضر ہوتے۔

آپ نواب علی قلی خاں شیبانی خدمت ان لے امراء میں سے تھے۔

۹۔ حضرت شیخ نور جمال (قدس سرہ) گھریلو ماحول مذاہبی تھا۔ اس نے ابتدا ہی سے طبیعت پر مذہبی رنگ غالب رہا۔ لیکن سلوک و عرفان کی طرف زیادہ رجحان عمر کے بیالیسویں سال کے بعد ہوا۔ اور توبت یہاں تک پہنچی۔ کہ فنا فی اللہ و فنا فی الشیخ ہو گئے۔ اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ علوم دینیوں کے علاوہ علم لدنی سے بھی بہرہ ور تھے۔ چنانچہ مذہبی مسائل کو بڑی خوبی سے سلجھاتے۔ اور دور و نزدیک کے بڑے بڑے علماء آپ سے کسب فیض کے لئے آتے۔ نظر میں بلا کی تاثیر اور قلب میں شدید جذب تھا۔ آپ کے مناقب بہت بلند ہیں۔ شیخ نور جمال کی وجہ سے ہی نواب علی قلی خاں سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک ہوا تھا۔ شیخ نور جمال قدس سرہ ملتان کے نواح میں ۱۸۹۹ء سے ۱۹۲۲ء میں متولد ہوئے اور ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۶ء میں وصال کیا۔

شیخ نور جمال قدس سرہ جب بھی علی قلی خاں کی محفل میں اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ کمال کبیتلی قدس سرہ کے کشف و کرامات اور تصرفات غیبی کا ذکر کرتے تو علی قلی خاں جواب دیا کرتا کہ یہ آپ کا حسن ظن ہے۔ ایسے کمالات کے بزرگ ہوتے ضرور ہیں۔ مگر آج ہندوستان میں اس شان کے اور اس مقام کے بزرگ نہیں ہیں جب بھی شیخ نور جمال اپنے مرشد کا ذکر کرتے علی قلی خاں یہی جواب دیا کرتا۔

ایک مرتبہ نواب موصوف کو کسی سرکاری کام کے سلسلے میں شاہ دہلی کے رو برو حاضر ہونا پڑا۔ اس نے شیخ نور جمال سے کہا کہ میں دہلی جا رہا ہوں۔ چونکہ کبیتل بھی دہلی کے نزدیک ہے، اس لئے میں آپ کے مرشد کی زیارت بھی کروں گا۔ نواب موصوف شیخ نور جمال قدس سرہ کو اپنے ہمراہ لے چلے۔ دہلی سے فارغ

ہو کر معہ حذم و چشم کیتھل کو روانہ ہوئے۔ راستے ہی میں تھے۔ کرات کے وقت نواب موصوف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ارشاد نبوی ہوا۔ کہ اے علی قلی! یہ تمہارا شیخ ہے، نواب موصوف نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضرت نور جمال قدس سرہ ان کا ذکر کرتے رہے ہیں۔ اس لئے خواب میں ان کا تصور ہو گیا۔ پھر سوچا کہ شیطان حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اس شش و پنج میں نواب موصوف کیتھل کی حدود میں داخل ہو گیا جب در دولت پر پہنچا۔ تو اس وقت حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ صدر دروازے ہی میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: تیرا اب تک یہی خیال ہے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ جب تمام مردان خدا دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ تو قیامت آجائے گی، علی قلی خاں بیعت سے کانپ گیا اور اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس نے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے اس کا سر اٹھایا۔ اور اسے بیعت سے فرما دیا۔

۱۰۔ حضرت شیخ طیب قدس سرہ | شیخ طیب قدس سرہ کا شمار حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ کے جلیل القدر خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ تو مسلم تھے۔ اول آپ کا اصلی نام میدنی مل تھا۔

حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ کے دستِ حق پر اسلام قبول کیا۔ حضرت اقدس نے طیب نام تجویز کیا۔ آپ کے مناقب بہت بلند تھے۔ ریاضات شاقہ کی وجہ سے جسم گھل کر محض استخوان رہ گئے تھے۔ زہد و تقویٰ اس قدر تھا کہ راضی برضائے الہی رہتے تھے۔ اور دنیاوی تعلقات پر تکیہ کرنے کو غبت خیال کرتے تھے۔ روپے پیسے سے طبعی طور پر نفرت ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ سدا سچ الوقت سے ہاتھ مس ہو گیا۔ تو آپ نے ہاتھ فوراً جھٹک دیا۔ اور شادی عمر افسوس کرتے رہے۔ کہ میں نے روپے کو کیوں چھوا۔

آپ کے نام پر کیتھل میں ایک محلے کا نام محلہ شیخ طیب ہے۔ آپ نے ابراہیم شاہ کے زمانے میں کیتھل میں ایک مسجد تعمیر کرائی تھی۔ جسے مسجد شیخ طیب کہتے ہیں۔ اس مسجد کا ذکر چھپے گذر چکا ہے۔ دربارِ قادریہ میں لکھا ہے۔ کہ کیتھل کے قریب ڈھوڑ نامی نالاب تھا۔ حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ اس طرف سیر و سیاحت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے صاحبزادے حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام قدس سرہ اور خادموں کے ہمراہ اس نالاب پر تشریف لے گئے۔ ایک شخص ایک بکرا، ایک من آٹا، آدھ من چاول، دو من دودھ اور دیگر سامان کھانا تیار کرنے کے لئے لے کر آیا، ایک ہندو یاد فروش نے کہا آپ تو صرف چار ہیں۔ اور کھانے کا سامان اس قدر زیادہ ہے جس سے سو آدمی سیر ہو کر کھا سکتے ہیں۔ حضرت شاہ کمال کیتھل قدس سرہ نے فرمایا: یہ دونوں جوان ابوالکلام اور طیب ہی سیر ہو کر نہ کھائیں گے۔ کھانا تیار ہو گیا۔ حضرت شاہ موسیٰ ابوالکلام اور حضرت شیخ طیب حسب ارشاد دسترخوان پر بیٹھے تو وہ تمام کھانا کھا گئے۔ یہاں تک کہ پانی بھی نہ پیا۔ وہاں سے سوار ہو کر خانقاہ میں پہنچے ہی تھے۔ کہ ایک طالب علم کے یہاں سے دس آدمیوں کا کھانا آیا۔ یہی مذکورہ حضرات کھانے

اور بھوک کی شکایت کی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے فرمایا: باورچی خانے میں جس قدر کھانا ہے وہ بھی لے آؤ۔ وہ کھانا بھی ایک مہی کے قریب ہوگا۔ اسے بھی وہ دونوں حضرات کھا گئے۔ اور پھر بھی بھوک بھوک پکالتے لہے پھر یہ دونوں حضرات حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ بھوک دور نہیں ہوتی۔ آپ نے اپنے پینے سے بچا ہوا پانی انہیں پلایا جس سے ان کی تسکین ہوئی۔ پاد فروش یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے آپ کے کمال کا چرچا دور دور پھیلادیا۔

آپ ۱۹۳۳ء/۱۳۵۲ھ میں دیپالپور میں پیدا ہوئے۔
۱۱۔ حضرت قاضی عبدالرحمن دیپالپوری (قدس سرہ) قاضیوں کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ علوم

معقول و منقول کی تحصیل... کے بعد سلوک و تصوف کی دنیا میں داخل ہوئے۔ اور ۱۹۲۸ء/۱۳۴۷ھ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ سے بیعت کی حضرت قاضی عبدالرحمن قدس سرہ اپنے علاقے کے پابند شریعت بزرگ تھے۔ اور غیر اسلامی قول و فعل کے جہانی دشمن تھے، اگر کوئی شخص کتاب اللہ کے خلاف کوئی کام کرتا نظر آتا تو وہ اس کے سخت مخالف ہو جاتے تھے، علوم عقلی و نقلی میں بسنی مثال آپ تھے۔ اور اسی وجہ سے آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دراز تک پھیلی ہوئی تھی جب حضرت اقدس اپنے وطن مالون سے ہندوستان میں تشریف لائے۔ اور دیپالپور میں قیام پذیر ہوئے۔ اور ہزار ہا اشخاص آپ کے گردیدہ ہو گئے۔ اور قاضی مدوح یہ ماجرا دیکھتے تو وہ اکثر وہاں کے بڑے بڑے آدمیوں کو بلا کر یوں خطاب کرتے کہ تم کو خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا چاہیے۔ کہ اس مجذوب اور تارک دنیا شخص کی ہم نشینی روار کھتے ہو، خبردار ایسے شخص کے قریب ہرگز نہ پھٹکنا۔ لیکن حضرت اقدس کے مریدوں پر قاضی عبدالرحمن کی تقریر کا مطلق اثر نہ ہوتا۔ اب قاضی موصوف نے غیرت شرمی کی بنا پر تنگ اگر شرمی سزا دینے کا عہد کریا۔ اور اس علاقے سے حضرت اقدس کو نکال دینے کا فیصلہ کیا۔

ایک روز انہی خیالات میں غلطاں دیچیاں جھل کی طرف نکل گئے حضرت اقدس سامنے سے تشریف لارہے تھے۔ رعب ولایت دشان جلال کا قاضی عبدالرحمن پر ایسا غلبہ ہوا کہ ساری تقریر بھول گئے۔ اور جزات سخن نہ ہوئی حیران پریشان دست بستہ خدمت عالی میں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا عبدالرحمن ہمارا رفاقت میں آؤ۔ اور ضرورت کے مطابق ہمارے ساتھ چلو۔ چند گز طے کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا، کہ عبدالرحمن دیکھو، جب تک میں نہ آؤں یہاں سے ایک قدم آگے نہ بڑھانا۔ اور... عبدالرحمن حکم کے مطابق وہیں کھڑے رہے۔ بہت دیر گزرنے پر قاضی موصوف کو پریشانی لاحق ہوئی۔ اور خیال کیا۔ کہ اس محرم خلوت سرانے راز مجذوب کا یہاں آنا ناممکن ہے۔ واللہ اعلم عالم جذب و مستی میں کس طرف نکل گئے۔

اس لئے میرا یہاں ٹھہرنے سے سو ہے۔ مجھے اپنا کام کرنا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ وہاں سے چل پھڑے ہوئے، لیکن تھوڑی دور ہی چلے گئے۔ کہ ایک شیرزیاں دکھائی دیا۔ سامنے ایک درخت تھا۔ مفر کا راستہ تلاش کرنے کے لئے اس درخت پر چڑھ گئے۔ لیکن وہاں ایک خوفناک اژدہا شاخ پر نمودار ہوا۔ جسے دیکھنے ہی اوسان خطا ہو گئے۔ نہایت پریشان ہوئے۔ کہ اگر راستہ اختیار کروں تو شیر کا لقمہ بنتا ہوں، اور اگر درخت پر چڑھتا ہوں تو اژدہ سے کی خوراک۔ قریب ہی ایک کنواں تھا خود کو اس میں گرا دینا چاہا لیکن دیکھا کہ کنواں پانی سے خالی ہے۔ اور ایک مقتول شخص اس میں پڑا ہے۔ ساری آب و تاب جاتی رہی۔ ڈر کے مارے زبان سے حکم تک نہ نکلتا تھا۔ ہوش اڑ گئے اور ہلاکت کا پورا پورا یقین ہو گیا۔ اسی عالم اضطراب اور بے چینی میں تھے۔ کہ حضرت شاہ کمال کیتھلی نے پکارا۔ "عبدالرحمن ہوش میں آ۔ کس وہم میں مبتلا ہے"۔ حضرت قاضی عبدالرحمن نے نگاہ اٹھائی، تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ نہ وہ ہولناک کنواں ہے اور نہ وہ خونخوار شیر اور نہ ہی درخت پر وہ بیبت ناک اژدہ یا یہ ماجرا دیکھ کر یک لخت علم ظاہری کا سارا غرور جاتا رہا۔

حضرت قاضی عبدالرحمن علوم ظاہری میں تو ممتاز مقام کے حامل تھے، لیکن دولت باطنی سے محروم تھے۔ اور اولیاء اللہ کے وجود کے منکر تھے۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ نے آپ کے قلب پر خاص توجہ فرمائی اور جب انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ غلطی پر ہیں۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور عرفان و سلوک کی تمام منزلیں طے کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

حضرت قاضی عبدالرحمن ۹۹۵ھ / ۱۵۸۶ء میں وصال کیا۔ اور دیپالپور میں ہی دفن ہوئے، جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

۱۲۔ حضرت باوا سیتل داس | صاحب تذکرہ غوثیہ کے مطابق باوا سیتل داس بھی حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے تربیت یافتہ اور جلیل القدر اور با عظمت خلفائے

سے ہیں۔ انہوں نے مشرف بر اسلام ہو کر ہندوستان کے اطراف و اکناف میں اس کی ترویج و ترقی میں سرگرم اور پر جوش حصہ لیا۔ باوا سیتل داس اصل نام ہے۔ لیکن باوا سیتل پوری کے نام سے مشہور ہیں۔ باوا صاحب کے آباؤ اجداد صد ہا سال سے کیتھلی میں آباد تھے۔ باوا صاحب ابھی بچے ہی تھے۔ کہ ان کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ باوا صاحب ایام طفولیت میں اکثر عیادت کی حالت میں رہا کرتے تھے۔ کئی کئی روز تک اسی حالت میں جھگول میں پھر کرتے۔ اس دوران میں آپ فکر خور و دلنوش سے بے فکر رہتے تھے۔ باوا صاحب کو لوگ ان کی عادات کی وجہ سے سیتو یا اولا کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

باوا صاحب کی والدہ ماجدہ محنت مزدوری کر کے اور مقامی زمینداروں کی نجی خدمات سرانجام

دے کر اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالا کرتی تھیں۔ ایک روز وہ اپنے اور اپنے بچے کے کپڑے دھونے کے لئے گاؤں کے باہر جو بڑے تشریف لے گئیں۔ گاؤں کے ایک بدمعز اور سرکش جاٹ نے باوا صاحب کی والدہ کو بے آسرا اور غریب و بے کس جان کر اپنی فرعونیت کے نشہ میں برا بھلا کہا۔ دھکے دیئے۔ اور جو بڑے پر سے بھگا دیا وہ گھر آکر رونے لگیں اتنے میں باوا صاحب بھی اپنی صحرانوردی سے تشریف لے آئے، والدہ ماجدہ کو گریہ و زاری کرتے دیکھا تو مضطرب ہو کر اس کا سبب پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ جس ماں کی تم جیسی ناکارہ اولاد ہو، اس کو جو شخص بھی چاہے برا بھلا کہہ سکتا ہے۔ اور پھر ساری داستاں کہہ سنائی۔ یہ سن کر باوا صاحب پر جلال کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی معاً.....

..... تمام جو بڑے اس طرح خشک ہو گیا کہ گویا برسہا برس سے اس میں پانی تھا ہی نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ بستی لداڑ کے تمام کنویں بھی خشک ہو گئے۔ باوا صاحب اپنی والدہ کو ہمراہ لے کر کینٹھل کی طرف چلے آئے۔ اُدھر گاؤں کے لوگ پانی نہ ہونے کی وجہ سے بے تاب ہو گئے۔ مویشی مرنے لگے۔ اور انسان پانی کی لونڈ بوند کو ترس گئے۔ آخر ان لوگوں پر حقیقت کھل گئی۔ اور انہیں باوا صاحب کی عظمت کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے کینٹھل میں آئے، اور باوا صاحب کے حضور عجز و انکساری سے پیش آئے، اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کر کے معذرت خواہ ہوئے اور عرض کیا کہ گاؤں میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے گاؤں کے بچے بوڑھے متواتر اور چرند پرند بے تاب ہو رہے ہیں۔ لہذا ان پر رحم فرمایا جائے۔ باوا صاحب نے ازراہ شفقت ان لوگوں کی بات مان لی۔ اور ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے دعا کی۔ دعا مستجاب ہوئی جب لوگ گاؤں میں واپس آئے تو جو بڑے تالاب اور کنویں اس طرح پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ جیسے کبھی خشک ہی نہیں ہوئے تھے۔

باوا صاحب نے باقی عمر کینٹھل تشریف میں ہی گزار دی۔ اور طبابت کا کام کرتے رہے ہندوؤں کے حلقے میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ جب حضرت شاہ کمال کیتھلی کینٹھل میں تشریف لائے۔ تو آپ کی شہرت پاوا صاحب کے کانوں تک بھی پہنچی۔ لیکن انہوں نے وقت کی اس آواز پر کان نہ دھرا۔ آخر کار یہ آواز اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ اور باوا صاحب کو کمالی درگاہ پر سر جھکانے ہی بنی حضرت شاہ کمال کیتھل سے باوا صاحب کی عقیدت کیسے بڑھی اور کیسے پختہ ہوئی، یہ سب کچھ گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ باوا صاحب کو حضرت شاہ کمال کیتھلی کی صحبت سے جو فیضان حاصل ہوا وہ حیطہ تھوڑے سے باہر ہے۔

لے بعد میں اس گاؤں کا نام باوا صاحب کے نام کی نسبت سے "بابا کالداڑ" مشہور ہوا۔ یہ گاؤں کینٹھل تشریف سے مغرب کی طرف تقریباً سات آٹھ میل کے فاصلے پر اور بستی سیہرٹا سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے (مؤلف)

تذکرہ غوثیہ میں ایک گفتگو درج ہے جو حضرت میران شاہ بھیک اور باواسیتل داس (قدس سرہ) کے درمیان ہوئی اس گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالی نظر نے باوا صاحب کو کس ارفع و اعلیٰ مقام پہنچا دیا تھا۔ تذکرہ غوثیہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت میران شاہ بھیک قدس سرہ نے باواسیتل داس کی خدمت میں یہ ہندی شعر لکھ کر ارسال کیا۔

چلتے چلتے جگ گئیو اور بھیک دوارے دور

خرچی زبڑی پگ ٹھکے کوئی جا کے حضور !

باواسیتل داس نے اس پہلی نما شعر کا جواب شعر میں اس طرح دیا ہے

جن ٹہیں تم جات ہوان ٹہیں ہے دور ست نام سیتل پوری جو سن مکھ رہے حضورم

حضرت میران شاہ بھیک قدس سرہ نے منازل سلوک و عرفان اس طرح طے کیں جس طرح ایک مرد بزرگ تقاضائے عمر کی وجہ سے لاکھی کا سہارا لے کر ٹھہر ٹھہر کر چلتا ہے، لیکن کمالی نظر کی وجہ سے باواسیتل داس نے منازل اس طرح طے کی ہیں جس طرح لوڈ شخص کار میں بیٹھے فرٹے بھرتا چلا جا رہا ہو، یہی وجہ تھی کہ حضرت میران شاہ بھیک قدس سرہ وقتاً فوقتاً باواسیتل داس سے بعض مسائل میں صلاح و مشورہ کرنے رہتے تھے۔ اور آپ باواسیتل داس سے خاص انس رکھتے تھے۔ مندرجہ بالا شعر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تاج الدین محمود انصاری نے باواسیتل داس کے بارے میں فرمایا ہے

باواسیتل داس راز عارفان حق بدار !

زانکہ اواز خاندان قادری نوشیدہ جام !

باواسیتل داس نے ۹۸۱ھ/۱۵۸۳ء میں وصال پایا۔ باواسیتل داس قدس سرہ اگرچہ مسلمان ہو

چکے۔ یہ ان کی وفات پر ہندوؤں نے انہیں ہندو ہی تسلیم کیا۔ اور ہندو رسوم کے مطابق تجہیز و تکفین عمل میں لائی گئی۔ چنانچہ بقول مصنف دربار قادری حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے مزار مقدس کے نزدیک ہی تالاب کے کنارے ایک مڑھی آپ کی یاد میں تعمیر کی گئی۔ جہاں ہندو ہر سال درشن کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

باواسیتل داس کے وصال کے بعد آپ کے عقیدت مند اور گدی نشین آپ کے

پر پہلے بابا کالدانہ جا کر حاضری دیتے ہیں۔ اور بعد میں اگر کیتھلی شریف میں آپ کی سادھی پر جان

ادا کرتے ہیں۔ بابا کالدانہ میں ہر سال باوا صاحب کی یاد میں ایک میل منعقد ہوتا ہے جہاں

دراز سے لوگ اگر شکر کت کرتے ہیں۔ میل کے خاتمے پر سب لوگ کیتھلی شریف آکر باوا صاحب کی

سماوی پر حاضری دیتے ہیں۔

ہم نے حضرت شاہ کمال کیتقلی قدس سرہ کے خلفائے کرام کے بارے میں کافی کاوش سے حالات
باقی خلفاء امہیا کئے ہیں لیکن ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمیں اس ضمن میں تمام خلفاء کرام کے
 حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ اور جن حضرات کے حالات ہم نے درج کئے ہیں انہیں بھی اگرچہ جامع تو نہیں
 کہا جاسکتا۔ تاہم نہایت تحقیق کے بعد ان چند اصحاب سے متعلق جو کچھ بھی میسر آسکا وہ ہدیہ تقاریر میں کیا
 جاسکتا ہے۔

جن اصحاب سے متعلق حالات دستیاب نہ ہو سکے۔ ان کے متعلق اس قدر ضرور کہا جاسکتا ہے
 کہ ان میں اکثر حضرات بیرونی ممالک میں حضرت شاہ کمال کیتقلی قدس سرہ کے زمانہ سیر و سیاحت میں سلمہ مریدی
 میں منسلک ہو کر فرقہ خلافت سے مشرف ہوئے ان میں سے بعض حضرات برصغیر پاک و ہند میں بھی تشریف لائے
 اور کیتقلی تشریف میں کافی عرصہ مقیم رہے۔ خواجہ الحق، حضرت مودود محمود سالالوسی، اور خواجہ امان اللہ حسینی
 قدس اللہ سرہم علاقہ کیتقلی کے باشندے تھے۔ اور مقربان خاص کا درجہ رکھتے تھے، زہد و اتقا، علوم
 دینی و دنیوی تصفیہ باطن و تزکیہ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایشار و استغناء، امداد غربا، تسلیم و رونا
 صبر و شکر اور عبادت و ریاضت الہی، ان حضرات کا طریقہ تھا۔

کتابیات

- ۱۔ اخبار الاخیار۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
- ۲۔ السراہ الاسرار۔ شہاب الدین مخاطب بنظام۔
- ۳۔ الہام (ہفت روزہ) بہاولپور۔ مشائخ نمبر ۲۴، فروری ۱۹۷۵ء۔
- ۴۔ انیس القادریہ۔ بہاولحق قادری۔
- ۵۔ اقبابہ فی سلاسل اولیاء اللہ اور ارفقیہ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔
- ۶۔ بحر التصوف۔ شیخ نظام الدین بن عبد الشکور العمری التانیسی۔
- ۷۔ تحفۃ الابرار۔ مرزا آفتاب بیگ عرت محمد نواب مرزا بیگ دہلوی۔
- ۸۔ تحقیقات چشتی۔ مولوی نور محمد چشتی لاہوری۔
- ۹۔ تذکرہ اولیائے ہند۔ مرزا محمد اختر۔
- ۱۰۔ تذکرہ ثرائف غوثیہ۔ خواجہ غلام غوث بٹالوی۔

- ۱۱- تذکرہ غوثیہ - شاہ محمد غوث پانی پتی - مرتبہ گل حسن -
- ۱۲ - تاریخ پنجاب - عبدالکرم
- ۱۳ - تذکرہ الملتان - نامعلوم الاکم
- ۱۴ - تاریخ آج شریف - امین -
- ۱۵ - تاریخ فرشتہ - محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی -
- ۱۶ - تاریخ فیروز شاہی - ضیاء الدین برنی -
- ۱۷ - تواریخ کبھل - (قلمی) محمد باقر -
- ۱۸ - تواریخ بزرگان کبھل (قلمی) - محمد شاکر -
- ۱۹ - جواہر مجددیہ - فقیر احمد حسین خاں -
- ۲۰ - جواہر علویہ - شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی -
- ۲۱ - حضرات القدس - بدر الدین سرہندی -
- ۲۲ - حیات مجدد - محمد فرمان -
- ۲۳ - حدائق الحنفیہ - فقیر محمد جہلمی -
- ۲۴ - خزینۃ الاصفیاء، ج ۱ - مفتی غلام سرور -
- ۲۵ - دربار قادری - محمود علی مائل -
- ۲۶ - روسائے پنجاب (اردو ترجمہ) سید نواز شمس علی -
- ۲۷ - روزنتہ القیومیہ - خواجہ کمال الدین احسان -
- ۲۸ - زبذۃ المقامات - خواجہ محمد ہاشم کشمی
- ۲۹ - سفینۃ الاولیاء - شہزادہ داراشکوہ -
- ۳۰ - سکینۃ الاولیاء - شہزادہ داراشکوہ -
- ۳۱ - سیر العارفين - محمد جمالی -
- ۳۲ - سیح السراء - خواجہ محمد معصوم نقشبندی دہلوی -
- ۳۳ - علمائے ہند کاشاندار ماضی - سید محمد میاں -
- ۳۴ - قصص عارفان - احمد علی -
- ۳۵ - کلیات جدولینی احوال الاولیاء -

- ۳۶۔ گلزار خوارق (قلمی) خواجہ حبیب اللہ سہندی۔
 ۳۷۔ گنج بخش (ماہنامہ) لاہور مئی ۱۹۵۴ء۔
 ۳۸۔ مناقب غوثیہ محمد صادق شہابی سعدی قادری۔
 ۳۹۔ مخازن القادریہ شمس الدین ابن ولی اللہ۔
 ۴۰۔ مناقب الاولیاء بدالدین سہندی۔
 ۴۱۔ مفتاح التواریح۔ بیل و دانشور۔
 ۴۲۔ مکتوبات حضرت شاہ کمال حضرت شاہ کمال کینیٹی۔
 ۴۳۔ مقامات احمدیہ۔ خواجہ محمد امین۔
 ۴۴۔ مجدد الف ثانی۔ نظام الدین توکلی۔
 ۴۵۔ مبداء معاد۔ شیخ احمد سہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی۔
 ۴۶۔ مجمع الاسرار (دو ترجمہ) پیر بہادر شاہ۔
 ۴۷۔ مسابک السالکین فی تذکرۃ الواصلین۔ مولوی محمد عبدالستار سہرامی۔
 ۴۸۔ مشاہیر اسلام۔ محمد الدین فوق۔
 ۴۹۔ نزہۃ الخواطر۔ مولانا عبدالحمید۔
 ۵۰۔ نفحات الانس۔ عبدالرحمن جامی۔

52. Chiefs and Families of note in the Punjab : H. Label Griffin & Col. Massey.
53. Encyclopaedia Britanica Vol, 13.
- 54: Gazetteer of the Karnal District. : A Punjab Govt. Publication. 1883-84.
55. " " " " " 1892 " " "
56. " " " " " 1904 " " "
57. " " " " " 1912 " " "
58. " " " " " 1915 " " "
59. " " " " " 1925 " " "
60. " " " " " Montgomery District. " " "
61. " " " " " " " " "
62. History of the Punjab. Syed Mohammad Latif.
63. A Hand Book of Travellers in India, Pakistan, Burma and Ceylon : Rushbrook Williams.
64. Settlement Scheme of Karnal District, A. M. Stow.
65. The Annals of Karnal C. H. Buck.
66. Riway-i-Am of Tahsil Kaithal of Pargana Indri in the Karnal District. Dovie.
67. Ancient Geography—General Cunningham.
68. Culcutta Review (Oct. 1844) Article on Kaithal by Lawrence.

دنیا نے حاضر کی مفید ترین کتاب :- "جینے کی اہمیت" کے بارہ میں چند رائے

• امپریٹس آن لائٹ دنیا کی ہر ترقی یافتہ زبان میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ اور صرف انگریزی میں چالیس مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ جتنے لوگوں پر مسرت اور زندہ و رواں دواں زندگی کے دروازے اس کتاب نے کھولے ہیں کسی کتاب نے نہیں کھولے۔ اس کتاب نے لاکھوں انسانوں کی زندگی کے ایک لمحے کو پرمسرت بنایا ہے۔ میں جینے کی اہمیت کو دنیا نے حاضر کی مفید ترین کتابوں میں سے ایک سمجھتا ہوں :-

• دنیاں اب شراحت، مدیر، ہٹھالیوں سے
"جینے کا فن کیا ہے؟ اس کی بنیادی قدیں کیا ہیں؟ ان کے تال میل میں کیا حسن ہے؟ ان کے گڈا ٹھونے میں کیا نتیجہ ہے؟ یہ سب کچھ لیں۔ یو۔ تانگ نے جینے کی اہمیت میں کھنگال کر رکھ دیا ہے۔ ایک خشک فلسفی کی طرح نہیں۔ بھرپور زندگی کے دلدادہ اس فن کار کی طرح جسے جینے کی ہر ادا سے عشق ہے۔
ڈاکٹر محمد الیاس صد شعبہ نفسیات و فلسفہ گورنمنٹ کالج لاہور

• لیں۔ یو۔ تانگ نے بالتفصیل اور عملی انداز سے بتایا ہے کہ زندگی سے ہمیشہ از ہمیشہ خط کیسے اٹھایا جاسکتا ہے۔
روزنامہ ذلے وقت لاہور

• جینے کی اہمیت دوپہر سے زیر مطالعہ ہے اور میں بہ مشکل تمام شام تک اپنے آپ کو آمادہ کر سکا ہوں کہ اسے بند کر دوں۔ زندگی کے خشک مسائل پر اتنی دلچسپ کتاب آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔
نیاز فتح پوری، ایڈیٹر، نگار

• لیں۔ یو۔ تانگ کا طرز فکر ایشیائی ہے یہی وجہ ہے کہ جب ہم اسے اردو کے قالب میں دیکھتے ہیں تو اس کے لہجہ اور اظہار میں کسی قسم کی اجنبیت نہیں پاتے۔ اگر لیں۔ یو۔ تانگ کا انداز تحریر تیز طرار اور پر خلوص ہے تو مختار صدیقی نے بھی اپنے ترجمے میں بے ساختہ شگفتگی اور مناسب الفاظ کے بزل استعمال کو اپنایا ہے۔

مکتبہ میری سے بریلی لاہور

سید خورشید حسین نجاری سے ہے کی عظیم تحقیق تصنیف

تذکرہ شاہ سکندر کیتھلی حضرت

یہ کتاب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قادری
مرشد حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ کا مفصل تحقیقی
تذکرہ ہے اس شخصیت کے بارے میں حضرت عبدالعزیز
الف ثانیؒ نے فرمایا تھا :

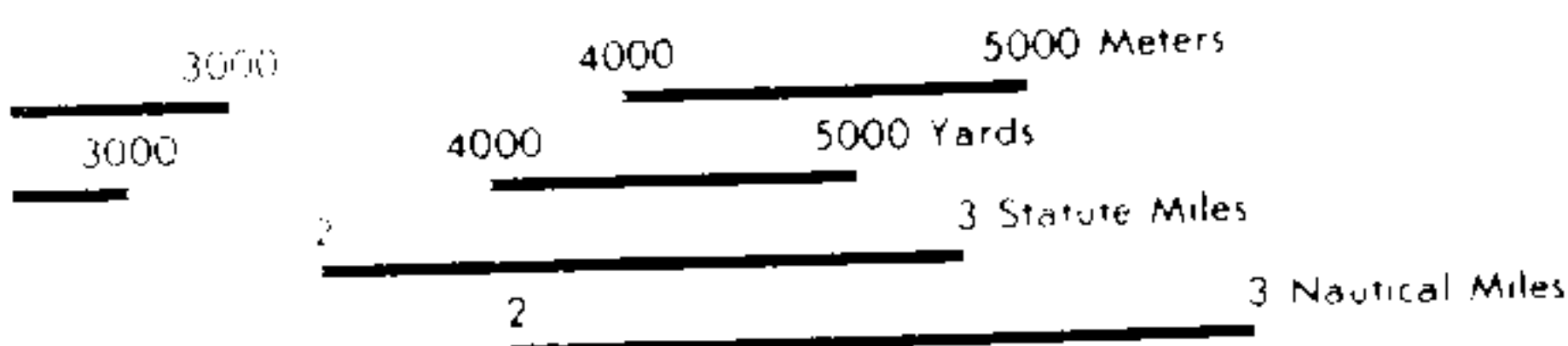
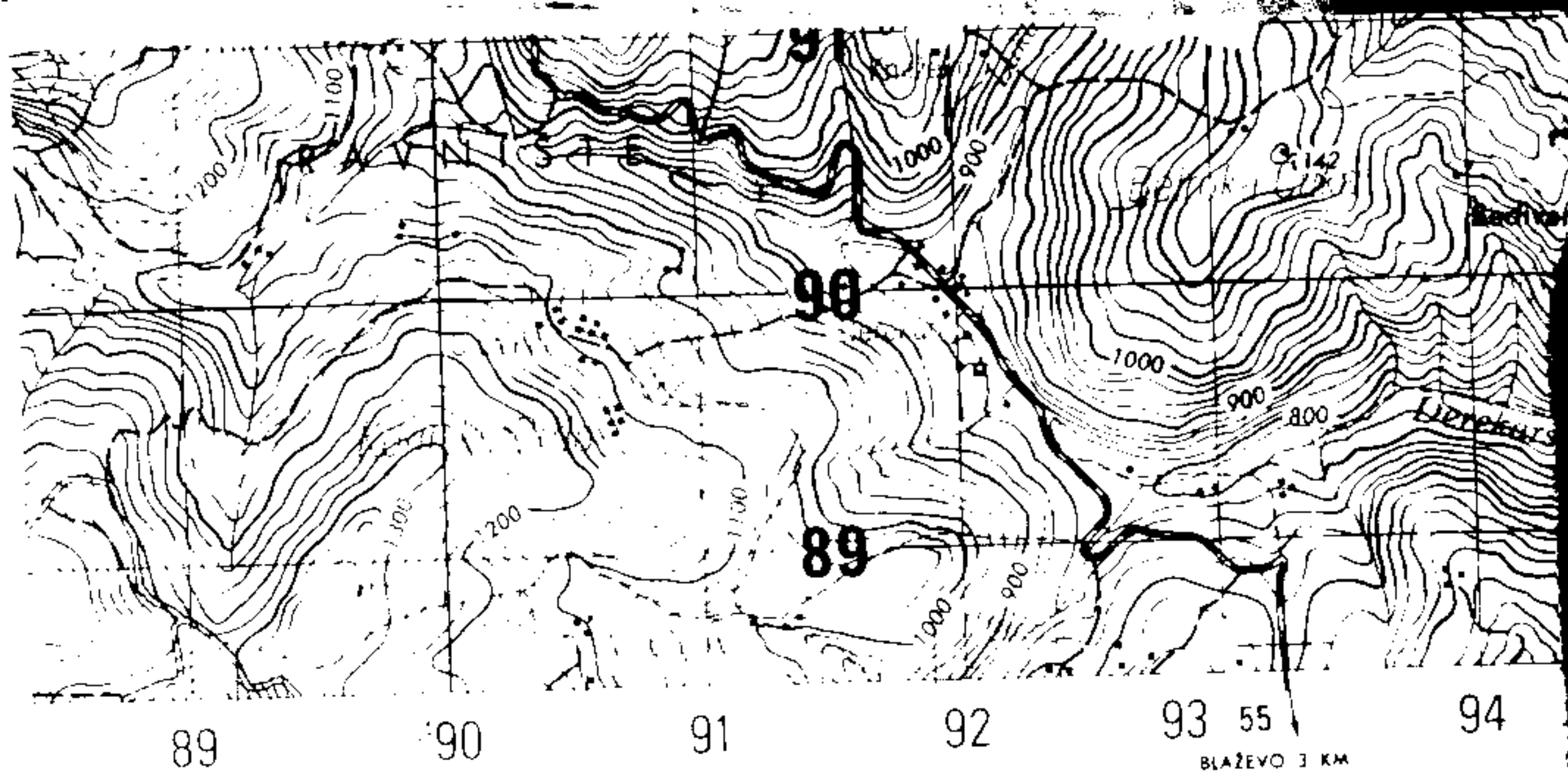
”میں آفتاب کی طرف بلاخیر گئی چشم دیکھ سکتا ہوں
لیکن (حضرت) شاہ سکندر کیتھلیؒ کے قلب منور کی
طرف دغیر اشعارِ انوار کی وجہ سے نظر نہیں
اُٹھ سکتی۔“

قادری کو اس کتاب میں صاحب تذکرہ کی شخصیت ،
ان کے خاندان ، اولاد ، خلفاء اور ان کے اصلاحی
کارناموں کا مبسوط تذکرہ ملے گا۔ ساتھ ہی اس دور
کی مذہبی اور معاشرتی جھلک بھی دکھانی دے گی۔
تاریخ تصوف سے دلچسپی رکھنے والے
حضرات کے لئے مطربات انزا کتاب

قیمت ۱۵/-

مکتبہ میری لائبریری - لاہور

اکل بشیر نرسٹریٹ لاہور



ΣΧΗΜΑΤΙΣΜΟΣ 20 ΜΕΤΡΑ

GRID CONVERGENCE
 0.66 2 MILS
 FOR CENTER OF SHEET

ΣΥΓΚΛΙΣΙΣ ΤΕΤΡΑΓΩΝΙΣΜΟΥ
 ΜΙΑΟΣΤΑ
 ΔΙΑ ΤΟ ΚΕΝΤΡΟΝ ΤΟΥ ΦΥΛΛΟΥ

★
 TRUE NORTH

GRID NORTH
 MAGNETIC NORTH

TO CONVERT A
 MAGNETIC AZIMUTH
 TO A GRID AZIMUTH
 ADD G-M ANGLE

ΔΙΑ ΤΗΝ ΜΕΤΑΤΡΟΗΝ
 ΤΟΥ ΜΑΓΝΗΤΙΚΟΥ ΑΖΙΜΟΥΘΟΥ
 ΕΙΣ ΑΖΙΜΟΥΘΟΝ ΤΕΤΡΑΓΩΝΙΣΜΟΥ
 ΠΡΟΣΘΕΣΑΤΕ ΤΗΝ ΓΕΝΙΑΝ G-M

